بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   والسَّلَامُ عَلٰی اَحۡمَدَ المَوۡعُوۡدِ

وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ (الصّف:۷)

ترجمہ: یاد کرو جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا (۱) اے فرزندان اسرائیل میں صرف تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں (نہ کسی اور کی طرف) (۲) حضرت موسیٰ کی توریت کے عقائید، اخلاق اور تعلیم اور پیشگوئیوں کی تصدیق کرتا ہوں (جن میں حضرت محمد ؐ مثیل موسیٰ کے ظہور کی پیشگوئی شامل ہے) (۳) اور میں ایک نبی خوش خبری ایک رسول کے ظہور کی سناتا ہوں۔ جو میرے بعد آوے گا اس کا نام احمدؐ ہوگا۔

یہ رسالہ مسمی بہ

ظہور احمد موعودؑ

اُن حالات اور واقعات کا ذکر ہے جو مصنف نے دیکھے، سُنے اور بطور شہادت حقہ تحریر کئے۔ (۱۳۷۷ھ)
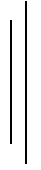
حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ
سابق پراونشنل امیر صوبہ سرحد 1914ء تا 1963ء

نام کتاب : ظہور احمد موعودؑ
رقیمہ : قاضی محمد یوسف فاروقی احمدیؓ
سابق پراونشل امیر صوبہ سرحد
سالِ اشاعت : 2015ء
پتہ :
14, William Harwey House,
SW18 6SQ London.
تعداد : 1000
اہتمام اشاعت
زبیدہ ناہید بیگم ڈاکٹر بشیر احمد و بنت حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدیؓ

ZAHOOR-E-AHMAD-E-MUOOD

by

Qazi Mohammad Yousaf Farooqui Ahmadi

معذرت

اس تحریر میں خاکسار نے سیدنا حضرت احمد علیہ السلام کے جو واقعات بچشم خود دیکھے یا اپنے کانوں سے سنے ہیں، ان کا ذکر اپنے علم و فہم کے مطابق اپنے الفاظ میں کیا ہے۔ وہ الفاظ بعینہٖ خود حضرت احمد علیہ السلام کے نہیں ہیں بلکہ ان کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ اگر کسی روایت میں کوئی سقم ہو تو وہ میرے فہم اور یادداشت کا قصور ہوگا۔ کیونکہ میں جنوری 1902ء لغایت مئی 1908ء کے واقعات، جنوری 1955ء میں قید تحریر میں لا رہا ہوں۔ اس وقت میری عمر قریباً 74 سال قمری ہے۔

وباللہ التوفیق۔

خاکسار

قاضی محمد یوسف احمدی فاروقی

قاضی خیل ہوتی ضلع مردان

30 جنوری 1955ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
والسَّلَامُ عَلٰی اَحۡمَد المَوعُوۡدِ

فہرست مضامین۔ظہور احمد موعودؑ

عرض حال

کتاب دُرعدن اُردو حصہ دوم کے دوسرے صفحہ پر آپ کے اپنے الفاظ نیچے درج کرتی ہوں:

قاضی محمد یوسف احمدی، خلف قاضی محمد صدیق، خلف قاضی محمد نور، خلف قاضی میر عبدالصمد، خلف قاضی محمد قابل رحمۃ علیہ جدِّ اعلیٰ قاضی خیل ہوتی ضلع مردان جو حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اُنتالیس پشت میں 28 شوال المکرم 1300 ہجری بمطابق یکم ستمبر 1883ء بمقام ہوتی تولد ہوا۔

سیدنا حضرت احمد قادیانی علیہ السلام سے 15 جنوری 1902ء میں بذریعہ خط بیعت کی اور اخیر دسمبر 1902ء کو اُن کے دستِ مبارک پر قادیان دارالامان میں بیعت کی۔ حضرت احمد علیہ السلام سے دسمبر 1902ء لغایت یکم دسمبر 1907ء تک بار بار شرفِ ملاقات حاصل کیا اور دسمبر 1902ء جون و جولائی 1904ء و مئی 1906 اور نومبر 1907ء کئی ہفتے صحبت کا موقع ملا اور 26 مئی 1908ء بمطابق 24 ربیع الآخر 1324 ہجری حضرت احمد مرفوعِ الی اللہ ہوئے۔

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ 27 مئی 1908ء خلیفۃ المسیح الاول منتخب ہوئے اور 28 مئی کو مسجد مبارک قادیان میں بوقت نماز ظہر پہلی بیعت خلافت ہوئی۔ خاکسار اور حضرت مولانا غلام حسن خان رضی اللہ عنہ ساکن پشاور نے بمعہ چند افرادِ جماعت احمدیہ پشاور تجدید بیعتِ خلافت کی۔ حضرت نورالدینؓ کے ایامِ خلافت میں ہر سال قادیان جاتا رہا۔ حضرت ممدوح بروز جمعہ 13 مارچ 1914ء فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ 14 مارچ 1914ء کو خلیفۃ المسیح الثانی منتخب ہوئے۔ خاکسار نے تجدید بیعت 30 دسمبر 1914ء کو قادیان میں جلسہ سالانہ کے موقع پر کی۔

مولوی محمد علی امیر ملتِ باغیہ کا مقابلہ تحریر و تقریر و نظم و نثر میں یکم جنوری 1915ء سے یکم دسمبر

1958ء تک کیا اور خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت سے کامیاب مقابلہ ہوا۔ ملتِ باغیہ کا دعویٰ تھا کہ وہ کل جماعت کا تیسرا حصہ ہیں۔ مگر اب کل جماعت کا 1/20 حصہ سے بھی کم ہے۔ خود مولانا غلام حسن خان صاحبؓ خاکسار کی کوشش سے اور جدوجہد سے داخل بیعتِ خلافت ثانیہ ہوکر فوت ہوئے۔

خاکسار کی عمر بوقت قبول احمدیت 18 سال تھی اور اب دسمبر 1958ء میں 75 سال شمسی اور 77 سال قمری ہے۔ خدا تعالیٰ نے تبلیغ احمدیت کی توفیق دی۔ تحریراً کوئی سو رسائل، کتابیں اور اشتہار تحریر کئے اور کثرت سے مسودات قلمی موجود ہیں۔ کوئی سو سے زائد افراد میرے ذریعہ احمدی ہوئے۔ تعمیر مساجد کی سعادت نصیب ہوئی اور خدا تعالیٰ نے بڑی عمر، عمدہ صحت، عمدہ صورت اور بڑی عزت دی۔ عمدہ مکانات اور دو بیویاں اور بیس کے قریب اولاد جن میں سے 9 زندہ ہیں، چار فرزند اور پانچ دختر، چار فرزند؛ محمد احمد۔ محمود احمد۔ بشیر احمد اور مسعود احمد ہیں۔ خدا تعالیٰ نے دُعائیں سنیں۔ ہمدرد اور محبت کرنے والے احباب دیئے۔ صوبہ سرحد کا امیر جماعت ہائے احمدیہ سالہا سال بنائے رکھا اور خدمت خلق کی توفیق عطا فرمادی۔ خدا تعالیٰ عاقبت محمود فرماوے۔ آمین۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

○

عرضِ حال

میرے والد صاحب حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کے بعد آپکے علمی خزانے کے گہرے مطالعے سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنی مادری زبان پشتو میں اور اُردو اور فارسی میں پمفلٹس اور کتابیں بغرض تبلیغ تحریر کرنی شروع کر دی تھی اور شائع کروا کر دور و نزدیک جہاں تک ممکن ہوسکا، پہنچانے کی سعی کی۔ آپکے والد صاحب بھی اُن کا بغور مطالعہ کرتے تھے۔ ایک قریبی عزیز کے اس اعتراض پر کہ بیٹا گمراہ ہوگیا ہے اور آپ اُس کو نہیں سمجھاتے، آپکے والد صاحب نے آپکی تحریریں اُن کو دیں کہ آپ خود پڑھ لیں اور انکا جواب اگر دے سکیں تو دے دیں۔

آپکی تبلیغ کے انداز میں آپکا پیار و محبت اور عزت و تکریم اور مہمان نوازی بھی شامل تھی۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ ہر نئے اور پرانے احمدی کی خیریت معلوم کرنے خود اُنکے پاس پہنچیں۔ پشاور میں بھی اردگرد کے گاؤں میں احمدی گھرانوں سے قریبی تعلق رہا اور مردان میں بھی جمعہ کی نماز میں جو احباب نظر نہ آتے، نماز کے بعد اُنکی خیریت معلوم کرنے اُنکے گھر پہونچ جاتے اور اگر کہیں کسی مدد کی ضرورت ہوتی تو ہر ممکن مدد کرتے۔

تبلیغ کے لئے اتوار کے دن اسلامیہ کالج پشاور کے ہاسٹل کے طلباء کو بھی کامیاب تبلیغ کر کے کئی سعید روحوں کی ہدایت کا باعث بنے۔ اُن میں میرے خالو محمد رستم خان خٹک شہید بھی شامل تھے۔ ہم نے بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے دور دراز احمدیوں میں بھی آپ سے پیار و محبت اور اخلاص دیکھا اور مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے احمدیوں میں بھی آپ کیلئے خلوص و محبت دیکھی۔

تبلیغ احمدیت کرنی ہے ہم نے یوسفؔ
ہو نثر یا غزل ہو ممکن ہو جس ڈھب سے

میں جب بھی آپکے اشعار پڑھتی ہوں تو آپکے اشعار آپکی پُر خلوص اور عاجزانہ دعوت احمدیت اور حقیقی تقوی پر چلنے کی نہایت عاجزانہ درخواست پر مبنی ہیں۔ آپنے بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات اور اُنکی خدمت میں گزارے ہوئے اوقات کی سعادت حاصل کرنے

کا ذکر اس رنگ میں کیا ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں حسرت ہو کہ کاش میں بھی اس شرف کو حاصل کرسکتا۔آپ فرماتے ہیں:

طلب کُن از خدا دائم طریق انبیا یوسف

خدا خود مے شود رہبر بصد اخلاص جویاں را

خاکسارہ کے علاوہ میرے بھائی اور بہنوں کی بھی خواہش ہے کہ آپکا یہ قیمتی خزانہ دوبارہ شائع کیا جائے۔اس سلسلے میں ایک ملاقات میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے میں نے اس بارے میں عرض کیا تو آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُنکی ساری کتابیں شائع کروادیں۔میں نے یہ کوشش 1995ء سے شروع کی ہے۔خدا تعالیٰ مجھے اس مقصد میں کامیاب فرمادے۔آمین۔

اس سلسلہ میں محترم بھائی بشیر احمد رفیق خان صاحب نے بھائی ڈاکٹر قاضی مسعود احمد کی درخواست پر ایک مفصل مضمون لکھ کر اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کر دیا۔آپ ہماری محبت کرنے والی سب سے بڑی خالہ کے بیٹے ہیں اور خدا تعالی کے فضل سے عالم و فاضل اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ماشاءاللہ۔اللہ تعالی بھائی صاحب کو کامل صحت والی عمر دراز عطا فرمادے۔آمین اور جزائے خیر عطا فرمادے۔آمین۔

خاکسارہ قارئین سے عاجزانہ درخواست دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو اور ہماری نسلوں کو تقویٰ کی مقبول راہوں پر چلنے اور خادمانِ دین ہونے کی توفیق عطا فرمادے۔آمین۔

والسلام

یکم رمضان المبارک 2015ء　　　　محتاج دُعا

زبیدہ ناہید بیگم محترم ڈاکٹر بشیر احمد

○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہ ونصلی علی سیدنا محمد رسولہ الکریم
والسلام علی عبدہ الموعود احمد

تمہید

بعض احباب کے تعمیل ارشاد میں اور مرکز سلسلہ احمدیہ کے کارکنوں کی خواہش کی تکمیل میں یہ تحریر بدیں غرض محفوظ کررہا ہوں تا کہ احباب کو معلوم ہو کہ میں کیونکر احمدی ہوا، کب ہوا اور حضرت احمد جری اللہ علیہ السلام سے قریب تر ہو کر آپؑ کو کیسا انسان پایا۔

میں اپنی حقیقت جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔ میں ایک حقیر قطرہ آب ہوں جس کو خود خدا تعالیٰ نے آدم کی صورت پر بنایا، خوبصورت شکل وصورت دی، عمدہ اور صحیح قویٰ اور اعضاء دیئے، تندرست وجود اور جسم دیا، پاک لوگوں کی صحبت دی، انبیاء اور اولیاء کے موعود حضرت احمد جری اللہ کی شناخت اور بیعت کی توفیق دی۔ اور اس مبارک وجود کے مبارک چہرہ کو بار بار دیکھا، اس کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دیا، اس کے پاک کلمات ونصائح کو سنا، خدا کا تازہ بتازہ کلام سنا، کثرت سے رویا اور کشوف اپنے سامنے پورے ہوتے دیکھے، اس کی پیشگوئیوں کو بڑی شان سے پورا ہوتا پایا، اس کی عبادات اور طاعات کو دیکھا، اس سے قرآن کریم کے معارف سنے، اس کے مبارک چہرہ میں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار پائے۔ وہ صادق اور امین تھا، وہ خدا کا نبی اور رسول تھا، وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر اور عکس تھا، وہ قرآن کریم کی علمی تصویر اور تفسیر تھا۔

اللھم صل و بارك و سلم علی محمد وعلی احمد الموعود وَعلیٰ آلِ محمد وخلفائه وازواجه اجمعین۔

اس کو کافر کہنے والے اور تکذیب کرنے والے خود غرض بندگان نفس اور بظاہر زندہ درحقیقت

مردہ تھے۔ اوران کے اندر نہ روحانیت تھی نہ نور تھا، نہ علم تھا، نہ شعور تھا، جاہ ومنصب کے طالب دنیا کے کیڑے انانیت کے نشہ میں مخمور تھے۔ نہ اس کے مقابلہ علمی میں سامنے ہوئے نہ میدان مباہلہ میں نکلے۔ اگر کسی نے جرأت کی تو بہت جلد خدا کے غضب میں گرفتار اور ہلاک ہوا۔

خاکسار خدا تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتا ہے کہ حضرت احمد علیہ السلام صادق اور راستباز تھے اور حضرت عیسیٰؑ ناصری فوت ہو چکے ہیں اور آسمان پر کوئی ابن آدم نہ چڑھا ہے اور نہ اُترنا ہے، نہ کبھی اُترے گا۔ نہ تو یہود کا الیاس آسمان سے آیا اور نہ عیسائیوں کا یسوع آسمان سے آئے گا۔

آنے والا موعود یہی حضرت احمد علیہ السلام تھا جو وقت پر آیا۔ یہ حضرت محمدؐ کا روحانی فرزند اور امتی ہے اور خدا کا نبی اور رسول ہے۔ آپ کی نبوت اور رسالت حضرت خاتم کی مہر نبوت سے مختوم ہے۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يرفلے لِعِبَادِهِ الْكُفْر

(.....باب اوّل.....)

مختصر سوانح مؤلف رسالہ ہذا

فصلِ اوّل: نام و پیدائش و تعلیم و تربیت

ہمارا خاندان

قاضی خیل ہوتی ضلع مردان سرحد سیدنا حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم خلیفۃ الرسولؐ کی اولاد سے ہیں۔ ہمارے اجداد مدینہ منوّرہ سے بلخ ترکستان، وہاں سے کابل، کابل سے پاک پٹن، وہاں سے بونیر، بونیر سے ہوتی ضلع مردان میں آئے۔

ہمارا جدِ اعلیٰ حضرت قاضی محمدؐ قابل رحمۃ اللہ علیہ سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں ہوتی میں آیا اور احمد شاہ ابدالی نے حضرت محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ ساکن چمکنی کی سفارش سے عہدۂ قضا میں او وسیری دی، ہوتی میں سکونت پذیر ہو گئے۔

خاکسار قاضی محمدؐ یوسف احمدی ابن قاضی محمدؐ صدیق ابن قاضی محمدؐ نور ابن قاضی میر عبد الصمد ابن قاضی محمد قابل رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ خاکسار حضرت عمرؓ کی انتالیسویں پشت میں سے ہے۔

پیدائش و نام

خاکسار قاضی محمدؐ صدیق کا خلف الرشید ہے۔ میری پیدائش بمقام ہوتی بروز یکشنبہ 28 شوال

المکرم 1300ھ یکم ستمبر 1883ء کو ہوئی۔ میری والدہ محترمہ عارفہ بیگم بنت مولوی محمود صاحب دیگان خیل، مردان سے تھی۔ جو ایک تعلیم یافتہ، عفیفہ پارسا اور عابدہ عورت تھی۔ غریب پرور، رحم دل، خدا ترس خاتون تھی۔ پشتو اور فارسی کتب سے واقف تھی۔ پابند صوم وصلوٰۃ تھی۔ اللہ تعالیٰ والدہ اور والد دونوں پر رحم فرماوے۔

میرے والد کے دو بھائی ان سے بڑے تھے قاضی محمدؐ سعید اور قاضی محمدؐ شریف اور دو بھائی ان سے چھوٹے تھے قاضی محمدؐ رسول اور قاضی محمدؐ مستعان۔ ہمارے دادا محترم قاضی محمدؐ نور صاحب عالم شباب میں فوت ہوئے۔ قاضی محمدؐ خلیل ہمارے والد کے ماموں نے ہمارے والد اور قاضی محمد مستعان کی تعلیم وتربیت کی۔ وہ خود بھی ایک نامور عالم تھے۔ قاضی محمدؐ مستعان علاوہ فارسی اور علم فقہ کے اردو زبان بھی جانتے تھے اور قانون دان و منشی تھے۔

خاکسار کی پہلی والدہ مسمات محترمہ بی بی قطورہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ جوانی کی عمر میں فوت ہوئیں۔ ہماری والدہ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں میں قاضی محمدؐ یوسف، محمد شفیق اول، محمدؐ رفیق، محمد اسحاق مشہور بہ قاضی محمدؐ شفیق ثانی تھے۔ میرے بعد دو بھائی قاضی محمدؐ شفیق اوّل اور محمدؐ رفیق جو بڑے خوبصورت بچے تھے اڑھائی اڑھائی سال کے ہو کر فوت ہوئے۔ جن کی وفات کا میرے والد کو سخت صدمہ ہوا۔ بالآخر قاضی محمدؐ اسحاق پیدا ہوا۔ جس کو والد محبت کی وجہ سے محمدؐ شفیق کے نام سے پکارنے لگے اور اب یہی نام ہے جو 1893ء میں تولد ہوا یعنی میرا یہ بھائی سن غاشی 1308 کی یادگار ہے جبکہ حضرت احمدؐ کے ظہور اور دعویٰ کی وجہ سے علمائے سُوء نے فتاوی تکفیر و تکذیب دیئے تو خدا تعالیٰ نے اس تصدیق میں آسمان پر دو نشان ماتمی صورت میں دکھائے۔ یعنی 13/ماہ رمضان المبارک کو بدر کو کسوف ہوا، اور اسی ماہ کی 28/کو شمس کو خسوف کامل ہوا۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ میں پیشگوئی تھی اور مندرجہ ذیل شعر میں کسی ولی اللہ نے بھی قبل از وقت فرمایا تھا۔

در سن غاشی ہجری دو قِرآں خواہد بود

از پئے مہدی و دجال نشاں خواہد بود

میں نے یہ گرہن بچشم خود 1893ء میں دیکھے۔شہادات آسمانی بتائید حضرت احمدؑ قادیانی ظاہر ہوئے۔میرا بھائی قاضی محمدؐ شفیق صاحب احمدیؓ ایم اے ایڈووکیٹ ہوتی مردان اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔اس کی قمری عمر 66 سال ہوگی۔

تعلیم وتربیت

خاکسار نے قرآن کریم اپنی والدہ سے پڑھا۔ پھر والد صاحب سے اور حافظ سمیع اللہ و حافظ عصمت اللہ و حافظ غلام فرید ساکنان طورو اور محترم حافظ مظفر احمد صاحب کلونوری کے سامنے دوہرایا۔ یہ ناظرہ تعلیم تھی۔

فارسی کتب: پنج گنج، تحفہ فصائح، گلستان و بوستان سعدی زلیخا جامی، سکندر نامہ نظامی پڑھے۔ انوار سہیلی کا مطالعہ کیا۔

خوشنویسی: سید دلاورجان صاحب محلہ گل بادشاہ شہر پشاور اور سید میر گوہر علی شاہ صاحب محلہ شاہ ولی قتال سے سیکھی۔

توریت: پادری نجیب اللہ عیسائی سے، اناجیل متی ولوقا پادری دال چند عیسائی سے مشن ہائی اسکول پشاور میں پڑھیں اور پھر کتب مقدسہ یہود و نصاریٰ کا سالہا سال مطالعہ کرتا رہا اور تردید عیسائیت پر کتب تحریر کیں۔

مشن ہائی اسکول پشاور میں

بارہ سال کی عمر میں قاضی محمد مستعان صاحب کی تحریک سے مشن ہائی اسکول پشاور میں جماعت اوّل میں 1895 / 1896ء میں داخل ہوا۔1899ء تک جماعت چہارم پاس کی۔ ہر جماعت میں مانیٹر رہا اور توریت اور اناجیل میں سالانہ امتحانوں میں انعامات حاصل کرتا رہا۔مشن ہائی اسکول میں میرے استاد میر گوہر علی شاہ صاحب، مولوی صاحب گل صاحب افغان اور امام الدین صاحب بٹالوی احمدی، منشی تفخر احمد صاحب، منشی محمود خان دہلوی، ماسٹر حکومت رائے اور لالہ سیتارام تھے۔

اسلامیہ ہائی اسکول پشاور میں

1901ء میں اسلامیہ ہائی اسکول پشاور میں داخل ہؤا۔ پانچویں جماعت سے دسویں تک وہاں تعلیم حاصل کی۔ مارچ 1906ء تک اسلامیہ ہائی اسکول میں پڑھا۔ اسلامیہ اسکول میں ہمارے استاد مولوی عبداللہ صاحب، مولوی میر عبداللہ صاحب ہزاروی ساکن کاکول، ماسٹر غلام غوث جہلمی، مفتی غلام رسول صاحب شادی والہ گجرات، مولوی ظہیر الدین صاحب دہلوی، ماسٹر غلام محمدؐ صاحب بھیروی احمدی، مولوی خادم حسین صاحب بھیروی احمدی، مولوی غلام حسن صاحب گجراتی، ماسٹر سردار خاں صاحب سیالکوٹی، سید ولایت شاہ صاحب خانپوری اور ماسٹر عبدالرحیم صاحب تھے۔

تبدیلئ مدرسہ کی وجہ

مشن اسکول میں جب ماسٹر تفخر احمد خان صاحب نے دیکھا کہ خاکسار کتب مقدسہ یہود و نصاریٰ میں انعامات لے رہا ہے تو ان کو شک ہؤا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکا عیسائی ہو جائے۔ اس ہمدردی کی وجہ سے اس نے خاکسار کو کہا کہ آپ یہ مدرسہ چھوڑ کر اسلامیہ اسکول میں پڑھیں۔ اور ایک دن اتوار کے روز وہ مجھ کو اسلامیہ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی غلام حسن صاحب کے پاس لے گئے اور میری وہاں داخل ہونے کی سفارش کی۔ مولوی غلام حسن صاحب ایک نہایت شریف الطبع اور نیک فطرت انسان تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مشن اسکول سے ڈسچارج سرٹیفکیٹ لے آؤ۔

جب خاکسار نے پادری ہور صاحب سے ڈسچارج سرٹیفکیٹ مانگا تو انہوں نے پادری ڈے سے ذکر کیا اور انہوں نے کہا کہ اپنے والد کو بھیجو۔ جب میں نے والد صاحب کو بھیجا تو انہوں نے میرے والد صاحب سے کہا کہ یہ لڑکا یہیں پڑھے گا۔ ہم وظیفہ بھی دیں گے۔ مگر ڈسچارج سرٹیفکیٹ نہیں دیں گے۔ میں نے مولوی غلام حسن صاحب ہیڈ ماسٹر سے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر آپ ایک سال تعلیم چھوڑ دیں اگلے سال ہم بغیر ڈسچارج سرٹیفکیٹ داخل کر لیں گے۔ چنانچہ 1900ء کا سارا سال خاکسار نے تعلیم ترک دی۔

عجیب رؤیا

1898ء میں جب خاکسار تیسری جماعت میں تھا تو ایک رات یہ عجیب رویا دیکھی! میں نے دیکھا کہ ایک سرسبز مقام میں ایک بلند پہاڑ ہے جو شرقاً غرباً واقع ہے۔ اس کی بلند ترین چوٹی پر میں رُو بہ مشرق سیدھا کھڑا ہوں۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ سیدھے پھیلائے ہیں۔ میری داہنی ہتھیلی پر بلّور کی طرح چمکیلا کرۂ آفتاب رکھا ہوا ہے اور میری بائیں ہتھیلی پر دوسرا کُرہ ماہتاب جو بدر کامل کی شکل میں ہے آسمان سے اُتر رہا ہے، اور میری ہتھیلی سے صرف تین فٹ اُونچا ہے۔

اس پہاڑ کے دائیں جانب ایک سرسبز میدان ہے اس میں ایک دریا سفید پانی کا موجیں مارتا ہوا مشرق کی طرف سے آرہا ہے اور مغرب کی طرف بہہ رہا ہے۔ دریا کا پانی نہایت صاف اور شفاف ہے۔

سفر دیر

1895ء میں نواب عمرا خاں رئیس جندول نے انگریزوں سے لڑائی چھیڑ دی۔ چترّال، دیرّ، باجوڑ، سوّات میں 1898ء تک لڑائی جاری رہی۔ عمرا خان شکست کھا کر کابل جارہا۔ مہتر چترال امان الملک گرفتار ہو کر مدراس میں قید کر دیا گیا۔ چترال اور دیر اور سوات پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ دیر کی ریاست نواب محمدؐ شریف خان کو مل گئی۔ ملاکنڈ اور چکدرہ پر انگریزی قبضہ ہو گیا۔

1900ء میں میرے ماموں مولوی عبدالودود صاحب ساکن مردان کا ایک دوست مولوی جمعہ گل تھا۔ جو جمعگے کے نام سے مشہور تھا۔ وہ دیر میں نواب دیر کے پسر خورد میاں گل جان کا استاد اور اتالیق تھا۔ اس کی دعوت پر ماموں صاحب دیرّ جانا چاہتے تھے۔ خاکسار کو بھی ساتھ لے گئے۔ پہلے دن مردان سے جلالہؔ جا کر شب باش ہوئے۔ یہ 15 میل کا سفر ہوگا۔ دوسرے دن جلالہ سے درگئی وہاں سے ملاکنڈ، پھر چکدرہ ظہر کو پہونچے اور رات موضع اُوچ میں شب باش ہوئے۔ اُوچ جلالہ سے 35 میل ہوگا۔

جس وقت ہم بٹ خیلہ سے نکلے اور بائیں جانب کو دیکھا تو بعینہ وہ مقام نظر آیا جو خاکسار نے

1898ء میں اپنی عجیب رؤیا میں دیکھا تھا۔ یہ پہاڑی علاقہ ادین زائے اور موضع باڑ دان کے درمیان شرقاً غرباً واقع ہے اور اس کے بائیں جانب وہ میدان جو پہاڑ اور دریائے سوات کے درمیان ہے۔ واقعی بڑا سرسبز خطہ ہے۔ دریائے سوات چکدرہ کی طرف سے جو مشرق میں ہے آ کر جانب مغرب قصبہ خار کی طرف جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر خاکسار نے ماموں صاحب سے کہا کہ یہ مقام اور پہاڑ میں نے ایک رؤیا میں پہلے بھی دیکھے ہیں۔

ہم ظہر کے وقت چکدرہ پہنچے۔ وہاں نماز ظہر ادا کی۔ پھر وہاں سے موضع اُوچ میں گئے اور رات وہاں بسر کی۔

دوسرے دن رات کے آخری حصہ میں اُٹھے اور لڑم نامی پہاڑ سے ہو کر رباط جانا چاہا۔ مگر گاؤں سے باہر نکل کر رستہ بھول گئے اور بڑی دیر تک چکر لگا کر واپس اُوچ آئے۔ جہاں رات سوئے تھے وہاں کچھ سامان بھول گئے تھے۔ وہ ہم کو وہیں پڑا مل گیا اور پھر عام سڑک کے راستے کامرانی کے موڑ سے ہوتے ہوئے دریائے دیر کے کنارے کنارے ظہر کے وقت موضع تیملگرہ پہنچے۔ جہاں اب دریا پر بلسٹ کا پل بنایا گیا ہے۔

تیملگرہ

موضع تیملگرہ میں ایک بزرگ معمر اخوند صاحب سوات کا خلیفہ زندہ موجود تھا۔ ظہر کی نماز اس کے اقتدا میں ادا کی۔ وہ ہزار ہا لوگوں کا پیر تھا۔ اس کی عمر کوئی 85 سال ہوگی۔ ایک مشت استخوان تھا۔ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد ایک شخص نے باجوڑ کے لوگوں کا کوئی واقعہ خلاف طبع سنایا جس پر اس بزرگ نے مصلّے پر بیٹھے ہوئے وہ ہفوات سنائے جن کی ایک جوان سے بھی توقع نہیں ہو سکتی۔ میں حیرت زدہ ہوا اور ماموں کو اس کی بداخلاقی اور بدزبانی کی طرف متوجہ کیا۔ اس زمانہ میں ہمارے مذہب کے پیشواؤں کی یہ اخلاقی حالت اس قدر گری ہوئی تھی۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

موضع تیملگرہ سے روانہ ہو کر عصر کو موضع رباط پہنچے۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ یہ مقام غالباً اوچ سے تیس میل دور ہوگا۔ کچھ رات اندھیری کا چکر ملا کر کوئی 35 میل سفر کیا۔ یہاں کی روٹی میں کنکر تھے۔ اس واسطے روٹی کھانی ترک کر دی اور اخروٹ ہی کھا کر سو رہا۔ دوسرے دن رباط سے روانہ ہو کر علاقہ ملزئی میں تالاش اور سلطان خیل سے گذر کر علاقہ پائندہ خیل میں پہنچے اور چوتیاتن کے پل سے گزر کر رات موضع جبوڑ میں ایک مسجد میں رہے۔ یہاں ایک قسم کے جُوں کی طرح کے کیڑے تھے۔ جن کو بروڑے کہتے تھے۔ جہاں انسان کو کاٹتے وہاں زخم ہو جاتا اور زخم گندہ ہو کر خارش ہوتی رہتی۔ یہ مقام رباط سے کوئی تیس میل ہوگا۔

یہاں سے دوسرے دن روانہ ہو کر دس بجے دِیرؔ، جو مرکز ریاست ہے پہنچے۔ یہ وہاں سے کوئی دس میل ہوگا۔

دِیرؔ

دِیر کی زیر تعمیر مسجد میں ظہر کے وقت نواب محمد شریف خان والی دیرؔ کو دیکھا۔ جو ایک معمر، سُرخ ریش، سادہ مزاج و سادہ لباس شخص تھے۔ مسجد کے باہر ایک چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ دیر ایک پہاڑی گاؤں تھا۔ جس میں سوائے زیر تعمیر مسجد کے کوئی طرز جدید کی پختہ عمارت نہ تھی۔

نواب صاحب کا لڑکا میاں گل ان ایام میں جندول میں حاکم تھا۔ وہاں تورلالے نامی ڈاکو نے ڈاکہ ڈالا تھا اور میاں گل یہ شکایت لیکر اسی دن دیرؔ آیا، جس دن ہم پہنچے۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے ہم کو مولوی جمعہ گل سے بجائے جندول کے دیر میں ملاقات کرا دی۔ تین دن ہم دیر میں رہے اور خاکسار میاں گل کے ساتھ کھانا کھاتا رہا۔ تیسرے دن ہم واپس روانہ ہوئے اور سیدھے عصر کو رباط پہنچے۔ رات اسی مسجد میں گذاری جس میں پہلے شب باش ہوئے تھے اور دوسرے دن صبح سویرے بعد از نماز لڑم پہاڑ چڑھے۔ اور دوسری طرف اتر کر اُوچ اور پھر ظہر کو چکدرہ پہنچے۔ عصر کو موضع پیران کلی پہنچے اور مسجد میں شب باش ہوئے۔ یہ 80 میل کا سفر دو دن میں طے کیا۔

مردان

دوسرے دن پیران کلی سے چل کر ملا کنڈ آئے وہاں سے پرانی سڑک سے اُتر کر درگئی آئے۔ یہاں سے ٹانگا مل گیا اور تخت بھائی آئے۔ نوشہرہ درگئی ریلوے کی پٹڑی درۂ تخت بھائی تک بچھی ہوئی تھی۔ آگے درگئی کی طرف ابھی نہیں بچھی تھی۔ ملا کنڈ مردان سے 36 میل ہوگا۔

پشاور

مردان سے پیادہ براہ دوسرہ، نستہ، دلازاک اور یخہ غلام پشاور پہنچا۔ یہ سفر کوئی 36 میل ہوگا۔ رات بوقت عشا پہنچا۔ میرے ساتھ دو اور ساتھی درگئی سے طالب علم آرہے تھے۔ شیخ غلام محمدؓ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز ساکن گجرات کے واسطے گڑ اور شربت میاں عبدالرحیم صاحب ہیڈ ماسٹر ساکن ہوتی کی طرف سے تحفۃً لے جا رہے تھے۔ یہ درگئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں واقع ہے۔

اسلامیہ اسکول پشاور میں داخلہ

جب خاکسار مردان سے پشاور پہنچا تو خاکسار کو مشن اسکول چھوڑے ہوئے قریباً ایک سال ہو چلا تھا۔ 1901ء جنوری میں اسلامیہ ہائی سکول کی جماعت پنجم میں داخل ہو گیا اور تعلیم شروع کی۔

اس سال افغانستان کا بادشاہ امیر عبدالرحمن خان مرض فالج سے مر گیا اور امیر حبیب اللہ خان اس کا فرزند کلاں تخت نشین ہوا اور صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کابل نے اس کی تاجپوشی کی رسم ادا کی۔

1901ء کے بعض اہم واقعات

ملا نجم الدین صاحب ساکن اڈہ معروف بہ اڈے ملا صاحب فوت ہو گئے۔ جس نے چکدرہ اور سرحدات مہمند پر انگریزوں سے غزا کی تھی۔

ہندوستان کی قیصرہ ملکہ وکٹوریہ بھی فوت ہوگئی اور ملک معظم ایڈورڈ ہفتم جانشین ہوئے۔
ٹرنسیوال جنوبی افریقہ میں بوئر وار ختم ہوئی۔ حضرت احمد علیہ السلام نے ملکہ معظّمہ کی فتح کے واسطے دُعا کی۔ تو اطلاع ملی۔

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں بس می شود در اختلال

یعنی انگریزوں کو فتح تو ہوگی مگر آٹھ سال کے اندر اندر اس سلطنت میں زوال اور کمزوری نمایاں ہونے لگے گی چنانچہ 1901ء میں انگریزوں کو فتح تو ہوگئی مگر آٹھ سال کے اندر اندر اس سلطنت میں زوال اور کمزوری نمایاں ہونے لگی۔ چنانچہ 1905ء میں انگریزوں نے بنگال کا بندوبست دوامی توڑ کر ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور بنگالی ناراض ہوگئے اور فساداتِ ہندوستان کی بنیاد پڑ گئی۔ ملک معظم ایڈورڈ کا زمانہ قریباً امن سے گذرا۔ مگر ملک معظم جارج خامس کا زمانہ شروع ہوتے ہی یورپ میں 1911ء میں آثار جنگ شروع ہوگئے۔

فصل دوم

احمدیت کا علم اور فضل الرحمن کی رہبری

فضل الرحمن رہنمائے احمدیت ہوا

جماعت پنجم میں ہم کو محترم مولوی صبغۃ اللہ صاحب حنفی قرآن کریم باترجمہ پڑھاتے تھے۔ یہ ایک نیک فطرت، سادہ مزاج، خوش خلق مولوی تھے، بڑے کم گو انسان تھے۔ شہر پشاور کے باشندہ تھے۔ اُن کی عمر ستر سال کے قریب تھی۔

ہمارے ساتھ حنفی، اہلحدیث اور شیعہ ہم جماعت تھے، کوٹلہ فیلبا ناں کے حافظ میاں محمدؐ صاحب اہلحدیث کا لڑکا فضل الرحمٰن ہمارا ہم سبق تھا۔ اور محلہ آسیا کے میاں سیٹھ رحمت سوداگر کا پوتا، میاں عبدالرحمٰن کا لڑکا فضل الرحمن اور عبدالمنان بھی ہم جماعت تھے۔ یہ اہلحدیث کے سرکردہ لوگ تھے۔

ان ایام میں میرٹھ میں ایک مولوی اخبار شحنۂ ہند نکالا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک ضمیمہ شحنہ حق چو ورقہ بالخصوص احمدیت کے خلاف نکلا کرتا تھا۔ صدر بازار پشاور میں ڈاکٹر جمال الدین صاحب اس کے خریدار تھے۔ فضل الرحمٰن بن میاں عبدالرحمٰن صاحب شحنہ حق کا پرچہ بغرض تبلیغ مدرسہ میں لایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی خاکسار بھی وہ پرچہ مطالعہ کرتا تھا۔

ایک دن اس میں ایک سرخی تھی ''حضرت عیسیٰ کی توہین'' اور یہ شعر اس میں بطور ثبوت پیش تھا۔

انیک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تابنہد پا بہ منبرم

حضرت احمد علیہ السلام کا شعر

اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہوا تھا کہ پیشگوئیوں کے بموجب جب عیسیٰ موعود نے آنا تھا، وہ میں ہوں جو آ گیا، اور حضرت عیسیٰ ناصری کون ہوتا ہے، جو میرے منبر پر پاؤں رکھ سکے۔ میں نے پڑھ کر فضل الرحمٰن سے کہا کہ میں اور تو ناواقف ہوں کہ یہ واقعات کیا ہیں تاہم میں فارسی پڑھا ہوا ہوں کجاست کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ اس کے معنے تو یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ کہاں ہے یعنی فوت ہو چکا ہے۔ اس کے معنی کون ہوتا ہے کرنا غلط ہیں۔ اس کے واسطے لفظ کیست ہونا چاہیئے تھا نہ کہ کجاست فضل رحمٰن نے میرے اعتراض کو ناپسند کیا۔

خاکسار کو یہ شعر بڑا مرغوب الطبع معلوم ہوا۔ اور اس شعر کی جستجو میں لگ گیا۔ بالآخر شاہی باغ کے فٹ بال کے گراؤنڈ میں ایک نوجوان بنام عبدل اکبر خان خان خیل خزانہ ضلع پشاور سے ملاقات ہوئی جو میونسپل بورڈ ہائی اسکول پشاور سے اسی سال انٹرینس پاس کر چکا تھا اور ڈپٹی کمشنر پشاور کے دفتر میں اُمیدوار تھا اور بذریعہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب احمدی خلف مولوی امام بخش صاحب اپیل نویس ساکن محلہ بازواران احمدی ہوا تھا۔

عبدالاکبر خاں اور ازالہ اوہام

اس نے کتاب ازالہ اوہام لا کر دی۔ اس میں حضرت احمد جری اللہ کا ایک فارسی قصیدہ الہامیہ تھا۔ جس میں یہ شعر بھی تھا۔ خاکسار نے سارا قصیدہ پڑھا شوقیہ بار بار پڑھا اور ساری کتاب کے مطالعہ کا موقعہ بھی مل گیا۔ 1901ء میں مردم شماری ہوئی۔ حضرت احمد علیہ السلام نے بغرض مردم شماری اسی سال اپنی جماعت کا نام احمدی مسلمان تجویز کیا۔

1901ء میں احمدیہ خصوصیات

5/نومبر 1901ء میں ایک غلطی کا ازالہ نامی چو ورقہ شائع فرمایا اور اعلان فرمایا کہ حضرت

محمدؐ رسول اللہ خاتم النبین ہیں آپ پر جمیع کمالات نبوت انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔شریعت قرآن ہر طرح کامل ہو چکی ہے۔تا قیامت یہی شریعت قرآنیہ رہے گی۔کوئی شریعت جدیدہ نہ ہوگی۔تمام انبیاء کے فیوض و برکات ان کی اُمتوں پر بند ہو چکے ہیں مگر آئندہ کے فیوض و برکات کے حصول کا ذریعہ صرف اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعت قرآن ہے۔اُمتی ہو کر ایک شخص تمام سابقہ برکات اور انوار حاصل کر سکتا ہے۔ایک اُمتی، تابع اور غیر شارع نبی ہو سکتا ہے اور میں اُمتی نبی ہوں۔اسی سال اعجاز المسیح نامی تفسیر سورۃ فاتحہ بطور نشانِ صداقت شائع کی۔جس کی مثل لانے پر کوئی قادر نہ ہو سکے گا۔

مولوی صبغۃ اللہ اور وفات عیسیٰؑ

ایک دن خاکسار نے میاں فضل رحمٰن صاحب سے ذکر کیا کہ حضرت عیسیٰؑ ناصری تو فوت ہو چکے ہیں۔اس نے مولوی صبغۃ اللہ صاحب حنفی مدرس دینیات سے شکایۃً ذکر کیا کہ یہ حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ کہتا ہے۔خاکسار نے کہا کہ ہاں میں نے پڑھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ **یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ** کے معنے **انی ممیتك** کرتے تھے اور صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے اور **توفی** کے معنی موت کے ہیں۔مولوی صاحب دوسرے دن تفسیر ابن عباس اٹھا کر لائے اور دینیات کے گھنٹہ میں تفسیر کھول کر فرمایا کہ یہ ابن عباس کی تفسیر ہے۔اس میں تو حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر بتایا ہوا ہے۔خاکسار نے کہا کہ آپ صحیح بخاری لائیں اس میں وہ روایت موجود ہے جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔میں نے تفسیر ابن عباس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔مولوی صاحب اس کے بعد خاموش رہے اور پانچویں جماعت کا امتحان ہوا جو مولوی سجاد حسین خلف مولوی الطاف حسین حالؔی پانی پتی نے لیا۔خاکسار کامیاب ہوا اور جماعت ششم میں داخل ہوا۔

حضرت مولوی خادم حسین صاحب بھیروی

ہمارے اول مڈل کلاس کے ایک استاد ماسٹر غلام محمدؐ صاحب احمدی بھیروی تھے۔جو حضرت نور

الدین بھیروی صاحب کے پروردہ تھے اور خاکسار سے اظہار انس کرتے تھے۔ بسبب اس کے کہ میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر لڑکوں سے گفتگو کرتا تھا، ہمارے ایک استاد مفتی غلام رسول صاحب ساکن شادیوال کسی جھگڑے سے مستعفی ہو گئے اور خان بہادر میاں رحیم شاہ صاحب رئیس نوشہرہ کی سفارش سے ان کے لڑکوں کے اتالیق حضرت مولوی خادم حسین صاحب بھیروی انگریزی کے مدرس مقرر ہوئے اور ماسٹر غلام محمدؐ صاحب نے میرا ذکر اور تعارف اُن سے غائبانہ کرایا۔ وہ بھی محبت سے پیش آتے تھے۔

ایجرٹن ہسپتال میں مجلس احباب

ایک دن حضرت مولوی خادم حسین صاحب نے فرمایا کہ آپ کی انگریزی کمزور ہے۔ آپ میرے پاس ایجرٹن ہسپتال پشاور میں آیا کریں میں انگریزی پڑھاؤں گا۔ ایجرٹن، ہسپتال میں ایک کمپونڈر حسین بخش صاحب نامی تھے۔ جو حضرت مولوی خادم حسین صاحب کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کے پاس حضرت مولوی خادم حسین صاحب مقیم تھے۔

ہر روز عصر کے وقت اور جمعہ کے دن وہاں جماعت احمدیہ کے مندرجہ ذیل افراد جمع ہوتے تھے:

حکیم غلام محی الدین صاحب والد حافظ جمال احمد صاحب مبلغ ماریشس، قاضی فضل الٰہی صاحب ساکن ضلع گجرات، حضرت میرزا رمضان علی صاحب ساکن پشاور، حضرت میاں محمدؐ اسماعیل صاحب صوفی کوچہ کماچ پزاں شہر پشاور، عبدالاکبر خان صاحب خزانہ، محترم میرزا انذر علی صاحب پشاوری جو ہنوز تحقیقات کر رہے تھے۔ میر مدثر صاحب اپیل نویس پشاور، مستری میاں محمدؐ صاحب مکی، سید لعل شاہ صاحب برق نوشہروی بھی کبھی کبھی آتے اور خاکسار۔

اس مجلس میں کوئی دوست کہتے تھے کہ آج مجھے یہ کشف یا رؤیا ہوا ہے۔ کوئی کہتا کہ مجھے فلاں امر کے واسطے دعا کرنی پڑی تو یہ الہام ہوا یا یہ جواب ملا۔ کوئی دوست کہتا کہ قرآن کریم کی فلاں آیت کے معنے اور تفسیر میں مجھے تردد تھا۔ دُعا کرتا رہا تب یہ معنے کھلے۔ کوئی دوست کہتا کہ فلاں مولوی نے یہ سوال یا یہ اعتراض کیا اور یہ جواب اس کو دیا گیا۔ الغرض خاکسار کے واسطے اس زمانہ

میں یہ مجلس ایک نئی دنیا تھی۔نئی زمین تھی اور نیا آسمان تھا۔نئی مخلوق تھی جو اہل دنیا کی مجالس سے کنارہ کش اور قرآن اور اسلام میں محو تھی۔

مجھے اپنی انگریزی بھول گئی اور مذہب کا شوق دن بدن بڑھتا گیا اور مطالعہ کتب احمدیہ شروع کیا۔'عسل مصفّٰی' جوان دنوں میرزا خدابخش صاحب نے بطور خزینۃ العلوم شائع کی تھی، ایک ہزار صفحات کی کتاب تھی۔خاکسار نے اس کے حوالے ازبر یاد کر لئے تھے۔میں خود حوالوں کا ریڈی ریفرنس بن گیا تھا۔

تحریک بیعت حضرت احمد علیہ السلام

15رجنوری 1902ء کا دن تھا۔اسکول میں نصف گھنٹہ کی تفریح کی رخصت ہوئی۔حضرت مولوی خادم حسین صاحب اول مڈل کلاس میں بیٹھے ہوئے کارڈ اور لفافے لکھنے لگے۔خاکسار نے عرض کیا کہ ایک کارڈ مجھے بھی دیا جاوے۔میں اپنے گھر ہوتی مردان لکھنا چاہتا تھا۔ان دنوں کارڈ کی قیمت ایک پیسہ تھی۔حضرت مولوی خادم حسین صاحب نے کارڈ بڑھا کر فرمایا۔کیا آپ بیعت کا خط لکھنا چاہتے ہیں۔خاکسار نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ بیعت کس کو کہتے ہیں۔حضرت مولوی خادم حسین صاحب نے فرمایا کہ آپ حضرت احمد علیہ السلام کو اس مضمون کا خط لکھ دیں کہ میں حضرت عیسیٰؑ ناصری کو فوت شدہ یقین کرتا ہوں اور حضور کو صادق جانتا ہوں۔حضور میری بیعت منظور فرما کر خاکسار کے امتحانوں میں کامیابی کی دعا فرماتے رہیں۔چنانچہ خاکسار نے ایک کارڈ لکھ دیا۔21رجنوری 1902ء کو قادیان سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ایک کارڈ ارسال فرمایا کہ حضرت صاحبؑ آپ کی بیعت کو قبول کرتے ہیں اور آپ خط لکھتے رہا کریں۔پھر اخبار الحکم قادیان مورخہ 28رجنوری 1902ء کے آخری صفحہ پر نومبائعین میں خاکسار کا نام شائع ہوا۔

ہمارا گھر واقع شہر پشاور

ہمارے والد 1880ء سے کوچہ گلبادشاہ شہر پشاور میں مقیم تھے اور اسی کوچہ میں ہمارا اپنا رہائشی

مکان واقع ہے۔ حضرت میرزا محمدؑ اسماعیل قندھاری رحمۃ اللہ علیہ احمدی اسی کوچہ میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت مولانا غلام حسن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی کے مکان میں سکونت رکھتے تھے جو حضرت میرزا محمدؑ اسماعیل صاحبؓ کا مکان تھا۔ ان کی ہمشیرہ زادی حضرت مولانا غلام حسن صاحب کے نکاح میں تھی۔ حضرت مولانا پشاور میں میانوالی سے ہیڈ ماسٹر ہو کر آئے۔ پھر ہیڈ پر شین مولوی مقرر ہوئے۔ پھر سب رجسٹرار ہوئے۔ آپ نے بہ تحریک حضرت میرزا محمد اسمٰعیل صاحب، حضرت احمد جری اللہ سے 1889ء میں بمقام لدھیانہ ملاقات کی اور پھر گھر سے بیعت کا خط لکھا۔ حضرت میرزا صاحب نے پہلے 1884ء کے قریب بحالت کشف بیعت کی، 1912ء میں خاکسار کی تحریک پر بیعت احمدیت حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّلؓ سے کی۔

حضرت میرزا محمدؑ اسمٰعیل صاحب کا کشف

حضرت مرزا محمدؑ اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو قریباً سو برس کی عمر میں 1913ء میں فوت ہوئے فرماتے تھے کہ میں قوم کا مغل مذہبًا شیعہ تھا اور قندھار کے قاضی کا بیٹا تھا۔ عالم شباب میں قندھار سے براستہ کوئٹہ وسبی ہندوستان آیا۔ کپتان راورٹی کا پشتو کا اُستاد مقرر ہوا۔ حیدرآباد دکن اور ہندوستان دیکھا۔ اکثر علماء صوفیا سے ملاقاتیں ہوئیں۔ میں شیعہ سے سُنی ہو گیا۔ جب انگریزوں نے 1848ء میں پنجاب فتح کیا تو میں کپتان راورٹی کے ساتھ سرحد میں آیا اور یہاں محکمہ تعلیم میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز ہزارہ اور پشاور میں مقرر ہوا۔ 1880ء تک ملازمت کرتا رہا۔ پھر پنشن ملی اور پھر پادری جیوک اور پادری ہیوز اور پادری لیوٹال کے واسطے کتب مقدسہ یہود و نصاریٰ کا پشتو میں ترجمہ کیا اور اس طرح ان کتب سے واقفیت ہوگئی۔

اسی زمانہ میں حضرت احمدؑ قادیانی نے ایک اشتہار دیا کہ وہ کتاب براہین احمدؑیہ شائع کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی خریداروں میں شامل ہوا اور جب یہ کتاب چھپ کر آئی تو میں نے بغور مطالعہ کی اور حضرت مولوی غلام حسن صاحب کو بھی بغرض مطالعہ دی اور کہا کہ مصنف براہین احمدیہ کا طرز کلام

انبیائے بنی اسرائیل کا سا ہے۔ 1889ء میں جب حضرت احمد علیہ السلام لدھیانہ تشریف لے گئے تو میں نے تحریک کی کہ حضرت مولوی غلام حسن صاحب ان سے لدھیانہ میں ملیں۔ چنانچہ وہ ملاقات کے واسطے لدھیانہ تشریف لے گئے اور جب حضرت احمد علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے بیعت لینی شروع کی تو حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب نے پشاور سے بیعت کا خط لکھا۔

جب حضرت احمد نے توضیح مرام اور فتح اسلام نامی رسائل شائع کئے اور اعلان فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ ناصری فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا موعود مسیح میں ہوں تو حضرت مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں۔ مگر میں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت احمد علیہ السلام صادق ہیں اور میں نہ کہتا تھا کہ ان کی تحریر انبیائے بنی اسرائیل کے کلام کا رنگ رکھتی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے ازالہ اوہام دو جلدوں میں تحریر فرمائی۔ میرے نام پر یہ رسائل آتے تھے اور میں حضرت مولانا کو پڑھنے کیلئے دیا کرتا تھا۔

ایک عظیم الشان کشف

براہین احمدیہ کی اشاعت کے زمانہ میں میں اپنے مکان واقعہ کوچہ گل بادشاہ شہر پشاور میں ایک دن صبح نماز تہجد پڑھ کر مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرے کمرہ میں اس قدر تیز روشنی مشرق کی طرف سے داخل ہوئی کہ میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ میری آنکھیں روشنی کو برداشت کر سکتی ہیں۔ تب مشرق کی طرف سے چھت اٹھی اور میرے کمرہ میں ایک شخص مشرق سے داخل ہوا اور میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ جب میں نے دیکھا کہ ایک کشیدہ قامت انسان نہایت خوبصورت بڑے وقار سے میرے سامنے کھڑا ہے تو میں ادب سے اُٹھا اور مصافحہ کیا اور پھر یہ نظارہ بدل گیا۔ اس مصافحہ کو حضرت مرزا صاحب کی روحانی بیعت قرار دے کر ظاہری بیعت سے رکے رہے۔ حتیٰ کہ خاکسار نے دلائل سے قائل کیا کہ عالم کشف و رویاء کے واقعات شریعت میں حجت نہیں۔ ورنہ اگر ایک شخص خواب میں کوئی خلاف شریعت فعل کرے تو کیا

مفتی شرع اس کو مستحق سزائے شریعت قرار دے گا؟ یقیناً نہیں۔تو ظاہر کی بیعت عندالشرع ضروری ہے چنانچہ انہوں نے 1912ء میں خاکسار کی تحریک سے بیعت کی۔ 1912ء میں فوت ہوئے اور حضرت شیخ حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن○۔

خاکسار نے اپنا وہ عجیب رویا 1898ء والا سنایا تھا تو انہوں نے حضرت یعقوبؑ کی طرح خاکسار کو جواب دیا لَا تَقْصُصْ رُؤْیَاكَ عَلٰٓی اِخْوَتِكَ کہ یہ خواب کسی کو مت سناؤ یہ سردست اچھی خواب ہے۔

اگرچہ میرے والد کے تعلقات حضرت میرزا محمدؑ اسمٰعیل صاحب اور حضرت مولوی غلام حسن صاحب سے 1880ء سے تھے اور خاکسار حضرت مولانا کے بچوں کے ساتھ بڑا ہوا تھا۔مگر حضرت مولانا کے درس القرآن میں بذریعہ عبدالاکبر خان بیعت احمدیت کے بعد شامل ہونے لگا اور قریباً دسمبر 1913ء تک ان کے درس سے استفادہ کرتا رہا۔قریباً بارہ سال تک معارف قرآن سنتا رہا۔ ہاں میں بطور تحدیث بالنعمت کہہ سکتا ہوں کہ کتب حضرت احمد علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کی تحریرات میں خاکسار کا مطالعہ جماعت احمدیہ پشاور میں سب سے بڑھ کر تھا۔

بیعت احمدیت کے بعد حضرت احمد علیہ السلام کی قریباً تمام کتب خاکسار نے خریدیں اور پڑھیں اور احمدیت پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہوا۔

حضرت احمدؑ کا اشتہار ایک غلطی کا ازالہ جو پہلی دفعہ شائع ہوا تھا۔حضرت مولانا کے بعد خاکسار نے مجمع احباب میں درس القرآن کے بعد سنایا اور کبھی بھی حضرت احمد علیہ السلام کی نبوت اور رسالت میں تردّد نہ ہوا۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر حضرت احمد علیہ السلام کی کتب اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کے درس کے نوٹوں سے اور عربی کتب کے مطالعہ سے ذہن نشین ہوئے۔

1902ء میں خاکسار نے یہ کتب خریدیں:(۱) تحفہ گولڑویہ(۲) تحفہ غزنویہ(۳) تحفہ الندوہ(۴) تریاق القلوب(۵) خطبہ الہامیہ(۶) کشتی نوح(۷) نسیم دعوت(۸) سناتن دھرم(۹) دافع البلاء اور ان کا مطالعہ کیا۔تحفہ گولڑویہ میں حضرت احمد علیہ السلام نے حکم دیا کہ کوئی احمدی کسی غیر

احمدی کی اقتدا میں نماز ادا نہ کرے۔ غیر احمدیوں کے جنازے بھی حکم نماز جان کر ترک کر دے۔

کشتی نوح میں حکم دیا کہ طاعون سے بچنے کے واسطے گورنمنٹ برطانیہ نے ٹیکہ تجویز کیا ہے جو ایک مفید چیز ہے۔ رعایائے برطانیہ ہندوستان کے اندر ضرور ٹیکہ کرائے اور حکام سے تعاون کریں اور حکومت کی ہمدردی کو بنظر احسان دیکھے۔ البتہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ:

۱۔ اِنِّیْٓ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ جو شخص تیرے رہائشی گھر کی چار دیواری میں رہتا ہے وہ بھی طاعون کے عذاب سے بچا رہے گا۔

۲۔ جو تیری جماعت کے لوگ ہیں۔ اگر وہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ اختیار کریں گے اور تقویٰ کی راہوں پر قدم زن ہوں گے۔ کشتی نوح کی تعلیم پر عمل کریں گے۔ وہ بھی طاعون سے ہلاک نہ ہوں گے۔ وہ جہاں بھی ہوں۔ میری جماعت کے آدمی میرے روحانی گھر کی چار دیواری میں محفوظ رہیں گے۔

۳۔ انہ اوی القریۃ یعنی جو شخص قادیان میں سکونت پذیر ہوگا وہ بھی بشرط تقویٰ اس عذاب سے محفوظ رہے گا۔ اور قادیان میں اور شہروں کی طرح طاعون جارف تباہ کن عذاب ہرگز نہ آئے گا۔ اگرچہ طاعون منکرین اور مکذبین کے واسطے عذاب ہے مگر مومن کے واسطے درجہ شہادت کا باعث ہے۔ جس طرح کفار قریش کے واسطے تلوار سے ہلاکت خدا کا عذاب تھا۔ مگر صحابہ کے واسطے وہی تلوار شہادت کے درجہ ملنے کا باعث تھی تاہم حضرت احمد کے مکان میں ایک چوہا تک نہ مرا۔ باہر جماعت میں احمدی شاذ و نادر ہی کوئی فوت ہوا۔ قادیان بمقابلہ اور آبادیوں کے طاعون جارف سے محفوظ رہا۔ خدا کے وعدے سچے ثابت ہوئے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔

ان ایام میں امرتسر میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کی کانفرنس ہوئی اور حضرت احمد علیہ السلام نے اپنی طرف سے حضرت سید سرور شاہ کشمیری اور مولوی عبداللہ صاحب کشمیری وکیل بطور نمائندگان بھیجے اور وہ تحفۃ الندوہ نامی رسالہ ساتھ لے گئے اور وہاں تقسیم کیا۔ مگر خدا کے صادق نبی کے مقابلہ میں کیا جرأت یا ہمت تھی جو دکھاتے۔ وہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے جو حضرت احمد نے ان رسائل میں دیا تھا۔

فصل سوم

قادیان کا پہلا سفر دسمبر 1902ء

پشاور سے قادیان کا سفر

خاکسار پشاور شہر سے بغرض سفر نہ کبھی نوشہرہ سے آگے گیا تھا، نہ درہ کوہاٹ یا درہ خیبر دیکھا تھا۔ نہ کبھی تحصیل صوابی گیا تھا۔ نہ چارسدہ دیکھا تھا، صرف پہلا سفر دیر کا تھا جو شمال کی طرف کیا گیا تھا۔

ایام کرسمس 1902ء میں تعطیلات تھیں اور اسکول بند ہو گئے تھے۔ خاکسار توکل علی اللہ کر کے تن تنہا 1902-12-24 جمعرات کے دن ٹرین پر لاہور کا ٹکٹ لے کر سوار ہوا اور دوسرے دن لاہور پہنچا۔ پھر لاہور سے امرتسر ہوتا ہوا اسی دن شام کو بٹالہ پہنچا۔ رات رانی کی سرائے میں شب باش ہوا۔

1902-12-27 اتوار دوسری صبح اُٹھ کر نماز ادا کی اور بازار سے ہوتا ہوا قادیان کی سڑک پر دارالامان کو روانہ ہوا۔ قادیان بٹالہ سے قریباً 12 میل دور تھا۔ پیادہ پا سفر تھا۔ راستہ میں ایک ہندو پنڈت میرا رفیق سفر ہوا۔ بدورانِ گفتگو اس نے حضرت احمدؑ کے حق میں کہا کہ وہ بڑے بھگت ہیں۔ خاکسار لفظ 'بھگت' کے معنوں سے ناواقف تھا اور سخت پریشان ہوا کہ اس ہندو نے کیا کہہ دیا۔ اسی سے دریافت کیا کہ 'بھگت' کس کو کہتے ہیں۔ اس نے کہا ایک بزرگ اور اللہ والے کو کہتے ہیں۔ تب جا کر میری پریشانی دُور ہوئی۔

ایک بزرگ

پشاور کے مولوی عبد القدیر جان، مولوی عبد اللہ جان اور مولوی عبد الرحیم جان پسران حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ قادیان میں پڑھتے تھے۔ میرزا یوسف علی جان احمدی خلف

میرزا انوروز علی خان صاحب ساکن چوک ناصر خان محلہ چڑدہ کوبان بھی پڑھتا تھا۔

یہ لڑکے اکثر ایک بزرگ کی سخت مزاجی کی شکایت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ بزرگ قادیان کے مہمان خانہ کے باہر کسی دوکان پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اکثر مہمانوں سے سختی سے پیش آتے ہیں۔ خاکسار نے بچوں کے کہنے پر یقین کر کے اس ڈر سے کہ کہیں خاکسار کو جاتے ہی اُس بزرگ کی سخت مزاجی کا سامنا نہ ہو جاوے، ہندو پنڈت سے کہا کہ آپ کہاں جائیں گے۔ اس پنڈت نے کہا کہ جاؤں گا تو میں کسی اور گاؤں کو جو سری ہرگوبند پور ہے مگر قادیان سے ہوتا ہوا جاؤں گا اور اگر موقع ملا تو حضرت میرزا صاحب کی زیارت بھی کر لوں گا۔

خاکسار نے کہا کہ مجھے سیدھا بازار قادیان میں پہنچا دو۔ چنانچہ قادیان پہنچ کر وہ پنڈت مجھے قادیان کے چوک میں لے گیا۔ جہاں کنواں ہے اور خاکسار مسجد اقصیٰ کے شمالی کوچہ سے ہوتا ہوًا مسجد مبارک کے نیچے آ نکلا۔ احمد یہ چوک میں مولوی عبدالرحیم جان کو جس کی عمر اُس وقت دس سال ہوگی لنگر خانہ سے کھانا لے جاتے ہوئے دیکھ لیا اور اس کے ساتھ ہو کر مہمان خانہ میں آیا۔

مہمان خانہ قادیان

حضرت مولانا غلام حسنؓ اس کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے جو مہمان خانہ میں داخل ہوتے ہوئے جانب شمال پہلا کمرہ ہے اور اس میں میرزا امیر احمد (ناناں جان خلیل احمد) عرائض نویس ہوتی بھی مقیم تھے۔ میں بھی وہیں مقیم ہوًا۔ اس کمرہ کے سامنے اب کنواں اور غسل خانہ ہے اور بالمقابل کمروں میں جانب جنوب **حضرت سید عبداللطیف**ؓ شہید کابل رئیس خوست مقیم تھے اور ان کے ساتھ سید احمد نور اور چند اور ساتھی بھی تھے۔ یہ ماہ جولائی 1902ء سے آئے ہوئے تھے اور جنوری 1903ء کے اخیر تک رہے۔

حضرت سید عبداللطیف میانہ قدوقامت کے درمیانہ وجود کے تھے۔ کوئی پچاس سال کی عمر ہوگی اور داڑھی کے بال اکثر سیاہ تھے۔ ہاں چند بال ٹھوڑی پر سفید بھی تھے۔ سر پر سفید ململ کا عمامہ تھا

اس میں بخاری کلاہ تھی۔ واسکٹ اوراس پر کابلی گرم چغہ پہنے ہوئے تھے۔

نماز باجماعت مسجد مبارک میں صف اوّل میں ادا کرتے اور مسجد مبارک سے واپس آ کر جہاں مہمان خانہ میں واٹر پمپ لگا ہوا ہے، وہاں چار پائی پر رو بہ قبلہ ہوکر تلاوتِ قرآن کرتے اور پھر اشراق کی نماز کے واسطے اپنے کمرہ میں چلے جاتے۔ اوقات فرصت میں اپنے ساتھ آئے ہوئے افغان دوستوں کے ساتھ مصروف گفتگو رہتے۔ افغانوں سے پشتو میں اور مسجد میں فارسی میں کلام کرتے تھے۔ ایک عالم، صالح اور متقی انسان تھے۔

مسجد مبارک قادیان

مسجد مبارک جو دراصل حضرت اقدس کے مکان کا ایک حصہ تھی، اس وقت طول میں بیس فٹ ہوگی اور عرض میں کوئی پانچ یا چھ فٹ ہوگی۔ کوچہ سے اوپر کوراستہ سیڑھیوں کے ذریعہ جاتا تھا۔ مشرق میں ایک مختصر کمرہ تھا۔ جو کسی وقت غسل خانہ تھا۔ ان دنوں مولوی محمد علی ایم اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کا دفتر تھا۔ دوسرا کمرہ اس سے چھوٹا مغرب کو تھا۔ جس میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب امام الصلوٰۃ تنہا کھڑے ہوتے۔ درمیانی مسجد میں کوئی چار یا پانچ صفیں پانچ پانچ افراد کی بمشکل آتی تھیں۔ صفِ اوّل کے دائیں جانب حضرت احمدؑ کے مکان میں کھڑکی کھلتی تھی۔ جس کے ذریعہ حضرت احمدؑ مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ مشرق کو زینہ کا دروازہ بھی تھا اور غسل خانہ کا بھی دروازہ تھا۔ اسی کمرہ میں حضرت احمد کی قمیص پر سُرخ روشنائی کے داغ بحالتِ کشف پڑے تھے۔

حضرت احمدؑ مسجد آ کر بالعموم کھڑکی کے پاس ہی کھڑے ہوکر نماز باجماعت ادا کرتے۔ اسی صف کے دوسرے سرے پر حضرت شہید مرحوم کھڑے ہوتے۔

خاکسار جب پہلی دفعہ مسجد مبارک میں داخل ہوا تو سب سے پہلے حضرت مولوی شیر علیؓ پر نظر پڑی وہ ایک فرشتہ صورت انسان نظر آئے مگر میرا دل ہنوز مطمئن نہ تھا۔ اتنے میں حضرت نورالدین اعظمؓ پر نظر پڑی۔ اگرچہ یہ بزرگ ایک عظیم الشان انسان اور نیکی کا مجسمہ تھے مگر میرا ضمیر یہی کہتا تھا

کہ یقیناً وہ انسان اور ہے جس کے دیکھنے کو قلب مضطرب ومتردد ہے۔ اتنے میں شمالی جانب مسجد کی دیوار میں کھڑکی کھلی اور حضرت احمد جری اللہ چودھویں کے بدر کامل، مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ سب حاضرین کھڑے ہوگئے۔ تکبیر ہوئی، نماز باجماعت ادا ہوئی۔ خاکسار حضرت صاحب کے قریب پیچھے کھڑا تھا۔ نماز سے فارغ ہوکر حضرت صاحب دیوار سے تکیہ لگا کر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ مصافحہ کرنے بڑھے۔ خاکسار نے بھی مصافحہ کیا۔ دل میں اطمینان اور آنکھوں میں سرور پیدا ہؤا۔

حلیہ اور شمائل

حضرت احمد علیہ السلام کا قد درمیانہ مگر کشیدہ قامت معلوم ہوتے تھے۔ خوبصورت سُرخ وسفید چہرہ۔ ریش مبارک گھنی اور گہری سُرخ حنا شدہ تھی سرخی کی وجہ سے سیاہی مائل تھی۔ سر کے بال لٹکے ہوئے تھے۔ سر پر سفید ململ کی پگڑی تھی۔ چہرہ جھریوں سے صاف تھا۔ اُونچی ناک موٹی آنکھیں۔ پپوٹے اُبھرے ہوئے۔ نگاہ قدرتاً نیچے جھکی ہوئی۔ تکلف سے نظر اُٹھا کر دوسرے شخص کو دیکھ سکتے۔ اردو، پنجابی آمیز بولتے، جوشِ تقریر کے وقت دایاں ہاتھ دائیں ران پر مارتے۔ نظر اٹھا کر لوگوں کی طرف کم دیکھتے تھے۔ پاس بیٹھے ہوئے حاضرین سے اکثر بےخبر ہوتے۔

لباس

لباس اکثر سادہ ہوتا۔ کسی سفید کپڑے کا کرتہ سادہ سیاہؤا پاجامہ تنگ اکثر گرم یا سفید لٹھے کا پاؤں میں جراب اور پنجابی سُرخ بکری کے چمڑے کا جوتا۔ کرتے پر واسکٹ اور واسکٹ پر کوٹ گھٹنوں سے نیچے تک لمبا۔ سر پر رومی ٹوپی اور اس پر اکثر ململ کا سفید بڑا عمامہ ہوتا۔ ایک تصویر میں لنگی کا عمامہ بھی پہنا ہؤا ہے۔ جیب میں ایک سفید رومال ہوتا جس میں گھڑی اور نقدی باندھے رکھتے۔ کنجیاں آزار بند سے باندھی ہوتیں۔ جب کبھی باہر سیر کو جاتے تو ہاتھ میں بھیرے کی بنی ہوئی بید کی سوٹی ہوتی جس کے قبضہ پر انگریزی حروف میں میرزا غلام احمدؑ مسیح موعود لکھا ہؤا تھا۔ ہاتھ

میں چاندی کی انگشتری ہوتی جس کا نگینہ سُرخ عقیق کا تھا۔ اور اس پر اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کا الہام کندہ تھا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے واسطے کافی نہیں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی حفاظت اور نصرت کے واسطے یقیناً کافی ہے۔

حضرت احمد علیہ السلام کی عادت سیر

حضرت اقدس اکثر صبح نماز اشراق کے بعد سیر کرنے جاتے۔ کبھی کھارا کی طرف۔ کبھی بٹالہ کے نہر کی طرف۔ کبھی فیض اللہ چک کی طرف دو تین میل کا چکر لگا لیتے۔ چلنے میں تیز قدم اُٹھاتے۔ اکثر لوگ پیچھے رہ جاتے اور حضرت آگے نکل جاتے۔

گھر پر بھی حضرت صاحب صحن یا کمرہ میں ٹہلتے رہتے اور تحریر کتب بھی چلتے اور ٹہلتے ٹہلتے کرتے۔ یہ نہایت فصیح و بلیغ عربی کتب اور علم وعرفان کی بھری ہوئی نظم ونثر سب کھڑے کھڑے تحریر کیں۔ کتب بھی وہ بے نظیر کتب جن کے جواب شائع کرنے پر ہزار ہا روپے کا انعام مقرر کیا گیا۔ مگر سلطان القلم کی کسی عربی کتاب کا جواب دینا نہ عرب کو نصیب ہوا نہ عجم کو۔ نہ فرد واحد کو نہ مل کر کسی مجمع کو۔ یہ وقتی معجزہ نہ تھا بلکہ قیامت تک معجزہ ہے۔ مولوی محمدؐ علی ایم اے نے اعجاز المسیح کو وقتی معجزہ کہا تھا۔ خاکسار نے اخبار الفضل قادیان میں اس کو چیلنج کیا تھا کہ مولوی محمد علی یا ان کے رفقاء اگر آج بھی اس کا جواب جن شرائط پر حضرت صاحب نے طلب کیا تھا شائع کریں اور اس کو وقتی معجزہ ثابت کر دیں تو خاکسار مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام پیش کر دے گا اور حضرت صاحب کے دعوے نبوت سے انکار کر دے گا۔ مگر مولوی محمدؐ علی اور اس کے رفقاء کو جرأت نہ ہوئی اور ممکن نہ تھا کہ وہ ایسا کر سکتے۔

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی کسی ایک سورۃ کا مثل لانا طلب کیا۔ جب لوگ خدا کے کلام کی مثل لانے سے عاجز ثابت ہوئے تو پھر خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے (حضرت احمدؑ) کے کلام البشر کو معجزہ بنا کر پیش کر دیا اور ثابت کیا کہ خدا کے بندے کا مقابلہ بھی کوئی بندہ نہیں کر سکتا۔ تو خدا کے کلام

قرآن کی مثل لانا تو بہر حال محال ہے۔

خاکسار کو دستی بیعت کا موقع

خاکسار نے اسی دسمبر 1902ء میں بدوران قیام قادیان حضرت احمدؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دستی بیعت کی اور حضرت صاحب کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز باجماعت کئی دفعہ ادا کی اور حضرت صاحب کو مٹھیاں بھرنے یا پاؤں دبانے کا موقعہ ملتا رہا۔ والحمد للہ علیٰ ذالك ولا فخر۔

نماز

حضرت صاحب نوافل اکثر گھر پر ادا فرماتے۔ صرف فرض نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے۔ ہاں جب مسجد میں مغرب اور عشاء کے درمیان بغرض ملاقات بیٹھنا ہوتا تو شام کے نوافل مسجد میں ادا فرماتے۔ بعض لوگوں نے غلط سمجھا کہ حضرت احمدؑ نوافل نہیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ حدیث کا حکم ہے کہ نوافل گھر پر ادا کرنے چاہئیں۔ قرآن کریم کے **اِجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً** سے بھی یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔

حضرت صاحب مسجد میں آلتی پالتی مار کر بیٹھا کرتے اور احباب کے سوالات سنتے اور جواب دیا کرتے۔ ہم نے حضرت صاحب کو کبھی رفع یدین کرتے یا رفع سبابہ کرتے نہیں دیکھا۔ ہاں ہاتھ سینہ پر رکھ کر نماز ادا کرتے اور دایاں ہاتھ ذرا بڑھا کر بائیں ہاتھ کو سہارا دیتے۔ کیونکہ بایاں ہاتھ قدرے کمزور تھا۔

وتر کی تین رکعات اس طرح ادا کرتے کہ دو رکعات پڑھ کر سلام پھیر لیتے اور تیسری رکعت بغیر رفع یدین تازہ نیت کرنے کے تنہا پڑھ لیتے۔ تہجد کے پابند تھے اور آٹھ رکعات پڑھا کرتے اور بعد میں تین وتر ادا کرتے۔ اکثر اوقات **سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ اللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** کے الفاظ آپ کی زبان مبارک پر جاری رہتے۔

سیر سے واپسی پر جب قادیان کے بازار سے ہو کر آنا ہوتا تو آپ کشیدہ قامت ہو کر بازار

سے گذرتے۔کیونکہ بازار میں اکثر کٹر آریہ جوسخت معاند تھے، ہوتے تھے جو حضرت احمد کو دیکھ کر اکثر جلتے تھے۔ایسے ہندو، آریہ، سناتنی اور سکھ بھی تھے جو حضرت صاحب کی بڑی عزت کرتے تھے۔حضرت صاحب کے گذرنے پر اکثر کھڑے ہو جاتے تھے۔

حضرت احمدؑ کی حفاظت

حضرت احمدؑ کے ایام حیات میں ان کی حفاظت کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔صرف خدا تعالیٰ ہی حفاظت فرما رہا تھا۔اگرچہ معاندین کے فتاویٰ قتل وغارت عام موجود تھے۔**وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس**۔خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا۔

مولوی ہماری تبلیغ کرتے ہیں

ان ایام میں ایک شخص نے جو باہر سے آیا تھا بیعت کی اور پھر عرض کیا کہ حضور ہمارے گاؤں میں مخالف مولوی آتے ہیں اور حضور کے خلاف تقریریں کر جاتے ہیں اس کا کیا علاج کیا جاوے؟

حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ کمزور ہیں آپ تو تبلیغ نہیں کر سکتے ،مولوی ہی یہ فرض ادا کر دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ قادیان میں ایک شخص آیا ہے جو امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کو فوت شدہ کہتا ہے۔وہ آپ کا فرض تبلیغ ادا کر دیتا ہے۔ناواقفوں کو واقف کر دیتا ہے۔آپ کے واسطے موقع نکالتا ہے کہ آپ اس کی بعض باتوں کی اصلاح کر کے لوگوں کو حق بات پہنچا دیں۔یہ بھی ہماری تبلیغ ہی کرتے ہیں۔

ناجائز وعدہ قابل تکمیل نہیں

غالباً اسی شخص نے کہا کہ حضور میں نے بیعت سے قبل اپنی لڑکی ایک رشتہ دار کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔کیا میں اب اس کو اپنی لڑکی دے سکتا ہوں؟ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ لڑکا احمدی ہو جائے تو دے دیں، ورنہ نہیں۔کوئی ناجائز وعدہ شرعاً اور قانوناً قابل تعمیل نہیں ہوتا۔

حضرت عیسیٰؑ کی وفات

ایک شخص نے سوال کیا کہ میں قرآن کریم باترجمہ پڑھایا کرتا ہوں۔ مجھے کوئی خاص ہدایت فرماویں!

حضرت صاحبؓ نے فرمایا کہ اس وقت وفات مسیح ناصریؑ پر زور دیں کیونکہ اس مسئلہ سے ایک طبقہ کو غلط فائدہ مل رہا ہے۔ **توفی** کا لفظ جہاں قرآن کریم میں آئے تو اس کے معنے موت یا قبض روح کرو۔

مومن اکیلا نہیں ہوتا

ایک شخص نے کہا کہ حضور میں اپنے گاؤں میں اکیلا ہوں۔ حضرت صاحبؓ نے فرمایا کہ مومن کبھی اکیلا نہیں ہوتا۔ آپ اللہ کا ہوکر رہنے کی کوشش کریں۔ خدا تعالیٰ ساتھی دے دے گا۔

بزرگوں کے پاؤں پڑنا

ایک شخص نے غالباً شہر سیالکوٹ کے شیخ مولا بخش صاحب بوٹ فروش تھے، انہوں نے اپنا لڑکا جو قریباً 18 سالہ تھا پیش کیا۔ اس نے حضرت صاحبؓ کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر تعظیم بجا لانا چاہا۔ حضرت صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہٹا دیا اور فرمایا کہ انبیاء دنیا سے شرک مٹانے آتے ہیں شرک قائم کرنے نہیں آتے۔ دیر تک اس مضمون پر تقریر فرمائی۔ ہمارے ملک میں پاؤں پڑنے کی رسم عام ہے۔ خاکسار نے اپنے خاندان میں روک دی۔ ان ایام میں سیالکوٹ کے پیر جماعت علی شاہ فرمایا کرتے کہ آدم کو فرشتوں نے سجدہ کیا، تم مجھے سجدہ کرو۔ جو سجدہ تعظیمی سے روکتا ہے وہ عزازیل اور وہابی ہے۔

پادری پگٹ لنڈن

ایک دن حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحبؓ نے ذکر کیا کہ لنڈن میں ایک پادری پگٹ نامی نے

دعویٰ کیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ مفتی صاحب نے بطور لطیفہ فرمایا کہ پگٹ کے معنی ہیں چھوٹا سؤر اور حدیث میں مسیح موعود کا ایک کام یقتل الخنزیر بھی ہے۔ حضرت صاحب نے مسٹر پگٹ کو دعوت مقابلہ کا ایک خط لکھا جس کے آخر میں النبیؑ احمد کے الفاظ تھے۔ مولوی محمد علی نے اس وقت جرأت نہ کی کہ کہہ دیتے کہ حضور نہ تو آپ احمدؑ ہیں نہ نبی۔ آپ کیوں اپنے آپ کو النبیؑ احمد لکھتے ہیں۔

خاکسار خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہے اور خود خاکسار نے اور ہزار ہا لوگوں نے حضرت صاحب کے ہاتھ پر ان الفاظ کو دوہراتے ہوئے بیعت کی ہے کہ میں آج احمدؑ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ خود مولوی محمدؐ علی ان کے رفقاء نے بھی بار بار یہ الفاظ سنے اور خود دوہرائے۔

دہلی میں جشن تاجپوشی

یکم جنوری 1903ء کو یکم شوال المکرم 1320ھ عید الفطر کا دن تھا۔ شہر دہلی میں لکھوکھا لوگ جمع تھے اور لارڈ کرزن وائسرائے ہند بطور نمائندہ شاہی ہندوستان میں ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کی رسم تاجپوشی منا رہے تھے۔ رنگون سے چاولوں کا سوداگر ابوسعید عرب بھی دربار دیکھنے آیا تھا۔ وہ پہلے قادیان میں حضرت احمد علیہ السلام کو دیکھنے آیا۔ پھر دہلی دربار دیکھنے نہ گیا۔ ابوسعید عجیب قسم کا انسان تھا۔ یہ دراصل ضلع گجرات کا باشندہ تھا۔ اس کا اصل نام حافظ یوسفؑ تھا جو رنگون میں جا کر عرب بن گیا تھا۔ برادر منشی کریم بخش صاحب احمدی نے اس کو پشاور میں شناخت کیا جب کہ یہ دونوں پشاور میں ملاقی ہوئے۔

3/جنوری 1903ء کو حضرت مولانا غلام حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرزا امیر احمد صاحب اور خاکسار قادیان سے یکوّں میں سوار ہو کر بٹالہ آئے۔ وہاں سے بذریعہ ٹرین پشاور روانہ ہوئے۔ دوسرے دن پشاور سے واپس آ گئے۔

خاکسار اسکول میں حاضر ہؤا اور لڑکوں کو میرے سفر قادیان کا علم ہؤا۔ انہوں نے خوب شہرت

دی۔ان دنوں میں لوگوں کو احمدی فرقہ کے متعلق معلوم نہ تھا۔کوئی خاکسار کو قادیانی کہتے کوئی حاجی قادیان پکارتے۔

شاہی باغ میں پشاور کے تین مدرسوں کے پاس بھی فٹ بال گراؤنڈ تھے۔مشن ہائی سکول، نیشنل ہائی سکول، اسلامیہ ہائی سکول اور ہر مدرسہ میں شہر کے ہر محلہ اور ہر علاقہ کے لڑکے پڑھتے تھے۔اس طرح خاکسار سارے شہر میں احمدی کے نام سے مشہور اور متعارف ہوا۔

حضرت احمدؑ کا سفر جہلم

جنوری 1903ء کے دوسرے ہفتہ میں حضرت احمد علیہ السلام نے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جو حضرت حکیم فضل الدین بھیروی صاحب کی طرف سے مولوی کرم دین ساکن بھیں ضلع جہلم اور مولوی فقیر محمدؐ صاحب ایڈیٹر اخبار سراج الاخبار جہلم کے خلاف تھا اور ڈپٹی سنسار چند مجسٹریٹ جہلم کی عدالت میں دائر تھا، بطور گواہ پیش ہونا تھا۔قادیان سے 15/جنوری 1903ء کو جہلم جانے کی تیاری میں مصروف ہوئے۔اس سفر میں حضرت صاحبؑ نے ایک عربی کتاب 'مواہب الرحمٰن' نامی جو تازہ لکھی تھی شائع کی۔اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے اپنی ایک رویا کا ذکر کیا تھا کہ ایک شخص کرم دین نامی جو کذاب، لئیم اور مہین ہے، اس نے میرے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا ہے مگر خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ اس کا انجام میری بریت ہوگی۔

حضرت احمد علیہ السلام تاریخ مقدمہ سے جو غالباً 17/ یا 18/جنوری تھی، قبل روانہ ہو کر جہلم تشریف لے گئے اور بٹالہ سے جہلم تک ہر سٹیشن پر کثرت سے غیر احمدی اور احمدی بغرض استقبال اور ملاقات موجود ہو گئے۔

شہر جہلم کے سٹیشن پر قریباً دس ہزار احباب بغرض استقبال موجود تھے۔حضرت صاحب جہلم میں تین دن رہے یعنی 16/تا 18/جنوری تک رہے اور قریباً ایک ہزار نفوس نے احمدیت قبول کی جن کے نام اخبار الحکم میں شائع ہوتے رہے۔

عدالت نے مقدمہ کا جماعت احمدیہ کے حق میں فیصلہ کیا اور مولوی کرم دین پر مبلغ 50 روپے اور مولوی فقیر محمدؒ پر مبلغ 40 روپے جرمانہ ہوا اور اس طرح ہر دو مدعا علیہ سزا یاب ہوئے۔ حضرت اقدس 19 جنوری کو واپس ہوئے۔

اس سفر میں حضرت سید عبد اللطیف صاحب بھی جہلم تک تشریف لائے اور پھر قادیان واپس گئے اور چند دن قیام کر کے اپنے وطن واپس جانے کی اجازت چاہی اور حضرت اقدس وڈالہ کے پل تک بغرض مشائعت تشریف لائے اور حضرت شہید مرحوم لاہور اور پھر وطن تشریف لے گئے۔ حضرت شہید مرحوم کا دولت خانہ سیدگاہ خوست میں تھا۔ وہاں سے کابل بلائے گئے اور 14/جولائی 1903ء کو شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خان محمد عجب خان خلف محمد شریف خان ساکن زیدہ ضلع مردان نے، جو 1901ء میں بمقام مانسہرہ ضلع ہزارہ میں جب کہ وہاں نائب تحصیلدار تھے اور خط کے ذریعہ بیعت کر چکے تھے، جہلم میں حاضر ہو کر دستی بیعت کی۔

جنوری 1903ء کو خاکسار جماعت ہفتم میں پاس ہوا اور دو تین ماہ بعد ترقی پا کر ہشتم میں ہو گیا۔ پھر مارچ 1904ء میں خاکسار نے پنجاب یونیورسٹی کا آخری مڈل کا امتحان دیا اور اچھے نمبروں میں مڈل پاس کر لیا۔ اس کے بعد امتحان مڈل یونیورسٹی کی طرف سے لینا بند ہو گیا۔

قادیان سے واپس آ کر بابو محمدؒ دلاور خان صاحب ساکن اسماعیلیہ ضلع مردان کو احمدیت کی طرف متوجہ کیا۔ بابو صاحب 1892ء سے حضرت مولوی غلام حسن صاحبؓ کے ہاں مقیم تھے۔ یہیں سے انگریزی مڈل اور انٹرینس پاس کیا۔ مگر احمدیت سے قطعاً ناواقف تھے۔ جولائی 1903ء میں انہوں نے احمدیت کو قبول کیا۔ اس کے بعد اسماعیلیہ کے خان زادہ امیر اللہ خان صاحب کو جو بغرض علاج آئے تھے، احمدیت کی طرف متوجہ کیا۔ وہ بھی بالآخر احمدی ہو گیا۔

شاہی باغ میں باقاعدہ تبلیغ جاری کی اور ایک طرف آریوں سے دوسری طرف عیسائیوں سے تیسری طرف عام مسلمانوں سے مباحثات جاری ہو گئے۔ محترم مرزا شربت علی خان صاحب

ہمارے مشن کے اسکول فیلو اور فرزند محمدؓ عمر خان صاحب ساکن کوچہ بھوانی داس جہانگیر پورہ احمدی ہو گئے۔ اس کے بعد اُن کے بڑے بھائی امیر خسرو صاحب اور میرزا حیدر علی صاحب احمدی ہو گئے۔ آریہ داس رام، عجب سنگھ آریہ اور گوکل چند دھاون آریہ سے گفتگو در بارہ آریہ و مذہب اسلام رہتی تھی۔ پادری عزیز الدین، پادری قاضی خیر اللہ اور پادری فیلڈ سے در بارۂ عیسائیت و اسلام گفتگو رہتی تھی۔ عیسائیوں کا لیکچر ہال اور لائبریری سپیشل منڈی میں تھے۔ وہاں عاشق اللہ عیسائی سے گفتگو رہتی تھی۔ اہل تشیع اور اہل حدیث سے بحث مباحثے جاری رہتے۔ محترم میرزا انذر علی خان صاحب نے بذریعہ حضرت میرزا رمضان علی خان احمدیت قبول کی اور شیعوں میں درِ تبلیغ کھل گیا۔

شاہی باغ کی تبلیغ کا آخری حصہ عزیز عبد الحی خان خلف الرشید مولوی عبد الرحیم صاحب پنشنر ای .اے.سی ساکن شاہی بالا تحصیل پشاور اور محمدؐ یعقوب خان بی اے بابر سکنہ پیر پیائی ضلع پشاور کی بیعت پر ختم ہوا اور پھر خاکسار نے بورڈنگ ہاؤس، مشن ہائی اسکول، بورڈنگ ہاؤس مشن کالج پشاور کی طرف توجہ کی۔ مشن کالج نے ہم کو محمدؐ دلاور خان، میاں شہاب الدین، محمدؐ ایوب خاں، فضل خالق اور قاضی عبد الخالق اور قاضی محمد شفیق دیئے، جو احمدی ہو گئے اور عیسائیوں سے شیخ عبد الخالق صاحب پروفیسر بائیبل جو پہلے قادیان میں تھے اور اب ربوہ میں ہیں، سالومن سے سلمان بن گئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

فصل چہارم

سفر گورداسپور باراوّل

4/اپریل 1904ء کو پنجاب میں کانگڑے کا زلزلہ آیا اور دور دور تک اس کا اثر رہا۔ بڑی تباہی ہوئی۔ لیکن پشاور گزند سے محفوظ رہا۔ اسی زلزلہ کی خبر **عِفَّتِ الدِّيَارِ مَحِلُّهَا وَمُقَامُهَا** میں دی گئی تھی۔

تعطیلات موسم گرما

جب ماہ جون جولائی 1904ء میں خاکسار جماعت ہشتم میں تھا اور موسم گرما کی تعطیلات ہوگئیں تو خاکسار پشاور سے بمعہ مولوی عبداللہ جان گورداسپور گیا اور وہاں حضرت احمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

مقدمات گورداسپور

جب مولوی کرم دین کو عدالت جہلم میں ناکامیابی ہوئی اور سزا دی گئی تو اس نے بغرض انتقام حضرت احمد علیہ السلام اور حکیم فضل الدین صاحب کے خلاف کتاب مواہب الرحمٰن کے رویاء کو مدّنظر رکھ کر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر دیا کہ حضرت صاحب نے مجھ کو کذّاب، نہایت ہی بڑا جھوٹا اور مہین، ذلیل اور لئیم بمعنی ولدالزنا کہا ہے۔ یہ مقدمہ 1903ء میں شروع ہوا اور 1904ء تک جاری رہا۔ یہ مقدمہ گورداسپور کے مجسٹریٹ کے پاس تھا۔ یکے بعد دیگرے دو آریہ مجسٹریٹ اس مقدمہ کی سماعت کرتے رہے۔ پہلے سیٹھ چندو لال تھے اور پھر لالہ آتمارام۔ دونوں نے پنڈت لیکھرام کے قتل کا بغض دل میں رکھ کر حضرت صاحبؑ کو خوب تنگ کرنا چاہا۔ جلد جلد تاریخیں رکھنا اور

صبح عدالت میں حاضری کرانا اور شام تک عدالت کے اختتام تک رکھنا اور چار بجے معمولی پیشی کر کے پھر دوسرے دن پر پیشی ڈال دینا۔ اس طرح مکمل دو سال صرف کر دیئے۔

آریہ کا مکان

حضرت صاحب کی رہائش کے واسطے گورداسپور میں ایک آریہ کا مکان کرایہ پر لیا گیا۔ کبھی باعیال، کبھی تنہا، حضرت صاحب وہاں رہتے۔ احباب جماعت کثرت سے حاضر ہوتے اور باہر سے مہمان کثرت سے آتے اور قیام کرتے۔

اس مکان کا رُخ یعنی دروازہ شمال کو تھا جس کے سامنے بڑا میدان تھا۔ اس کے مشرق میں ایک کمرہ تھا، جس میں حضرت احمد رہائش رکھتے تھے، اس کے جنوب میں دالان تھا جس کے جنوب میں ایک جگہ تھی جس میں کارکن لنگر، غلام رسول امرتسری متعین تھے۔ وہ ایک معمر شخص تھے، بڑا عمدہ سالن پکاتے تھے اور تازہ تازہ چپاتیاں کھلایا کرتے تھے۔ بڑے نیک انسان تھے۔

حضرت احمدؑ اور رفقاء

ان دنوں گورداسپور میں حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ، خواجہ کمال الدین، مولوی محمد علی ایم اے وکیل اور مفتی محمد صادق بھیرویؓ۔ صوفی غلام محمدؓ مبلغ ماریشس جو ابھی نوجوان تھے، قیام پذیر تھے۔ حضرت مفتی صاحبؓ سے عبرانی میں توریت پڑھا کرتے تھے۔ نہایت سادہ وضع تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ جولائی میں گورداسپور آئے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ انگریزی میں بی اے تھے۔ قرآن کریم اور احادیث سے خوب واقف تھے۔ ایک عرصہ تک سر سید احمد خان کے ہم خیال رہے تھے۔ تلاوت قرآن کریم نہایت بلند آواز سے کرتے۔ آپ کی قرأت قرآن نہایت دلکش تھی۔ تقریر اور تحریر میں نہایت زور

تھا۔استدلال اکثر قرآن کریم سے کرتے۔آپ کی یادگار،اخبار الحکم قادیان میں آپ کے خطبے ہیں اور وہ مضامین ہیں جو احمدیت کی تائید میں لکھتے رہے۔شیعوں کے خلاف دو جلد خلافت راشدہ تحریر کی اور سیرت مسیح موعود پر ایک رسالہ لکھا۔آپ فارسی کے شاعر بھی تھے۔مسجد مبارک کے امام الصلوٰۃ تھے۔جلسہ اعظم مذاہب 1896ء میں اسلام کی طرف سے حضرت صاحب کا مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھ کر سنایا اور 3 ستمبر 1904ء میں لاہور میں حضرت صاحب کی تقریر پڑھ کر سنائی۔حضرت داتا گنج بخش صاحب کے جلسہ گاہ میں بیس ہزار لوگ موجود تھے۔آپ مارچ 1904ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک سے پشاور تشریف لائے تھے اور ایک ہفتہ تک قیام کیا۔آپ کو پشاور کا سرد پانی اور بّرے کے کباب بہت پسند آئے۔

گورداسپور سے قادیان

خاکسار جون 1904ء گورداسپور سے قادیان بیس میل پیادہ گیا۔ظہر کے وقت مسجد مبارک میں حضرت مولوی صاحبؓ بڑے تپاک سے ملے اور کہا آخا آپ آئے اور پشاور کا ٹھنڈا پانی اور کباب ساتھ نہ لائے۔جب خاکسار نے ذکر کیا کہ میں گورداسپور سے آپ کی ملاقات کے واسطے آیا ہوں تو کہنے لگے کہ آپ نے تو بڑا گناہ کیا کہ حضرت صاحب کی صحبت کو چھوڑ کر گورداسپور سے قادیان آ گئے۔آپ بہت جلد واپس گورداسپور جاویں۔چنانچہ خاکسار پیادہ پا چھینا ریلوے سٹیشن گیا اور وہاں سے بذریعہ ٹرین گورداسپور پہنچا۔گورداسپور میں خاکسار کے ذمہ روزانہ کتب خانہ عدالت پہنچانا اور واپس لانا ہوتا تھا۔ایک الماری صرف کتب خانہ کے واسطے مخصوص تھی جو میرے سپرد تھی۔

عدالت کے احاطہ میں روزانہ دیدارِ احمدؑ

گھر پر یا عدالت میں بوقت انتظار آواز لب سڑک ایک بڑی دری بچھائی جاتی۔جس پر حضرت صاحبؑ مع خدام انتظار فرماتے اور خاکسار پشاور کا بنا ہوا دوہرا مرزی کا پنکھا ہلاتا رہتا،جس سے گرمی سے آرام رہتا۔سڑک پر آم اور جامن کے درخت تھے۔ان کے سایہ سے فائدہ اُٹھاتے۔

پادری فتح مسیح

ایک دفعہ اس سڑک سے گذرتے ہوئے پادری فتح مسیح ساکن فتح گڑھ نظر آیا جو گیرو کپڑے پہنے ہوئے لمبے قد کا آدمی تھا۔ سیاہ داڑھی اور ننگے سر اور بدن پر واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس شخص کے نام پر حضرت صاحبؑ نے ایک رسالہ فتح مسیح لکھا تھا۔ اس نے نہایت گندے خطوط حضرت صاحب کو حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم کے بارہ میں لکھے تھے۔ بڑا بدزبان اور بدباطن پادری تھا۔

مہر نبی بخش بٹالوی

ایک دفعہ مہر نبی بخش صاحب عرف عبدالعزیز نمبردار ساکن بٹالہ کو گورداسپور میں حضرت صاحب کے مقدمات میں دیکھا۔ حضرت صاحب نے اس کو تاکید کی کہ جہاں تک ہو سکے مولوی محمد حسین صاحب کو تبلیغ کی جاوے۔ کسی وقت یہ شخص ہماری صداقت کا اقرار کرے گا۔

میاں شادی خان مردانہ میں حضرت صاحب کی خدمت کرتے تھے اور ان کی زوجہ حضرت صاحب کے زنانہ میں خدمت بجالاتی تھی۔ دونوں مخلص افراد تھے۔ یہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے خسر بھی تھے۔

حضرت صاحبؑ کا کھانا

خاکسار اور مولوی عبداللہ خان دونوں وقت حضرت احمد علیہ السلام کو کھانا کھلاتے تھے۔ ہم میں سے ایک باری باری ہاتھ دھلاتا اور دوسرا کھانا کھلاتا۔ بعد از فراغت ایک کھانا اُٹھاتا اور دوسرا ہاتھ دھلاتا۔ کھانا بالعموم لنگر خانہ کے سالن سے ہوتا تھا۔ ایک تو کوئی سالن غالباً دو یا ڈیڑھ چمچ اور دہی غالباً آدھا پاؤ، پانچ چھ چپاتیاں اور قدرے اچار اور چار دانے آم خوردد ینانگر کے۔

کھانا کھانے کا طریق

ایک بہت چھوٹا نوالہ توڑ کر سالن میں اس کا سرا تر کر کے مونہہ میں ڈالتے اور دیر تک چباتے اور

اس درمیان میں ایک چپاتی کے ریزے بناتے رہتے۔ بمشکل دو چپاتیاں کھاتے اور دو ایک آم چوس لیتے۔ باقی کھانا بچ رہتا اور دو کے قریب ریزے کرتے اور حکم دیتے کہ یہ جانوروں کو ڈال دو۔ جو کھانا بچ جاتا وہ ہم دونوں بطور تبرک کھا لیتے جس پر میاں شادی خان سخت ناراض ہوتے مگر مجبوراً خاموش ہو جاتے۔

پرندوں کا حصہ

خدا کا فرستادہ آیت **فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ** کو مدنظر رکھ کر بے زبان جانوروں تک کا خیال کرتے تھے۔ سائل کو بھی بغیر کچھ دیئے خالی نہ چھوڑتے۔ اور جماعت کو عملی سبق دیتے رہتے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی

مولوی کرم دین کے مقدمہ میں ضرورت تھی کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی شہادت لی جاتی کہ آیا سیف چشتیائی اُن کی اپنی تصنیف ہے یا انہوں نے مولوی محمد حسن ساکن بھیں کے مسودات کو اپنے نام سے شائع کیا ہے۔ جیسا کہ مولوی کرم دین نے حضرت احمدؑ اور حکیم فضل الدین کو یقین دلایا تھا اور مولوی کرم دین کہتے تھے کہ وہ پیر صاحب کا فرستادہ تھا کہ جس کارڈ میں یہ مسودات منگوانے اور واپس کرنے کا ذکر تھا انہی کی تحریر ہیں یا نہیں۔ مگر پیر صاحب نے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کو آڑ بنا کر خدا کے حکم **أَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ** (خدا کی رضا کیلئے سچی گواہی ادا کرو) اور **وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ**۔ (سچی شہادت کو مت چھپاؤ) کے امر و نہی کی پرواہ نہ کی۔ اگر ان لوگوں کو خدا تعالیٰ اور اس کے کلام قرآن کریم پر ایمان ہوتا اور یہ واقعی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی روحانی اولاد ہوتے تو اس طرح حق پوشی کرنے پر آمادہ نہ ہوتے۔ اپنی جھوٹی عزت کا پاس کیا اور خدا کے احکام کو جھوٹی معذرت کی آڑ میں کتمان شہادت کے جرم کے مرتکب ہوئے۔

مولوی ثناء اللہ کی تعریف تقویٰ

مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث بھی پیش ہوئے۔ تقویٰ اور متقی کی تعریف میں وہ کچھ کہہ گئے کہ حدیث عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ کی صداقت پر مہر کر گئے۔ زانی بھی ایک گونہ متقی ہوسکتا ہے، چور بھی متقی ہوسکتا ہے اور دروغ گو بھی متقی ہوسکتا ہے لیکن مولوی ثناء اللہ نے تو تمام حدود پار کر دیں اور اہل حدیث کے تقویٰ کی مٹی پلید کر گئے۔

مکرم مولوی محمد علی صاحب کی شہادت

مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل نے بھی شہادت دی اور حلفیہ بیان دیا کہ حضرت احمد مدعی نبوت ہیں اور جماعت ان کو دعویٰ نبوت غیر تشریعی میں صادق مانتی ہے اور ان کے مخالف ان کو دعویٰ نبوت میں سچا نہیں جانتے۔ پس حضرت صاحب بحیثیت نبی اپنے مخالف کو کذّاب کہہ سکتے ہیں۔ یہی مولوی صاحب مارچ 1914ء میں پورے دس سال بعد سَيَقُوْلُ لَكَ الْعَدُوُّ لَسْتَ مُرْسَلاً (اربعین) کے بموجب حضرت احمدؑ کے نبی اور رسول ہونے سے منکر ہو گئے۔ یہ پیشگوئی پوری کر گئے کہ ؎

بہ بغضِ حضرت محمود احمدؑ
شدندا اعدائے آں موعود احمدؑ

قادیان میں حضرت احمد کی نبوت اور حضرت نور الدین کی خلافت کے قائل رہے موید اور مصدّق رہے۔ لاہور آ کر حضرت احمد کی نبوت کو کفر اور خلافت احمد کو شرک قرار دیا۔ مولوی محمد علی کو لاہور میں آ کر یہ نئی حقیقت معلوم ہوئی۔

حضرت احمد علیہ السلام بطور امام الصلوٰۃ

ایک دن جب عدالت سے سویرے فرصت ہوئی اور ہم سب لوگ عدالت سے رہائش گاہ میں پہنچے تو حضرت احمدؑ نے فرمایا کہ نماز کا بندوبست کرو۔ خاکسار نے پیچھے چادریں بچھا دیں اور آگے حضرت صاحب کے واسطے ایک چارپائی کی پاک دری بچھائی اور حضرت احمد امام الصلوٰۃ ہوئے اور ہم نے جو قریباً بیس افراد تھے نماز ظہر و عصر ان کی اقتدا میں ادا کی۔ نماز کے بعد جس دری کو میں نے اپنی سمجھا تھا وہ حضرت مفتی محمدؓ صادق صاحب کی نکلی۔

بابو محمدؐ افضل صاحب مالک ایڈیٹر اخبار بدر قادیان نے سب مقتدیوں کی فہرست بنا کر اس واقعہ نماز کا ذکر 21/جولائی 1904ء کے پرچہ میں کیا تھا۔ ان مقتدیوں میں خاکسار کا نام بھی شائع ہوا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت احمدؑ کے مقتدی بننے کا بھی شرف بخشا۔ الحمدللہ۔

رسالہ المنصوؔر دہلی

ان دنوں دہلی سے ایک رسالہ المنصوؔر نامی شائع ہوتا تھا۔ جو ایک احمدی دوست محمدؐ اسمٰعیل صاحب دہلوی شائع فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت صاحب کے نام بھی ایک رسالہ آیا جس پر حضرت صاحب کے جسم کے اُوپر کے حصہ کی تصویر تھی۔ حضرت صاحب نے بعد مطالعہ خاکسار کو دیا اور وہ تصویر آج تک میرے پاس البم میں موجود ہے۔

میرزا حیرت دہلوی

ان دنوں میرزا حیرتؔ ایڈیٹر اخبار کرزن گزٹ بھی احمدیت کی مخالفت اندھا دھند کر رہے تھے۔ ان کے اعتراضات کا جواب دہلی ہی سے مکترم (قاضی محمدؐ یوسف صاحب) نے حیرت کی حیرانی کے نام سے المنصور کے پرچہ میں شائع کیا۔ اس پر ایک مصرع تحریر کیا۔

وہ کھینچا نقشہ خود حیرت بھی حیرانی میں ہے

حضرت احمدؑ کو بخار کا عارضہ

ایک دن حضرت احمد کو بخار ہؤا اور اعضا شکنی کی تکلیف تھی۔ حضور نے فرمایا کہ کوئی موٹا سا شخص بلا کر لاؤ کہ ہمارے جسم پر پھرے۔ خاکسار گیا اور خواجہ کمال الدین صاحب وکیل کو پکڑ لایا۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ خواجہ صاحب سے بھی زیادہ وزنی شخص جا کر لاؤ۔ خاکسار گیا اور محترم ڈاکٹر محمدؐ اسمٰعیل خان گوڑیانوی کو لے آیا۔ تب حضرت صاحب نے اظہار اطمینان فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے حضور کے جسم کو دبایا۔

حضور کا تعلق باللہ

حضرت احمد چارپائی پر کروٹ بدلتے وقت اکثر یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ یا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے فقرے دوہراتے۔

لالہ آتمارام کو صدمہ

ایک دن کسی نے کہا کہ لالہ آتمارام مجسٹریٹ، حضرت صاحبؑ کو کسی طرح قید کرنے پر تلا ہؤا ہے۔ خواجہ صاحب نے اس کی اطلاع حضرت صاحبؑ کو کر دی۔ حضرت صاحبؑ اس وقت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ خواجہ صاحب میں خدا کا شیر ہوں کسی کی کیا مجال ہے کہ مجھ پر ہاتھ ڈال سکے۔

اس کے بعد حضورؑ نے رؤیا دیکھی کہ ایک شیر آتمارام کے دونوں لڑکے اٹھا کر لے گیا۔ اِدھر حضرت صاحب نے رؤیا سنائی اُدھر آتمارام کو تار آ گئی کہ آپ کے لڑکے کو طاعون ہو گیا۔ دونو جوان لڑکے یکے بعد دیگرے طاعون سے مر گئے۔

لالہ آتمارام کا جُرمانہ

اسی آتمام رام نے مذہبی بغض کے ماتحت فیصلہ مقدمہ بحق کرم دین کر دیا اور حضرت احمدؑ پر

500 روپیہ اور حکیم فضل الدین پر 200 صد روپیہ جرمانہ کر دیا اور ہفتہ کے دن چار بجے یہ حکم سنا دیا اور اچانک سنا دیا کہ حضرت صاحبؑ جرمانہ پیش نہ کرسکیں اور اس طرح حضرت صاحبؑ کو کم از کم ایک دو دن حوالات میں ڈال دے گا۔ مگر عین وقت پر ایک احمدی دوست کے پاس ہزار روپیہ کا نوٹ موجود تھا اور اس طرح آتما رام اپنے ارادہ میں ناکام رہا۔

حضرت احمدؑ کی بریت

اس مقدمہ کی اپیل جون 1905ء میں ایک انگریز سیشن جج امرتسر نے منظور کی اور لکھا کہ سب جرمانہ واپس کر دیا جاوے ناحق دو مجسٹریٹوں نے دو سال ضائع کئے۔ مولوی کرم دین کو آزروئے واقعات مقدمہ و شہادت کذّاب اور لئیم اور مہین کے الفاظ سے بڑھ کر الفاظ کا مستحق قرار دیا۔ اس طرح بموجب پیشگوئی حضرت صاحب بری ہو گئے۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

آریہ کے مکان کی چھت

آریہ کے مکان کی چھت پر پانچ حصے تھے۔ درمیان کے حصہ پر حضرت احمدؑ تنہا سویا کرتے تھے۔ ان سے شرق کا حصہ صحن مسقّف تھا۔ اس میں نیچے سے سیڑھیاں آکر نکلتی تھیں۔ اس سے شمال کو ایک کمرہ تھا۔ جس میں مقدمہ کے متعلق لائبریری تھی یعنی وہ کتب جو خاکسار کے چارج میں تھیں نیز کتب تفاسیر، احادیث ولغت عرب و کتب قانون بغرض حوالہ جات تھیں۔ یہاں ایک پلنگ بھی پڑا رہتا تھا۔ اس کمرہ سے مغرب کو مکان کا نچلا صحن تھا اور صحن سے مغرب کو چھت تھی جس پر خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمدؐ علی صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سویا کرتے تھے۔ خاکسار اور مولوی عبداللہ جان کی چار پائیاں لائبریری کے کمرہ سے مغرب کو دالان کی چھت پر ہوتی تھیں۔ ہم رات کو اس جگہ سوتے تھے۔

ایک رات بارش کے آثار ہوئے۔ حضرت صاحبؑ اور احباب اس چھت پر کھڑے ہوئے تھے۔ جو بطور صحن سقف استعمال ہوتا تھا۔ اس میں لائبریری کے کمرے کا ایک دروازہ کھلتا تھا۔

حضرت صاحب اندر کمرہ میں پلنگ پر سونے کے ارادہ سے باہر کھڑے تھے۔ خاکسار مولوی محمد علی اور مفتی محمدؓ صادق پاس کھڑے تھے۔ اندر مولوی عبداللہ صاحب صوفی ساکن ہٹیاں حضرو جو ماسٹر فقیر اللہ صاحب احمدی کے ہمشیرہ زاد تھے، نماز تہجد پڑھ رہے تھے اور احباب ان کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے۔

حضرت احمدؑ کی درد انگیز دُعا

مولوی محمدؒ علی نے ذکر کیا کہ حضور آج کل اخبارات یورپ میں کسی بڑی جنگ کی توقع کی جاتی ہے۔ حضرت صاحب نے حالات سن کر فرمایا: (اس وقت حضور کا سر ننگا تھا)

الٰہی شرّے برانگیز د کہ خیر اسلام دراں باشد

اسی کا نتیجہ یورپ کی دو عالمگیر تباہ کن جنگیں تھیں جس کے نتیجے میں اکثر ممالک آزاد ہو رہے تھے اور ہمارا پاکستان وجود میں آیا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

ولائیتی بسکٹ

ایک دفعہ ذکر آیا کہ ولایت کے بنے ہوئے بسکٹ جو میسرز ہنٹلے پامر کی کمپنی بناتی ہے، اس میں سور کی چربی استعمال ہوتی ہے۔ کیا احمدی ان بسکٹوں کو استعمال کر سکتے ہیں؟ حضرت صاحب نے مولوی محمد علی سے کہا کہ مسٹر عبداللہ کوئیلم نومسلم مقیم لورپول سے جن کو سلطان عبدالحمید خان شاہ روم کی طرف سے شیخ الاسلام کا خطاب ملا تھا دریافت کیا جاوے کہ وہ خود اس کارخانہ سے تحقیقات کریں کہ یہ امر کہاں تک درست ہے۔ ان دنوں مسٹر عبداللہ کوئیلم نے جواب ارسال فرمایا کہ میں خود اس کارخانہ میں گیا اور حقیقت حال دریافت کی اور ان کے بسکٹوں کے اجزاء دریافت کئے۔ مگر کارخانہ کے انچارج نے کہا کہ ہمارا یہ قانون ہے کہ ہم اپنی ساختہ چیزوں کے اجزاء کی تفصیل نہیں بتا سکتے۔ جس پر شیخ الاسلام نے لکھا کہ میں ان بسکٹوں کے استعمال کا مشورہ نہیں دے سکتا۔

اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ ولایت کی بنی ہوئی خوراک کی اشیاء خواہ بسکٹ ہوں یا

دودھ ہو، احباب پرہیز کریں۔ ہم خودتو دہلی کی ہندو کمپنی کے بسکٹ عندالضرورت استعمال کرتے ہیں خاکسار نے اس زمانہ سے آج تک میسرز ہنٹلے پامر کے بسکٹ کبھی استعمال نہیں کئے۔

مسٹر جارج بیکر نومسلم

حضرت احمدؑ کے ذریعہ امریکہ کے محمد الیگزینڈر رسل ویب مسلمان ہوئے اورانہی کی تحریک سے شہر فلاڈلفیا میں مسٹر اے جارج بیکر داخل اسلام ہوئے۔ اس نے لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور آپ کی جماعت میں داخل ہوں۔ مگر ہمارے ہاں دستور ہے کہ جو شخص کسی سوسائٹی یا انجمن کا ممبر ہوتو اس کے پاس اس انجمن یا سوسائٹی کی طرف سے انگوٹھی تعارف یا شناخت کا کوئی نشان یا ''سند'' دی جاتی ہے جس کو وہ عندالضرورت پیش کرتا ہے۔ پس آپ کی طرف سے کوئی ''سند'' یا نشان مجھے ارسال کیا جاوے۔ حضرت احمدؑ نے سنکر فرمایا کہ اُن کولکھ دیں کہ ہمارے ہاں سے کوئی سند یا نشان بغرض شناخت نہیں دیا جاتا۔ ہمارا نشان شناخت صرف یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وضو کر کے نماز ادا کرلیا کرو۔ یہ کافی نشان ہے دوسرے ''سندات'' یا نشان کو ایک منافق بھی پیش کرسکتا ہے۔

احمدؑ اینڈرسن حسن

امریکہ کے ایک اور نومسلم اینڈرسن صاحب نے نیویارک سے خط لکھا کہ میں مسٹر رسل ویب کے ذریعہ آپ کی جماعت میں داخل ہوا ہوں۔ حضور نے میرا نام اینڈرسن حسن تجویز فرمایا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ میرے نام کا ایک جز و حضور کا نام احمد بھی ہو۔ اس واسطے میں نے اپنا نام احمد اینڈرسن حسن تجویز کیا ہے۔ حضرت احمدؑ نے فرمایا کہ ان کو اطلاع دے دو کہ بہت اچھا ہے۔

مولوی برکت اللہ بھوپالوی

اس نومسلم نے لکھا کہ ہندوستان سے ایک سیاح برکت اللہ آیا ہے۔ وہ مجھ سے بذریعہ مسٹر رسل ویب متعارف ہوا۔ وہ حضور کی بڑی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جماعت احمدیہ روزافزوں ترقی کررہی

ہے۔ یہ مولوی برکت اللہ صاحب غالباً ریاست بھوپال کے باشندہ تھے اور 1905ء میں چین اور جاپان بھی گئے تھے اور وہاں سے اس نے قادیان لکھا تھا کہ جاپان کی توجہ اسلام کی طرف ہے اور ریویو انگریزی کثرت سے جاپان میں تقسیم کیا جاوے یہ خط وکتابت اخبار الحکم 1905ء میں موجود ہے۔

میرا سیر امرتسر کا شوق

جب ہماری موسم گرما کی تعطیلات ختم ہونے لگیں تو خاکسار جولائی کے اخیر میں گورداسپور سے پشاور روانہ ہوا۔ اسی گاڑی میں خواجہ کمال الدین صاحب گورداسپور سے لاہور آرہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ میں امرتسر کا شہر دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ کسی امرتسری احمدی سے کہہ دیں کہ مجھے شہر دکھاوے۔ انہوں نے ایک احمدی دوست سے کہا۔ امرتسر کے سٹیشن پر اُترا اور اس احمدی کے ساتھ ہال بازار تک گیا۔ دروازہ شہر میں داخل ہوکر اس نے کسی اور احمدی کے سپرد کردیا اور کہا کہ میرے ہاں قیام کا انتظام نہیں۔ دوسرے احمدی نے کہا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ مگر آپ میری دوکان میں سوجاویں۔ میری دوکان کوئلوں کی ہے۔ وہاں چارپائی ڈال دیتا ہوں۔ خاکسار نے عرض کی کہ مجھے کسی احمدیہ مسجد میں پہنچادیں۔ امرتسر میں تو کوئی مسجد احمدیہ بھی نہیں تھی۔

مسجد احمدیہ امرتسر

البتہ کٹڑہ جیمل سنگھ کوچہ وکیلاں میں ایک مختصر سی مسجد مغلیہ طرز کی احمدیوں کے قبضہ میں تھی، وہاں پہنچادیا۔ رات وہاں سخت گرمی تھی۔ ہوا رُکی ہوئی تھی۔ اردگرد بلند مکانات تھے۔ رات جوں توں کرکے گذر گئی۔ صبح نماز میں تین چار افراد تھے۔ ایک بھائی جہلم کا تھا جو امرتسر میں کوئی کام کرتا تھا۔ دوسرا حافظ (اندھا) نوجوان اور مستانہ سا تھا۔ نماز کے بعد جہلمی بھائی نے میرا بسترہ اور ٹرنک سنبھالا اور اپنے ڈیرے پر لے گیا اور اندھا میرا رہنما بنا۔ میں نے نہ جہلمی بھائی کا نام اور مقام پوچھا اور نہ اندھے رہنما سے۔ حافظ صاحب مجھے قریب ہی گھنٹہ گھر لے گئے۔ وہاں وہ خود کھڑا ہوا اور مجھے کہا کہ آپ دربار صاحب اندر سے دیکھ آئیں۔ میں دربار صاحب میں داخل ہوا اور سیر کی۔

امرتسر کا دربار صاحب

دربار صاحب ایک بڑی عظیم الشان قلعہ نما عمارت ہے جو شہر سے قدرے نشیب مقام میں واقع ہے۔اس کے چاروں طرف عمارات ہیں۔نشیب میں چوکور عمارت سطح زمین سے آٹھ دس فٹ نیچے ہیں۔اس کے چاروں طرف وسیع غلام گردش ہے جس کی دیواریں اور فرش سنگ مرمر کے ہیں اور وسط میں وسیع تالاب ہے اور تالاب کے وسط میں چوکور عمارت ہے جس میں شری گرو گرنتھ صاحب جی رکھا رہتا ہے۔ یہ وسطی عمارت بذریعہ ایک پل کے دس فٹ چوڑی ہوگی۔مغرب کی جانب غلام گردش کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔مغرب کو چند عبادت کے مقامات اور دفاتر ہیں۔اس عمارت کی بنیاد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سے رکھوائی گئی تھی۔دربار صاحب میں ہندو مسلمان سب جا سکتے تھے۔ان دنوں دیواروں میں ہنود کے بت بھی تھے۔گائیں بھی غلام گردش میں آزاد پھر رہی تھیں۔ بعد میں بت ہٹائے گئے۔

اندھا رہنما غائب

خاکسار جب سیر کر کے واپس گھنٹہ گھر کو آیا تو اندھا رہنما غائب تھا اور خاکسار حیرت زدہ کھڑا تھا۔ بالآخر فیصلہ کیا کہ اب تو بوجھ بھی ہلکا ہوا۔نہ بستر کا فکر اور نہ ٹرنک کا۔جدھر منہ ہو جائے ادھر چل کر سیر تو کرلوں۔پھر ریلوے سٹیشن جائیں گے۔یہ کہہ کر آگے بڑھا اور بازار کا چکر کاٹتا ہوا اکرموں کی ڈیوڑھی کی طرف بڑھا۔جب ہال بازار سامنے نظر آیا تو پیچھے سے کان میں آوازیں بھائی جی بھائی جی آنے لگیں۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک صاحب ایک سرائے کے دروازہ میں کھڑے ہیں اور اپنی طرف بلا رہے ہیں۔جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ وہی جہلمی بھائی نکلے۔جن کے پاس میرا بسترہ اور ٹرنک تھا۔یہ تو اتفاق کی بات تھی کہ خدا تعالیٰ نے جہلمی بھائی ملا دیا ورنہ خاکسار کو اس کا نام نہ پتہ معلوم تھا۔میں تو سمجھا تھا کہ بسترے اور ٹرنک سے بے فکر ہو گیا۔اب تو اس مصرعہ کا مصداق تھا کہ ''سبکسار مردم سُبک تر روند''۔یعنی جن کا بوجھ جس قدر ہلکا ہوتا ہے اسی قدر جلدی چل سکتا ہے۔

پنجاب کی سرحد

جہلمی بھائی نے کہا کہ میں نے دیر سے آپ کے واسطے دہی اور کلچہ کا بندوبست کیا ہے کہ آپ ناشتہ کرلیں اور بتایا کہ میں سرحد کا رہنے والا ہوں۔ہم تو مجبور ہیں۔خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ سرحد کے کس مقام کے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم شہر جہلم کے ہیں۔تب معلوم ہؤا کہ جہلم والے بھی اپنے آپ کو سرحد میں ہی شمار کرتے ہیں کیونکہ پنجاب کے پانچ دریاؤں میں سے آخری دریا جہلم ہی ہے۔خاکسار نے شکریہ ادا کیا۔اور ایک بمبوکارٹ میں سوار ہوا اور امرتسر ریلوے سٹیشن پر پہنچا۔ سیدھا لاہور اور وہاں سے پشاور آیا۔

خواجہ کمال الدین وکیل پشاور

خواجہ کمال الدین صاحب خلف خواجہ عزیز الدین صاحب ساکن لاہور بی اے ایل ایل بی کا پاس کرکے اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر مقرر ہوئے۔پھر وکالت کی سند لی اور 1898ء میں پشاور کے مولوی سعد الدین خان وکیل کے ساتھ مل کر کابلی دروازہ کے باہر کلب کا پہلا بالاخانہ کرایہ پر لیا اور یہاں کام شروع کردیا۔مولوی سعد الدین صاحب مقدمہ کی فائل تیار کرتے اور خواجہ صاحب عدالت میں پیش کرتے اور آمد نصف نصف بانٹ لیتے۔اگست 1904ء تک یہ شراکت رہی۔

مولوی سعد الدین صاحب کا سلوک

جب خواجہ صاحب نے جنوری 1903ء سے مولوی کرم دین کے مقدمات میں بطور وکیل گورداسپور آنا جانا شروع کیا۔تو مولوی سعد الدین صاحب نے اس کا حصہ دینا بند کردیا۔خواجہ صاحب ان دنوں کوچہ خداداد پشاور میں نزد مکان آغا سید فضل علی شاہ صاحب سکونت رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب کی غیر حاضری میں ان کا ایک بیٹا جو خواجہ نذیر احمد اور خواجہ بشیر احمد سے چھوٹا تھا، فوت ہوا اور کفن دفن کا خرچ حضرت مولوی غلام حسن خان صاحبؓ نے ادا کیا۔تو خواجہ صاحب نے واقعہ حضرت صاحبؑ سے بیان کیا کہ مولوی سعد الدین نے میرے گھر میں خرچ دینا بند کردیا ہے۔

حضرت صاحبؑ نے اسی وقت ایک ہزار روپیہ گھر کے خرچ کے واسطے خواجہ صاحب کے سپرد کردیئے۔حضرت صاحبؑ کا یہ حسن سلوک قابل تقلید امر ہے۔

خواجہ صاحب ماہ اگست 1904ء میں لاہور سے پشاور آئے اور مولوی سعد الدین پشاور سے لاہور گئے تھے۔خواجہ صاحب خاکسار کو ساتھ لیکر اپنے بالاخانہ پر گئے۔ وہاں دو تین کھٹکر کے صندوقوں میں اپنی کتب قانون اور سامان سے بھر کر ریلوے سٹیشن پر لے گئے اور لاہور روانہ کردیئے اور شراکت توڑ دی۔

خواجہ صاحب نے دو فوٹو ایک حضرت صاحب کا دوسرا مولوی محمدؓ علی صاحب کا جواب تک میرے پاس موجود ہیں خاکسار کو دیئے۔

فصل پنجم

سفر لاہور ستمبر 1904ء

ماہ اگست 1904ء کے اخیر میں لاہور سے ایک اشتہار آیا کہ سیدنا حضرت احمد علیہ السلام گورداسپور سے لاہور تشریف لائے ہیں۔ اور 3ر ستمبر 1904ء ہفتہ کے دن ایک تھیئٹر کے منڈوہ میں جو احاطہ حضرت داتا گنج بخش میں واقع ہے اور کرایہ پر لیا گیا ہے، ملک کے موجودہ مذاہب اور اسلام کے عنوان پر پبلک تقریر فرماویں گے۔ یہ تقریر ایک رسالہ کی صورت میں طبع شدہ تھی جو حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ نے سنائی تھی۔

جماعت احمدیہ پشاور کے کچھ افراد پہلے لاہور حضرت احمدؑ کے ورود پر پہنچ چکے تھے اور کوئی بیس کے قریب افراد جمعہ کی نماز پڑھ کر میل ٹرین میں عصر کے قریب پشاور سے روانہ ہوئے اور 3ر ستمبر کی صبح 6 بجے لاہور پہنچ گئے۔

مولوی عبداللہ جان صاحب سٹیشن پر استقبال کیلئے موجود تھے ریلوے سٹیٹن سے سیدھے نولکھا کے قریب روضہ حضرت شاہ محمد غوث جا اترے اور سامان حضرت میاں چراغ دین رئیس لاہور کے مکان پر رکھا اور ہم سب بھاٹی دروازے کے راستے لیکچر گاہ میں گئے۔

3ر ستمبر کو پشاور سے حضرت مولانا غلام حسنؓ، خاکسار، میرزا محمد شریف خان، میرزا محمد سلطان، مولوی عبدالحنان، بابو محمد دلاور خان، عبدالاکبر خان، حاجی ڈاکٹر محمد الدین ساکن کھاریاں، صاحبزادہ چراغ دین ساکن موچی پورہ پشاور، محمد حسین خلف منشی کریم بخش صاحب احمدی ساکن گوجرانوالہ اور مستری میاں محمد صاحب مکی لاہور آئے۔ اور دوستوں کے نام یاد نہیں۔ سید لعل شاہ برق نوشہروی،

میرزا میر اکبر صاحب ساکن ہوتی وغیرہ ہم سے پہلے آئے تھے۔

جب ہم حضرت شاہ محمدؒ غوث صاحب کی زیارت گاہ کے پاس سے گزرے تو وہاں مسجد میں ملاؤں کا جلسہ تھا اور شمس العلماء مولوی عبداللہ ٹونکی پرنسپل اورنٹیل کالج صدر جلسہ تھے۔

مولوی ٹاہلی والا

جب ہم بھاٹی دروازے سے گزر کر لیکچر گاہ میں پہنچے تو وہاں شیشم (ٹاہلی) کے درخت تھے۔ ایک درخت پر ایک مولوی صاحب اوپر چڑھ کر نعرے لگا رہے تھے کہ جو شخص یہ لیکچر سنے گا تو اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ بالآخر خود بھی شریک جلسہ ہو گئے کیونکہ لوگوں نے ان کے فتویٰ پر عمل نہ کیا۔

بیس ہزار سامعین

جلسہ گاہ میں بقول اخبار 'پنجہ فولاد' لاہور، بیس ہزار سامعین تھے۔ جلسہ گاہ کی سٹیج پر گول نصف دائرہ میں کرسیاں تھیں جن پر جماعت کے معززین تشریف فرما تھے۔ ان میں خود حضرت احمد بالکل حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے پیچھے کرسی پر تشریف فرما تھے۔ دو گھنٹے کامل میں سارا لیکچر سنایا گیا۔ ہم قریباً نصف لیکچر ہونے پر پہنچے۔ سٹیج پر کرسیوں کے نیچے قنات تھی اور قنات کے پیچھے پولیس اور جماعت پشاور کا پہرہ تھا۔ خاکسار دائیں سرے پر قنات کے ساتھ کھڑا تھا۔ میرے پاس ایک عیسائی سب انسپکٹر پولیس تھا جو مہاں سنگھ کے باغ لاہور کا باشندہ اینگلو انڈین تھا اور ٹھیٹھ پنجابی بولتا تھا۔ ڈیوٹی پر کھڑا تھا جب لیکچر ختم ہوا تو لوگ منتشر ہونے لگے اور غوغا مچنے لگا تو خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت احمدؑ سے عرض کی کہ حضور زبانی بھی کچھ تقریر فرماویں تا کہ لوگ حضور کے منہ سے آپ کا مبارک کلام سنیں۔ حضرت صاحب کھڑے ہوئے مگر لوگوں کو کون خاموش کرے۔ اتنے میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ مجھے اب ٹھیک یاد نہیں کہ وہ سورۃ دہر کا حصہ تھا یا سورۃ قٓ کا مگر حضرت مولوی صاحب نے جونہی قرآن کریم کی تلاوت شروع

کی تو اس عیسائی پولیس افسر نے کہا کہ دیکھو میرزے دا بیم باجا بولیا جے، ہن لوک خود چُپ ہوجاون گے۔ یعنی حضرت مولوی صاحب، حضرت احمد کا بین باجہ ہیں جونہی لوگ ان کی سُریلی آواز سُن لیں گے، وہ فوراً چُپ ہوجاویں گے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی تلاوتِ قرآن

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جونہی آدھا رکوع حضرت مولوی صاحب نے تلاوت فرمایا۔ لوگ دم بخود ہو گئے تب حضرت مولوی صاحب نے حضرت احمدؑ سے عرض کی کہ حضور تقریر فرماویں۔

حضرت احمد علیہ السلام کی زبانی تقریر

حضرت صاحب جب کھڑے ہوئے تو ان کے دائیں ہاتھ میں بید کی سوٹی تھی۔ بایاں ہاتھ پگڑی کے پلہ کے ساتھ ناک پر تھا۔ آہستہ آہستہ بولنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ آواز بلند ہوتی گئی اور منہ سے پلّہ اٹھا دیا۔ ایک گھنٹہ تک ضرورتِ مصلح پر زبانی تقریر فرمائی اور آخری فقرہ جس پر تقریر ختم کی یہ تھا:

اگر درخانہ کس است۔ ہمیں قدر بس است

یعنی اگر کوئی سمجھ والا انسان اس گھر میں موجود ہے تو اس قدر کہنا کافی ہے۔

جلسہ ختم ہوا۔ لوگ منتشر ہو گئے اور احباب نے حضرت احمدؑ کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ اور سٹیج سے فٹن تک پہنچایا۔ حضرت صاحب سوار ہوئے۔

حضرت اقدسؑ کی سواری

ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب گڑیانوی گاڑی کے پیچھے کھڑے تھے۔ آگے ڈرائیور اور ایک احمدی بیٹھے اور چار پولیس کے سوار آپ کے پیچھے دائیں اور بائیں ہو گئے اور سواری روانہ ہوئی۔ خاکسار اور میرزا امیر اکبر مرحوم فٹن کے تعاقب میں بھاٹی دروازہ سے دوڑتے ہوئے حضرت شاہ محمد غوث

تک آئے۔

ملّاؤں کی بدحواسی

جب ملّاؤں کو علم ہوُا کہ حضرت صاحبؑ کی سواری آ رہی ہے تو سب جلسہ چھوڑ سڑک کی دیوار کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور ہئے ہئے میرزا کہتے ہوئے دل کا غبار نکالا۔

ڈاکٹر محمدؐ اسمٰعیل صاحب نے پنجابی کا ایک فقرہ ان کو کہا کہ جس کا مقصد یہ تھا کہ میدان تو ہم فتح کر آئے۔ اب تم پڑے سر پیٹتے رہو۔ حضرت صاحبؑ اپنی فرودگاہ پر اتر گئے جو کوچہ مسجد احمد یہ نولکھا کے سرے پر بائیں جانب حضرت میاں معراج الدین صاحب کا مکان تھا۔ احباب پشاور نے حضرت احمدؑ کی ملاقات اسی مکان میں کی۔

ایک مکیؔ عرب کا غوغا

جس وقت حضرت احمد علیہ السلام جلسہ گاہ سے واپس تشریف لائے تو ان کے مکان کے بالمقابل سڑک کی دوسری جانب مغرب کو ایک عرب کھڑا شور مچا رہا تھا ھٰذا الرّجل کذّابٌ ھٰذا بطّال یعنی یہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور باطل پرست ہے۔

خاکسار نے نزدیک ہو کر پوچھا۔ عرب صاحب آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ اس نے کہا کہ مکہ معظّمہ سے خاکسار نے کہا کہ اسی مکہ معظّمہ سے جہاں کے قریش کفار نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ھٰذَا سَاحِرٌ کَذَّابٌ کہا تھا۔ یعنی یہ شخص ساحر اور جھوٹا کہا گیا تھا۔ غالباً تم بھی انہی قریش کی اولاد ہو۔ وہ شرمندہ ہو کر چپ ہو گیا۔ اور چل دیا۔

آریوں کی گیدڑ بھبکیاں

خاکسار نے لاہور میں ایک کارڈ پڑھا جو فیروز پور سے کسی آریہ منچلے نے لکھا تھا اور حضرت صاحب کو مخاطب کیا تھا کہ آپ 3 ؍ستمبر کو گھر سے لیکچر گاہ کو جاتے وقت وصیت کر جائیں اور کنجیاں گھر

والوں کو سونپ جاویں کیونکہ آپ سے لاہور میں اس دن پنڈت لیکھرام مقتول کا بدلہ لیا جاوے گا۔

خدا کا مرسل شیر کی طرح بغیر کسی حفاظت کے لیکچر گاہ میں گیا اور دو گھنٹہ سٹیج پر سامنے بیٹھا رہا اور ایک گھنٹہ خود بیس ہزار افراد کے مجمع میں شیر کی طرح للکارتا رہا۔ صحیح وسلامت گھر سے گیا اور خدا تعالیٰ صحیح وسلامت گھر لایا۔ وہاں اس کا کون محافظ تھا۔ صرف اللہ۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔

محترم مستری میاں محمد صاحب مکی نے ایک واقعہ سنایا کہ دو تین دن پہلے سے ہی جماعت احمدیہ پشاور کے نوجوان سٹیج کی حفاظت کرتے رہے۔ ایک رات وہاں سٹیج کے پاس ایک کشمیری نوجوان آنکلا جو سٹیج پر سونا چاہتا تھا۔ سید لعل شاہ برق نوشہروی اس کو روک رہا تھا کہ یہاں سونے کی کسی اجنبی کو اجازت نہیں۔ مگر اس نے نہ بتایا کہ وہ بھی احمدی ہے۔ جب وہ روکے سے نہ رکا اور جلسہ گاہ سے جانا نہ چاہا تو سید لعل شاہ نے ان کو گلے سے پکڑ کر باہر نکالنا چاہا۔ تو اس نے کہنا شروع کیا:

''یہ دیکھو کشتی نوح تے عمل ہوندا اے''

یعنی یہ تماشا دیکھو یہ احمدی کشتی نوح کی تعلیم پر عمل کر رہا ہے۔ یعنی اس کے خلافِ عمل کر رہا ہے سید لعل شاہ نے کہا کہ یہ جملہ سن کر میں اس قدر شرمندہ ہؤا کہ اس نوجوان کو فوراً میں نے چھوڑ دیا اور بڑی منّت سے اس سے معافی کا خواستگار ہؤا۔ یہ حضرت احمد کی تعلیم کا اثر تھا کہ نفس لوامہ نے فوراً ملامت کی۔ احمدیت سے کم از کم ایک احمدی کا نفس امارہ سے نفس لوّامہ میں بدل جاتا ہے۔ یہ بھی بڑی سعادت ہے کہ انسان میں احساس گناہ پیدا ہو۔ غیر احمدی تو گناہ پر فخر کرتے ہیں اور پشیمانی تو جانتے تک نہیں۔

نر گدا اور خر گدا

لاہور کے اس دفعہ کے قیام میں ایک موقع پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ گدا دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نر گدا، کہ راہ چلتے آواز دیتا ہے کہ کوئی ہے جو خدا کے نام پر ہمارا سوال پورا کرے۔ اگر کسی نے کچھ دیا تو لے لیا ورنہ چلتا بنا۔ دوسرا خر گدا ہوتا ہے جو سوال کر کے اکڑ جاتا ہے کہ لے کر

رہوں گا اور مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ کچھ مل نہ جاوے۔

پس مومن کو چاہیئے کہ خدا کے ساتھ خرگدا کا معاملہ کرے۔ مانگتا چلا جاوے اور تھکے نہیں۔ جب تک کہ اس کا کام ہو نہ جاوے۔ بالآخر لے کر ہی رہے۔ مایوسی کفر ہے۔

کثرت ملاقات اور خط و کتابت

حضرت احمدؑ پسند فرماتے تھے کہ احباب کثرت سے قادیان آکر ملا کریں۔ قادیان میں قیام کریں اور کثرت سے بغرض دعا خط لکھا کریں۔ میں نے بدوران قیام گورداسپور دیکھا کہ بعض احباب روزانہ، بعض دوسرے تیسرے دن بعد، بعض ہفتہ وار بغرض دُعا یاددہانی کراتے۔

نور پور ضلع کانگڑہ کے ڈاکٹر نعمت خان ایک مخلص احمدی جو ویٹرنری اسسٹنٹ تھے اور پشاور میں فوج میں تھے، روزانہ ایک کارڈ بغرض دعا لکھا کرتے جن کے چاروں کونوں پر سبز رنگ میں دعا کیلئے خط لکھا کرتے تھے۔ حضرت صاحبؑ تمام خط لکھنے والوں کے خطوط لیکر بیعت الدُّعا میں سب کے واسطے دُعا کرتے۔

فصل ششم

سفر گورداسپور - بار دوم

لاہور سے پیر کے دن 5 ستمبر 1904ء کو 6 بجے صبح کی ٹرین میں یہ احباب گورداسپور حضرت احمد علیہ السلام کے پاس حاصر ہوئے۔ بعض احباب لاہور سے پشاور چلے گئے اور بعض احباب لاہور سے گورداسپور حضرت صاحبؑ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

احباب پشاور ٹرین میں

ٹرین کے ایک کمرہ میں مولانا غلام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت میر ناصر نواب اور یہ خاکسار، صاحبزادہ چراغ الدین، بابو محمد دلاور خان، عبدالاکبر خان، مستری میاں محمد مکی اور حاجی ڈاکٹر محمد دین ساکن کھاریاں سوار تھے۔ اسی کمرہ میں دو بڑے بکس کھٹکر کے تھے جن میں وہ تحفہ جات تھے جو باشندگان لاہور نے حضرت احمدؑ کو پیش کئے تھے۔ از قسم کلچے، مٹھائی اور پھل وغیرہ۔

حضرت احمدؑ کی نبوت

چونکہ احباب نے لاہور اور امرتسر چائے نہ پی تھی اور بغیر ناشتہ کئے روانہ ہوئے تھے۔ بٹالہ کے قریب سخت بھُوک محسوس ہوئی۔ عبدالاکبر خان نے کہا کہ ہم کو سخت بھوک لگی ہے اور ان بکسوں میں کھانے کی چیزیں ہیں۔ کیا ہم کھا سکتے ہیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے فرمایا کہ یہ حضرت صاحبؑ کی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر ان کا کھانا منع اور ناجائز ہے۔

حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (سورۃ الاحزاب)

یعنی ہر نبی مومنوں کے نفسوں سے بالاتر یعنی روحانی باپ ہوتا ہے اور اس کے خادم اس کی روحانی اولاد ہوتے ہیں اور احمد نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ پس اولاد پر باپ کا مال حلال اور جائز ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے نَحْنُ مَعْشَرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ یعنی ہم انبیاء کا گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔ گویا نبی کا مال امت اور جماعت کے واسطے وقف ہے۔ اس پر حضرت سیدنا صر نواب صاحب خاموش ہو گئے اور عبدالاکبر خان نے ایک چاقو نکالا اور کھٹکر کے دو تختوں میں اڑا کر کھولا اور پھلیاں اور مٹھائی نکالی اور سب احباب نے کھائیں۔

اختلاف سلسلہ واقع ہونے پر ایک موقع پر حضرت مولانا غلام حسنؓ صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو حضرت احمد کو نبی نہیں مانا تھا۔ صاحبزادہ صاحب چراغ دین یہ روایت ہمارے پاس لائے۔ خاکسار نے یہ واقعہ یاد دلایا۔ صاحبزادہ صاحب اور ڈاکٹر محمد دین صاحب نے تصدیق کی۔ محترم مولانا نے فرمایا کہ قاضی صاحب ہمارے واسطے پرانیاں وحیاں پھولتا رہتا ہے۔ یعنی فراموش شدہ واقعات ڈھونڈھ لیتا ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضرت مولانا اس وقت فی الواقع حضرت احمدؑ کو نبی جانتے تھے یا اس وقت صرف پھلیاں کھانے کے واسطے آپ کو نبی مان لیا گیا تھا۔

سقف کے منڈیر پر جنگلہ

جب حضرت صاحب مع خدام گورداسپور پہنچے۔ تو حضور نے حکم دیا کہ آریہ کے مکان کے سقف پر منڈیر اور جنگلہ بنا لیا جاوے۔ کیونکہ بغیر حفاظت کے چھت پر رہنا یا چڑھنا خلاف شریعت ہے چنانچہ اس امر کی فوری تعمیل ہوئی اور منڈیروں پر جنگلہ لگایا گیا۔ حضرت صاحب مع عیال اس مکان میں سکونت پذیر ہوئے اور احباب کے واسطے باہر میدان میں خیمہ لگا ہوا تھا۔ جہاں حضرت نور الدین صاحب درس دیا کرتے تھے۔

حضرت میرزا بشیر احمد صاحبؓ

حضرت میرزا بشیر احمد صاحبؓ جن کا نکاح حضرت مولانا غلام حسن صاحب کی دختر نیک اختر سے 1902ء میں ہوا تھا۔ آپ قریباً دس گیارہ برس کے تھے اور اکثر ہمارے پاس رہتے اور بڑی محبت سے پیش آتے۔ سادہ وجود زمینداروں کا سا اور خاموش مزاج تھا معصومانہ حرکات تھیں

میرے پہلے قیام گورداسپور میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک دفعہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے حضرت احمد سے عرض کی کہ حضور لنگری کہتا ہے کہ لنگر کا خرچ ختم ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ بعض مخلص احباب کو متوجہ کیا جاوے۔ چند مخلص افراد کو امدادِ لنگر کے واسطے خطوط لکھے گئے اور کئی مخلصوں کے جواب اور رقوم آئیں۔ ان میں سے ایک واقعہ خاکسار کو یاد ہے کہ وزیر آباد کے شیخ خاندان نے (جو مخلص احمدی تھے) کا ایک پسر نوجوان خط ملتے وقت طاعون سے فوت ہوا تھا اور اس کے کفن دفن کے واسطے مبلغ دوسو روپے بغرض اخراجات اس کے پاس موجود تھے۔ اس نے اسی وقت ایک خط حضرت احمدؑ کو لکھا۔ یہ خط ایک سبز کاغذ پر تحریر تھا۔ جن کے عنوان میں لکھا:

اے خوشا مال کہ قربان مسیحا گردد

مبارک ہے وہ مال جو خدا کے مسیح کے لئے قربان کر دیا جاوے۔ نیچے خط میں لکھا کہ میرا نوجوان لڑکا طاعون سے فوت ہوا ہے۔ میں نے اُس کی تجہیز و تکفین کے واسطے مبلغ دوسو روپے تجویز کئے تھے جو ارسال خدمت کرتا ہوں اور لڑکے کو اس کے لباس میں دفن کرتا ہوں۔ یہ ہے وہ اخلاص جو حضرت صاحب کے مریدوں کے دلوں میں حضرت صاحب کے واسطے تھا۔ یہی لوگ تھے جن کو آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے ماتحت۔ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا۔ کا مصداق قرار دیا۔

میرزا محمود زرقانی بہائی مبلغ

موسم گرما 1904ء میں غالباً جون جولائی میں ایران کا بہائی مبلغ محمود زرقانی پشاور آیا تھا۔ مولوی سعد الدین وکیل پشاور کے بالا خانہ بیرون کابلی دروازہ اسلامیہ کلب میں قیام پذیر تھا۔ خاکسار مع رفقاء اس کو اکثر ملنے جاتے اور مختلف مضامین پر اس سے گفتگو ہوتی رہتی۔ وہ زیادہ تر دوسروں کے مذہب پر نکتہ چینی اور ان کے عقائد سے فائدہ لیتا تھا۔ خود میرزا علی محمد باب یا میرزا حسین علی بہاء اللہ کے دعاوی یا دلائل یا تعلیم پیش نہ کرتا تھا۔ ہمارے عزیز دوست میرزا شربت علی خان کو اس کی فارسی بولنے کا بڑا لُطف آتا تھا۔

یہی شخص ماہ اگست کے آخیر میں لاہور آ گیا تھا اور مولوی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے اس کو پبلک میں حضرت احمدؑ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔ چنانچہ اس نے حضرت صاحب سے ذوالقرنین کے بارہ میں سوالات کئے۔ حضرت صاحب نے مختصر سا جواب اپنے لیکچر لاہور کے سرورق پر دے دیا تھا اور بالتفصیل براہین احمدیہ حصہ پنجم میں دیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آئندہ زمانہ میں ہونے والا ذوالقرنین میں ہوں جو دو نبیوں کا بروز ہوں۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور دو صدیوں کے سر پر مبعوث ہؤا ہوں۔ محمود زرقانی نے اس کے بعد کوئی قابل ذکر سوال و جواب نہ کیا اور خاموشی اختیار کی۔

مکرم چودھری عبدالعزیز اوجلوی صاحب

جن مخلص احباب نے لنگر خانہ کے واسطے فوراً امداد بھیجی۔ ان میں ایک شخص مکرم چودھری عبد العزیز صاحب احمدی اوجلوی پٹواری بھی تھے۔ جو خود گورداسپور آئے اور آریہ کے مکان میں جب کہ حضرت احمدؑ اوپر سے نیچے اتر رہے تھے، زینہ میں نصف راہ میں ملے اور ایک سو روپیہ چاندی کے حضرت صاحبؑ کو پیش کئے کہ حضور کا خط آیا اور خاکسار کے پاس یہی رقم موجود تھی جو بطور امداد لنگر پیش کر رہا ہوں۔ مجھے ایک پٹواری کے جوان دنوں صرف چھ روپے ماہوار تنخواہ لیتا تھا۔ اس ایثار

پر رشک آیا خدا تعالیٰ نے اس کے اخلاص کے عوض اس پر بڑے فضل کئے۔

مولوی ٹاہلی گورداسپور میں

ایک دن گورداسپور میں اعلان ہوا کہ لاہور کا ایک مولوی ٹاہلی گورداسپور آیا ہے اور فلاں مسجد میں احمدیت کے خلاف وعظ کرے گا۔ لوگ وہاں آکر وعظ سنیں۔ باشندگان گورداسپور نے تو کوئی دلچسپی نہ لی۔ البتہ جماعت احمدیہ پشاور کے افراد جو وہاں موجود تھے۔ سب اس مسجد میں پہنچ گئے۔ نماز شام کے بعد مولوی ٹاہلی درمیانی محراب میں کھڑا ہوا اور خاکسار اس کے پاس ہی کھڑا تھا وہ کچھ کہنے لگا۔ خاکسار نے عرض کی کہ مولوی صاحب جو کچھ فرماویں ذرا شرافت اور تہذیب سے فرماویں۔ کیونکہ آپ کے سامعین میں زیادہ تر پشاور کے احمدی ہیں۔ مولوی صاحب نے جونہی یہ لفظ سنا فوراً اپنی کتاب بغل میں دبائی اور جوتیاں اٹھا کر سامعین کو منتظر چھوڑ کر مسجد سے باہر نکلے اور ایسے گئے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ یہ تھی چودھویں صدی کے مولوی کی حق گوئی کی جرأت۔ سامعین اور ناظرین حیرت زدہ ہوئے کہ مولوی صاحب کہاں گئے اور ان کو کیا ہو گیا۔

ایک دفعہ عدالت کے اوقات میں احباب حضرت احمدؑ کی ملاقات سے فارغ ہو کر چل دیئے اور خاکسار اور بابو دلاور خاں اسمٰعیلوی اور حضرت احمد علیہ السلام رہ گئے۔ حضرت صاحب اٹھے اور جامن کے درختوں کے نیچے ٹہلنے لگے۔ خاکسار اور بابو صاحب بھی ساتھ ساتھ ٹہلتے جاتے۔ خاکسار نے بابو دلاور خاں سے کہا کہ یہ بڑا غنیمت موقعہ ہے اگر حضرت صاحبؑ سے کوئی ضروری امر دریافت کرنا ہو تو اب کرلو۔ بابو صاحب نے دو سوال کئے:

پہلا سوال: کہ حضور حضرت نوحؑ کا طوفان کل دنیا پر آیا تھا یا صرف عراق کی سرزمین پر تھا، جہاں حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

دوسرا سوال: فرعون رود نیل میں غرق ہوا تھا یا بحیرۂ قلزم میں۔

بابو صاحب کا منشا یہ تھا کہ اگر حضرت صاحب فرماویں کہ نوحؑ کا طوفان ساری دنیا پر آیا تھا تو

میں کہہ دوں گا کہ حضور حضرت نوحؑ تو عراق کے نبی تھے۔کل دنیا کیوں بے گناہ تباہ ہوگئی اور اگر حضرت صاحب فرماویں کہ طوفان صرف عراق میں آیا تھا تو میں کہہ دوں گا کہ توریت میں تو لکھا ہے کہ ساری دنیا میں طوفان آیا تھا۔

اسی طرح اگر حضرت صاحب فرماویں کہ فرعون رود نیل میں غرق ہوا تھا تو میں کہہ دوں گا کہ حضور فرعون کو توریت میں بحر قلزم میں غرق شدہ لکھا ہے اور اگر حضرت صاحب بحرِ قلزم کا فرماویں گے تو میں کہہ دوں گا کہ حضور نے نشان آسمانی نامی رسالہ میں رود نیل لکھا ہے۔

حضرت صاحب نے دونوں سوالوں کا جواب یہ دیا کہ کتابوں میں یہ واقعات لکھے ہوئے ہیں وہاں سے دیکھ لیں۔

جب خاکسار نے یہ حالت دیکھی تو سخت افسوس ہوا کہ تیرہ سو سال کے انتظار کے بعد جو موعود انسان آیا تو کیا اس سے یہ سوالات کرنے تھے آہ کس قدر قیمتی موقعہ کس بیدردی سے ضائع کیا گیا۔ **ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ** کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ساری عمر دلاور خان کو قادیان جانا نصیب نہ ہوا اور بالآخر فتنہ باغیہ میں شامل ہو کر حضرت احمد علیہ السلام کی نبوت اور خلافت احمدیہ کی برکات سے محروم ہو گیا۔[1]

سیدنا حضرت احمدؑ کو خدا تعالیٰ نے اطلاع دی تھی کہ ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“ اس کو مدنظر رکھ کر گورداسپور میں حضرت احمدؑ کا ایک ململ کا عمامہ جو حنا سے آلودہ تھا۔ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کے ذریعہ دلاور خاں نے حاصل کیا۔ اس پر حضرت مولانا غلام حسن صاحب نے فرمایا کہ دلاور خان نے اپنی اولاد کو روٹی سے بے غم کر دیا۔ مگر وہ حضرت صاحب کی نبوت سے منکر ہو کر اس لباس کی عظمت بھی کھو چکے۔ جبکہ کہا جاتا ہے کہ وہ عمامہ بھی کھو چکے۔

قریباً دو ہفتے گذار کر احباب پشاور، گورداسپور سے پشاور آگئے اور خاکسار بھی آ گیا۔

[1] خانصاحب اب مبائعین میں شامل ہیں۔ بذریعہ رویاء اللہ تعالیٰ نے ان کی راہ نمائی فرمائی جو صداقت خلافتِ ثانیہ کا واضح ثبوت ہے۔ (ناشر)

مارچ 1904ء میں مڈل کے امتحان میں اول نمبر پاس ہو کر نویں جماعت میں داخل ہوا اور اس سال خاکسار کے ذریعہ مولوی عطا اللہ صاحب ساکن اسمٰعیلہ اور مولوی مظفر احمد صاحب ساکن کلانور داخل احمدیت ہوئے۔ دسمبر 1904ء کو سالانہ جلسہ پر خاکسار نہ جا سکا۔

سال 1905ء میں اگرچہ خاکسار قادیان نہ جا سکتا۔ اس سال حضرت احمد علیہ السلام قادیان سے دہلی سفر پر تشریف لے گئے۔ اگرچہ آپ کو کشف میں دکھایا گیا کہ دہلی کے دروازے مقفل ہیں۔ مگر آپ نے قیام دہلی کے دوران میں گذشتہ اولیاء حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ کی زیارات پر تشریف لے گئے۔

سنا ہے کہ میرزا حیرت نے چیلنج دیا تھا کہ اگر حضرت احمدؑ صادق ہیں تو منارۂ جامع مسجد دہلی سے چھلانگ لگائیں۔ اگر زندہ اور سلامت بچ گئے تو وہ سچا مان لیں گے۔ اگر یہ درست ہے تو کاش ان کو علم ہوتا۔ متی کی انجیل میں بعینہٖ یہی سوال شیطان نے حضرت عیسیٰ ناصری سے کیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہیکل کے منارے سے اپنے آپ کو نیچے گرا دو۔ خدا تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔ حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ توریت میں لکھا ہے کہ تو اپنے خداوند خدا کو مت آزما۔

سفر دہلی کا ذکر کر اور واپسی پر شہر امرتسر کے اہلحدیث کی کرتوتوں کا ذکر اور مولوی عبد الرحیم صاحب قریشی کلرک دفتر تشحیذ الاذہان قادیان کا خط اس وقت کا لکھا ہوا جو مولوی عبد اللہ جان کو لکھا تھا اور اس نے مجھ کو دیا تھا۔ افسوس یہ خط گم ہو گیا ہے۔

فصل ہفتم

سفر قادیان بار سوم مئی 1904ء

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کا (جن کا نکاح 1904ء میں حضرت مولانا غلام حسن خان صاحبؓ کی دختر نیک اختر سے ہو چکا تھا) رخصتانہ ماہ مئی 1904ء میں مقرر ہؤا۔ اور برات کے ساتھ قادیان سے حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ، حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کشمیری، حضرت میر ناصر نواب دہلوی، حضرت میرزا محمود احمد صاحب، حضرت میرزا بشیر احمد صاحب، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اور جناب میرزا عزیز احمد خلف الرشید جناب میرزا سلطان احمد صاحب رئیس قادیان کا آنا مقرر ہؤا۔

جب جماعت احمدیہ مردان کو ان حضرات کے آنے کا علم ہوا تو انہوں نے قادیان حضرت احمدؑ کی خدمت میں عبد الاکبر خاں احمدی ساکن خزانہ ضلع پشاور کو جو ان دنوں تحصیل مردان میں نائب تحصیلداری کے امیدوار کے طور پر تربیت حاصل کر رہے تھے، قادیان روانہ کیا تاکہ شادی کی برات بجائے سیدھا پشاور جانے کے مردان سے ہو کر پشاور جاوے۔

ہوتی کے رئیس اعظم خان بہادر خواجہ محمد خاں صاحب کو جونہی اُن کے انگریزی کے کلرک محترم شیخ ہدایت اللہ صاحب نومسلم احمدی کے ذریعہ ان حضرات کا مردان میں آمد کا علم ہؤا تو بذریعہ شیخ ہدایت اللہ صاحب جماعت احمدیہ سے خواہش کی کہ بدوران قیام مردان، یہ مہمان سب میرے پاس ہوتی میں مہمان ہوں گے۔ اور جب خان بہادر محمد ابراہیم خان صاحب رئیس مردان کو علم ہؤا تو انہوں نے بذریعہ محترم میاں محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان خواہش کی کہ یہ مہمان میرے ہاں بھی دعوت مہمانی منظور کریں۔

ان دنوں 1904ء میں مردان سے ایک رسالہ آدھا اُردو آدھا فارسی زبان میں احمدیت کے خلاف پیر احمد علی شاہ ساکن مردان نے لکھا تھا اور خان بہادر محمد ابراہیم خان کے نام سے شائع ہوا تھا۔ خان بہادر موصوف ایک مرنج مرنجان مزاج کا نیک دل افغان تھا۔ اس کو احمدیت کے خلاف کوئی شوق معاندت نہ تھا مگر پیر صاحب نے ان کو آڑ بنالیا۔ پیر صاحب کو خود اپنے نام سے رسالہ جاری کرنے کی جرأت نہ تھی اور نہ اس کی تحریر کی ایک نوآموز بچہ کی تحریر سے زیادہ کوئی وقعت تھی۔ تاہم اس کا جواب مولوی محمد فضل خان چنگوی نے اخبار الحکم قادیان میں شائع کرادیا تھا۔ اس کا کوئی اثر بھی نہ تھا۔

دونوں رؤساء خلوص نیت سے مہمانوں کی آمد کے منتظر تھے اور اگر یہ لوگ مردان آجاتے تو خدا کے فضل سے اس کا بہت اچھا اثر ہوتا۔ مگر جب حضرت احمد علیہ السلام سے عبد الاکبر خان نے جماعت احمدیہ مردان اور رؤساء ہوتی مردان کی خواہش کا ذکر کیا تو حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب نے اس رسالہ کو مدنظر رکھ کر کہا کہ افغان لوگ بڑے سخت ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ارکان برات کو تکلیف نہ پہنچ جاوے۔ اس واسطے یہ برات مردان نہ جائے۔ حضرت احمدؑ کو اصل واقعات کا علم نہ تھا اور حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کے کہنے پر فرمایا کہ اچھا ہے برات سیدھی پشاور جائے اور واپس آجاوے۔ اس طرح عبد الاکبر خان اپنے مقصد میں ناکام واپس آگئے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب تو پشاور نہ آئے مگر باقی افراد سیدھے پشاور آئے اور تین دن قیام کیا اور تین دن کے بعد دلہن کو لے کر قادیان روانہ ہوئے۔ خاکسار اور عبدالرحیم جان خلف حضرت مولانا غلام حسن صاحب اور ایک عورت پشاور سے ساتھ گئے۔

خاکسار قادیان میں حضرت نواب محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ کے اس مکان میں قیام پذیر تھا جو حضرت صاحب کے مکان کے ساتھ احمدیہ چوک میں بنا ہوا تھا۔ ان دنوں قادیان میں سخت گرمی تھی۔ خاکسار اس دفعہ قادیان میں قریباً دو ہفتے مقیم رہا۔

محترم سید عبدالجبار شاہ صاحب رئیس ستھانہ علاقہ غیر سرحدان ایام میں پہلی بار قادیان تشریف

لائے تھے۔ غالباً اس وقت ان کی عمر کوئی 20 اور 25 سال کے درمیان ہوگی۔ کسی نے خاکسار کو اطلاع دی کہ مہمان خانہ میں سرحد کا ایک نوجوان مہمان آیا ہے۔ خاکسار اُن کو ملنے گیا اور پہلی دفعہ سید صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بدوران گفتگو بتایا کہ ان کا دادا سید اکبر شاہ بزمانہ اخوند صاحب سوات میں بادشاہ مقرر ہوئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چچازادوں نے ان کے والد کو قتل کر دیا اور ان کو ان کی ہمدرد اور بہادر ہمشیرہ نے کسی طرح بچا کر پوشیدہ کر لیا۔ آپ بالغ ہو کر بغرض تعلیم دہلی گئے اب دہلی سے تکمیل تعلیم کے بعد وطن جا رہے ہیں۔ قادیان میں حضرت احمد علیہ السلام کا سن کر اُن کی زیارت کرنے تشریف لائے ہیں۔

ایک دن خاکسار مہمان خانہ میں تھا اور حضرت صاحب کا خادم میر مہدی حسین صاحب مجروح خاکسار کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرتا ہوا مہمان خانہ میں آ نکلا اور یہ مصرع سنایا:

یار در خانہ و من گرد جہاں مے گردم

پھر فرمایا کہ اٹھو چلو مسجد مبارک میں حضرت صاحب نے آپ کو، سید عبد الجبار شاہ صاحب کو اور عبد الرحیم جان کو خاص دعوت میں بُلایا ہے۔ ہم تینوں مسجد مبارک گئے اور وہاں حضرت صاحب کے گھر کو جو کھڑکی کھلتی تھی اس کے سامنے حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے۔ خادمہ (حضرت شادی خاں کی والدہ) نے ہاتھ دھلوائے اور حضرت صاحب کے گھر سے روٹی اور سالن لائے اور ہر شخص کے سامنے تھالی رکھ دی۔ وہ دونوں ساتھی کھانے لگے اور میں نوالہ اٹھا کر رُک گیا۔ میرے سالن میں مکھی نکلی۔ مجھے مکّھی سے سخت نفرت ہے۔ خادمہ کو جب معلوم ہوا کہ میرے برتن میں مکھی نکلی ہے تو وہ فوراً میرے سامنے سے برتن اُٹھا کر جلدی سے کھڑکی میں داخل ہوئی تا کہ اور سالن لائے۔ اتفاق سے اسی کمرہ میں جس میں سے کھڑکی کھلتی تھی وہاں حضرت صاحبؑ کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت صاحب نے خادمہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ خادمہ نے مکھی کا ذکر کیا۔ حضرت صاحب نے فوراً اپنے سالن کا برتن دے دیا اور اپنا نوالہ اس میں چھوڑ دیا۔ خادمہ خوشی خوشی وہ برتن لائی اور یہ واقعہ سنایا تو میرے ساتھی مجھ سے تقاضا کرنے لگے کہ ہمارا بھی حق ہے کہ ہم اس پس خوردہ میں

سے بطور تبرک کھائیں۔ چنانچہ ہم تینوں نے وہ تبرک تناول کیا۔ کیا ہی مبارک موقعہ تھا اور حضرت صاحب کی کیا ذرہ نوازی تھی۔ یہ زریں موقع ہمارے بعد آنے والوں کو کب نصیب ہوسکتا ہے!!

امپائر ڈے کی خوشی

24رمئی کو عام طور پر ہندوستان میں انگریزوں کے زمانہ میں امپائر ڈے یوم سلطنت کی خوشی میں تعطیل منائی جاتی تھی۔ قادیان میں بھی مدارس میں رخصت ہوئی اور مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے صحن میں قریباً دس بجے صبح جلسہ منایا گیا۔ لڑکے اور استاد اور باشندگان قادیان جمع ہوئے اور حضرت مولانا نورالدین صاحب نے صدارت پر بیٹھتے ہی فی البدیہہ ایک اعلیٰ تقریر فرمائی جس کو سن کر خاکسار کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ اے کاش میں بھی ایسی فی البدیہہ بے دھڑک تقریر کرسکوں۔ آخر خدا تعالیٰ نے میری آرزو پوری کی اور جب کبھی کوئی تقریر، خطبہ جمعہ یا کوئی کچھ اور کہنے کھڑا ہوتا ہوں تو خود بخود زبان پر الفاظ اور جملے آیات اور احادیث آتے جاتے ہیں اور یہ صرف حضرت احمد علیہ السلام کے فیوض اور دعاؤں کی برکت ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

فارسی نظم

اس موقع پر حضرت عبیداللہ بسمل امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فارسی نظم بھی لکھی جس میں قیصر ہند اور حضرت مسیح موعودؑ کا مقابلہ تھا۔ وہ نظم اخبار الحکم میں شائع ہوئی تھی۔

نوشہرہ کا سائل

ایک دن مہمان خانہ میں ایک مسافر آنکلا جو اپنے آپ کو نوشہرہ کا باشندہ بتاتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ وہ احمدی ہے مگر خاکسار اس کی احمدیت سے قطعاً ناواقف تھا۔ نہ اس سے قبل کبھی نوشہرہ میں دیکھا تھا نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔ اس نے حضرت صاحب سے اپنے افلاس کی وجہ سے امداد کی درخواست کی۔

حضرت صاحب نے ایک روپیہ ارسال فرمایا کہ سردست ہمارے پاس یہ روپیہ ہے ارسال ہے اور دُعا کروں گا گویا اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ کا عملی نمونہ دکھایا۔ بغیر کچھ دیئے رخصت نہ کیا۔

جب خاکسار کی رخصت ختم ہونے لگی اور پشاور سے آمدہ عورت بھی واپسی کی خواہاں ہوئی۔ تو خاکسار نے حضرت احمدؑ کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھ کر پیش کیا:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ تَعَالٰی نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی مَنۡ جَآءَ بُرُوۡزُہٗ بَعۡدَہٗ

سیدنا و امامنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معروض حضرت اقدس ہوں کہ بعض اوقات نماز میں ایک قسم کا سوز ہوتا ہے اور نماز مزہ دیتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ اور دعا مانگوں۔ اکثر دفعہ نماز بوجھ معلوم ہوتی ہے اور طبیعت گھبراتی ہے۔

بعض اوقات اچھی اور نیک خوابیں آتی ہیں۔ مگر اکثر پریشان اور ڈراؤنی خوابیں آتی ہیں۔ دل ایسی خوابوں سے تنگ ہو جاتا ہے اور **لاحول** پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں۔ پھر بھی یہی حالت رہتی ہے۔ کوئی ناجائز فعل اگر سرزد ہوتا ہے تو دل میں ایک قسم کی ندامت اور ملامت کن تنازعہ شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی ایک طاقت کہتی ہے کہ خداوند **غفور الرحیم** ہے توبہ کر لو اور یہ ایک چھوٹی بات ہے مگر دوسری طاقت ایک قسم کی سوزش قلبی پیدا کرتی ہے اور خجالت میں ڈالتی ہے۔ کچھ اس معاملہ کی سمجھ نہیں آتی۔

ایک دفعہ ایک خواب دیکھا جس کو عرصہ قریباً سات سال کا ہوتا ہے کہ ایک بلند پہاڑ کے دائیں طرف ایک بڑا دریا ہے۔ پہاڑی کا دامن بڑا سرسبز ہے۔ میں روبہ مشرق کھڑا ہوں۔ جنوب کی جانب آفتاب کا کرہ پکڑ لیا ہے۔ دائیں ہاتھ میں اور بائیں ہاتھ میں چاند پکڑ رہا ہوں مگر ایک گز کے قریب باقی ہے۔ مگر چاند بدر ہے۔ یہ خواب بیعت سے تین سال قبل کی ہے۔ مگر تعبیر اب تک نہیں سمجھا۔

درخواست دُعا

اے غلام احمد و عیسیٰ بن مریم را مثال
بل ز عیسیٰ ہم فزوں تر در ہمہ فضل و کمال

حجۃ اللہ برزمیں مہدی موعود و کرشن
کا سر چوب چلیپا قاتل دجاّل ضال

مسقط وحی الٰہی مہبط روح الامین
منبع انوار ایزد مظہر حق ذوالجلال

رحمۃ للعالمیں خورشید گردونِ ہدی
ماہتاب چار دہم وماحی کفر و ضلال

یک نظر کن سوئے ما بیچارگاں از لطف خویش
تشنہ گانیم العطش خواہم کاسات الوصال

از ینابیع دعائیت گرنبو شانی بما
کاسہ بہتر بود از کوثر و آبِ زلال

عرض محزون گر قبول افتد زہے عز و شرف
این بود او را تمنا این بود او را خیال

مندرجہ ذیل اخوان پشاور کے واسطے دعا فرماویں:

سید لال شاہ صاحب برق نوشہروی، سید مدثر شاہ، فیض احمد، احمد جان، محمد اسمٰعیل صوفی، ڈاکٹر نعمت خان، مستری میاں محمد مکی، احمد جی وغیرہ۔

چونکہ پشاور کی مہمان عورت پشاور جانا چاہتی ہے اس لئے میں بھی خواستگار اجازت ہوں۔ کیونکہ اکیلی ہے اور اس کو واپس پہنچانا ہے اور میں نے مدرسہ میں بھی حاضر ہونا ہے۔

والسلام

خاکسار محمد یوسف احمدی۔ پشاوری

جواب منجانب حضرت احمد علیہ السلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اجازت ہے۔ خط پڑھ لیا ہے۔ میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ توبہ استغفار میں مشغول رہیں۔ میری دانست میں خواب اچھی ہے۔ واللہ اعلم۔

میرزا غلام احمد عفی عنہ

حضرت صاحب کی اجازت کے بعد خاکسار قادیان سے بٹالہ آیا۔ وہاں سے بذریعہ ٹرین امرتسر، لاہور اور پھر پشاور واپس آ گیا۔ خاکسار جلسہ سالانہ دسمبر 1906ء میں قادیان نہ جا سکا۔

مارچ 1906ء میں امتحان انٹرینس دیا۔ جون جولائی 1906ء میں جمرود میں مدرس رہا۔

6 ستمبر 1906ء کو دفتر چیف کمشنر صوبہ سرحد میں امیدوار کلرک مقرر ہوا اور یکم دسمبر 1909ء کو مستقل ملازم مقرر ہوا۔

فصل ہشتم

سفر قادیان بار چہارم نومبر 1907ء

خاکسار مرض اختلاج القلب میں آغاز 1907ء میں مبتلا ہؤا اور آغاز نومبر میں سخت کمزور ہو گیا۔ کثرت سے دل کی دھڑکن ہوتی اور ٹھنڈا پسینہ آتا اور دورہ کے وقت سخت کمزور ہو جاتا۔ خاکسار نے 15/نومبر سے دو ہفتہ کی رخصت بغرض علاج حاصل کی اور پشاور سے قادیان حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ سے علاج کرانے گیا۔ قادیان میں حضرت نورالدین صاحب روزانہ علاج کرتے، دوائی کھلاتے۔ اس مرض کے علاج کے واسطے حضرت نورالدین صاحب نے صندل پوڈر کا نسخہ تجویز فرمایا جو نو دوائیاں ہیں۔

نسخہ صندل پوڈر

(۱) صندل سفید (۲) صندل سُرخ (۳) ہرمچی (۴) برگ حنا (۵) برگ نیم (۶) مجیٹھ (۷) ملٹھی (۸) گیرو (۹) کچور۔ سب مساوی الوزن کوٹ کر کپڑے سے چھان کر باہم ملالیں۔ ہر روز صبح وشام ہمراہ پانی یا شربت شہد یا خالص شہد تین ماشہ کھالیا کریں۔ یہ نہایت مفید دوائی ہے۔

حکیم عبدالرحمن برادرزادہ حضرت نورالدین صاحب نے اس میں کاربونیٹ آف آئرن (کشتہ فولاد) کا اضافہ کیا اور قبض کشائی کے واسطے کافور کا تیل کھانا بتایا۔ قبض کشائی کی تاکید فرمائی۔

خاکسار قادیان میں 15/نومبر لغایت یکم دسمبر 1907ء تک رہا اور اسی دوران میں 18و 24 نومبر، یکم دسمبر 1907ء کو تین ایام جمعہ مُبارک کے آئے۔

مسجد مبارک کی توسیع اوّل

ان ایام میں صدر انجمن احمدیہ مسجد مبارک کی توسیع پہلی بار کررہی تھی۔ جانب جنوب مکانات میرزا نظام الدین میں سے ایک حصہ لیکر مسجد کو جنوب کی جانب بڑھایا گیا۔ نیچے دفتر اور اوپر مسجد بڑھائی گئی۔ پرانا حصہ مسجد مبارک، جیسا تھا ویسا چھوڑ دیا گیا اور جو بڑھایا گیا وہ نئی عمارت تھی۔ حضرت میر ناصر نواب ؓ نگران تعمیر تھے۔ دسمبر 1902ء میں جب خاکسار قادیان گیا تھا تو مسجد مبارک کی چھت پر نمازی احمدی اگر میرزا نظام الدین صاحب کے مکان کے صحن میں غلطی سے تھوک دیتے تو میرزا نظام الدین صاحب سخت برہم ہوتے مگر خدا تعالیٰ نے اسی میرزا نظام الدین صاحب کے مکان کا ایک حصہ بغرض توسیع مسجد مبارک دلا دیا۔ یہ توسیع 1907ء میں پہلی دفعہ ہوئی۔ حضرت خلیفہ ثانی ؓ کے زمانہ میں جب بار دوئم توسیع مسجد مبارک ہوئی تو وہ بھی اسی میرزا نظام الدین صاحب کے مکان کے جنوب کو ہوئی۔

خدا تعالیٰ کی وحی زور شور سے پوری ہوئی

میرزا گل محمد صاحب جو میرزا نظام الدین صاحب کا اکلوتا بیٹا تھا، احمدی ہوگیا۔ بالفاظ دیگر ابوجہل ثانی کا بیٹا گل محمد عکرمہ بن گیا۔ باقی مغل رؤسا میرزا امام الدین اور میرزا کمال الدین وغیرہ سب حسب پیشگوئی یَنْقَطِعُ اٰبَاءُكَ وَيُبْدَاءُ مِنْكَ مقطوع النسل ہو گئے اور یا حضرت احمدؑ کی روحانی اولاد میں داخل ہو گئے۔ یہ حضرت احمد علیہ السلام کی صداقت کا ایک درخشندہ نشان ہے۔

صدر انجمن احمدیہ کی تعمیرات اور کار پردازان بہشتی مقبرہ کے معاملات میں ایک طرف حضرت میر ناصر نواب صاحب اور دوسری طرف مولوی محمد علی سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ کے باہمی تنازعات میں جس میں میر صاحب بحیثیت سب اُورسیر وانچارج تعمیرات اپنی مرضی سے کام کرتے اور مولوی محمد علی اپنی منواتے۔ حضرت احمد نے ایک تحریر لکھ دی کہ جن امور میں

ممبران صدر انجمن کی رائے کثرت سے ہو واسی امر پر عمل کیا جاوے۔ میر صاحب اور مولوی صاحب کثرت آراء کے پابند ہوں۔ مگر اختلاف کے بعد مولوی محمد علی نے اس تحریر کو صدر انجمن احمدیہ قادیان اور جماعت کے ہر کام پر حاوی کرنا چاہا جو محض ایک وکیلانہ سینہ زوری تھی۔ وہ اس تحریر کے ذریعہ خود حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی صدر انجمن احمدیہ کے احکام کے پابند کرنا چاہتے تھے حالانکہ خلیفہ مطاع کل ہوتا ہے اور انجمن بمعہ جماعت اس کی مطیع ہوتی ہے۔

مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ میں الگ الگ نماز جمعہ کا ہونا

جن ایام میں مسجد مبارک کی توسیع ہو رہی تھی حضرت احمد علیہ السلام مع رفقاء حضرت میرزا بشیر احمد کے اس مکان میں نمازیں اور نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ حضرت مولانا نورالدین جمعہ کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا کرنے جاتے۔ گویا ایک صد قدم کے فاصلہ پر دونوں مساجد میں علیحدہ علیحدہ نماز جمعہ ادا کی جاتی۔ خاکسار نے بھی بدوران قیام قادیان ماہ نومبر 1907ء میں مسجد مبارک کی بجائے نماز ہائے جمعہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کے مکان پر ادا کیں کیونکہ مسجد مبارک زیر توسیع تھی۔

لاہور کے آریوں کی مذہبی کانفرنس

ان ایام میں لاہور کی وچھوالی آریہ سماج نے اپنے سالانہ جلسہ میں مذاہب کی کانفرنس کرانی منظور کی اور اس میں ایک مضمون کا عنوان مقرر کیا: ''کیا دنیا میں کوئی الہامی کتاب'' ہے؟ اگر ہے تو کونسی ہے؟'' ہندو، آریہ، عیسائیوں اور مسلمانوں کو دعوت دی۔ حضرت احمدؑ کو بھی دعوت دی۔ آپ ایک مضمون قرآن کریم کے الہامی ہونے پر تحریر کر رہے تھے اور امرتسر کا کاتب مولوی غلام محمد صاحب احمدی خوشنویش اس کی کاپی لکھ رہا تھا جو لاہور کی آریہ کانفرنس میں سنایا جانا تھا۔

مولوی محمد بخش معاند احمدیت

مولوی محمد علی نے کہا کہ حضور ملّا محمد بخش مشہور معاند احمدیت معروف بہ جعفر زٹلی نے لاہور سے

ایک خط بھیجا ہے کہ حضرت صاحب کو بعد سلام کہہ دیا جائے اور ہماری طرف سے عرض کر دیا جاوے کہ اسلام کی تائید میں اس وقت مسلمانوں کی نمائندگی فرماویں اور ضرور ایک مضمون اس موقعہ کے واسطے تحریر فرماویں۔ حضرت صاحب نے سن کر مسکرا دیا اور فرمایا کہ ہم کو کافر بھی کہتے ہیں اور پھر کافروں سے اسلام کی تائید میں مضامین کی توقع بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کو اطلاع دے دیں کہ ہم مضمون لکھوا رہے ہیں۔

یہ دن جمعہ کا تھا اور غالباً 29/ یا 30/نومبر تھا۔ حضرت احمدؑ اپنے مکان سے سیڑھیوں کے ذریعہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کے مکان میں اُتر کر آئے اور اسی کمرہ میں نماز کا انتظام تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ آج کا خطبہ مختصر کیا جاوے کیونکہ کاتب غلام محمد کاپی لکھ رہا ہے اور وہ مضمون مانگے گا اور یہ مضمون 2/دسمبر تک چھپ کر تیار ہونا ہے اور 3/دسمبر کو لاہور میں جلسہ میں سنایا جاوے گا۔ مضمون کوئی 70 یا 80 صفحات کا تھا۔

مولوی سید محمد احسن صاحب کا خطبہ جمعہ

مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ اس قدر لمبا کیا کہ ساڑھے 12 بجے سے قریباً ساڑھے 3 بجے گئے۔ سورۃ المائدہ کی آیت هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ اَنۡ يُّنَزِّلَ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ پر خطبہ تھا اور کسی حدیث میں مسیح موعود کے ساتھ مادبہ کا ذکر تھا۔ مولوی صاحب نے بتانا چاہا کہ حضرت عیسیٰؑ پر مائدہ اترا اور مثیل عیسیٰ کے ساتھ مادبہ ہے اور مائدہ پر مادبہ کو فوقیت اور فضیلت ہے اور یہ سبب مشابہت و مماثلت تھی۔ پھر مائدہ کی مادی اور روحانی تشریح کی اور مادبہ میں بھی ان دونوں امور کا ذکر کیا۔ ساڑھے تین بجے کے قریب نماز جمعہ سے فارغ ہوئے اور حضرت صاحب نے فرمایا کہ اب نماز عصر بھی ساتھ ہی پڑھ لی جاوے۔

آریوں کا جلسہ

خاکسار تو یکم دسمبر کو قادیان سے واپس آ گیا۔ مگر آریہ سماج کا جلسہ 3/دسمبر کو ہوا اور آریوں

نے جلسہ میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ کیا۔ اپنے وعدہ پر پابند نہ رہے اور بجائے آخری وقت ہم کو دینے کے خود لے لیا اور بجائے نفس مضمون پر بولنے کے اپنی تقریر میں اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے شروع کر دیئے۔ اس جلسہ میں حضرت نور الدین ؓ نے حضرت صاحب ؑ کا مضمون سنایا۔ حضرت مولوی عبدالکریم ؓ فوت ہو چکے تھے اور کوئی اور ایسا مقرر موجود نہ تھا۔ آریوں کی تقریر کے نوٹ لئے گئے۔

چشمہ معرفت

حضرت صاحب ؑ کو جب جلسہ کے حالات سنائے گئے تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ روپے دے کر گالیاں کھائیں، جماعت وہاں کیوں بیٹھی رہی اور اُٹھ کر کیوں نہ آئی اور اسلام اور آنحضرت ؐ کی ہتک سننا کیونکر گوارا کیا۔ ان اعتراضات کے جوابات حضرت احمد ؑ نے لکھ کر اس کا نام 'چشمہ معرفت' رکھا اور ایک بے نظیر کتاب معرض وجود میں آئی۔

خاکسار قادیان سے لاہور آیا۔ محترم خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر رہا۔ وہاں سے پشاور آیا۔ رخصت ختم ہونے پر دفتر میں حاضر ہوا۔

فصل نہم

چھٹا سفر لاہور قادیان مئی 1908ء

سفر لاہور

آغاز یکم اپریل 1908ء میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور حضرت احمد علیہ السلام ان کو بغرض علاج 26/اپریل 1908ء کو لاہور لے آئے اور احمدیہ بلڈنگس میں بمقابل اسلامیہ کالج لاہور قیام پذیر ہوئے۔

حضرت صاحب نے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں قیام فرمایا اور مناسب علاج شروع کیا گیا۔ چونکہ خدا کے فرستادہ اپنے فرائض تبلیغ رسالت کو فرض اولین جانتے ہیں، حضرت صاحب نے ساتھ ساتھ جماعت کی تعلیم و تربیت کا کام جاری رکھا اور غیر احمدی معززین سے ملاقات جاری رکھی اور اصلاح کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ بڑا وقت بڑی بڑی تقریروں میں اور سوالوں کے جوابوں میں گذارتے رہے۔ روز بروز ملاقاتوں اور تقریروں کا سلسلہ بڑھتا گیا۔

فرض دعوتِ رسالت ادا کرنا

ایک دفعہ معززین و رؤساء شہر کی دعوت کی اور سب کے سامنے مفصّل و مشرّح تقریر کی۔ مکرم محترم شہزادہ سلطان محمد، ابراہیم خان سدوزئی جو پشاور سے لاہور جا کر آباد ہو گئے تھے، حضرت احمد علیہ السلام کے معتقد تھے۔ اکثر سارا سارا دن احمدیہ بلڈنگس میں گذارتے۔ سرمیاں فضل حسین صاحب بٹالوی بھی دلچسپی رکھتے۔ روزانہ رپورٹیں اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہوتیں۔

ایک غلط خبر کی تردید

ایک دن قریباً 20 رمئی کو حضرت صاحب نے ایک عام تقریر کی۔ جس میں اپنی بعثت کی غرض اور دعویٰ اور دلائل پیش کئے۔ کسی نے[1] اس تقریر کے بارہ میں اخبار عام لاہور میں 23 رمئی کو ایک غلط خبر شائع کی کہ حضرت احمد نے اپنے دعویٰ نبوت سے انکار کر دیا ہے۔ چونکہ حضرت صاحب بھی اتفاق سے اس اخبار عام کے خریدار تھے۔ جب اخبار آیا اور آپ کی نظر سے یہ مقام گذرا تو آپ نے اس غلط خبر کی تردید کر دی اور لکھا کہ جلسہ احباب میں مَیں نے اپنے دعویٰ نبوت سے انکار نہیں کیا، میں نے صرف یہ اعادہ کیا ہے جیسا کہ ہمیشہ کرتا رہتا ہوں کہ میں نہ شارع نبی ہوں، نہ کوئی شریعت جدیدہ لایا ہوں۔ میری شریعت قرآن کریم ہے۔ نہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت اور اطاعت سے باہر ہو کر مدعی نبوت ہوں بلکہ مجھ کو جو نبوت یا نعمت عطا ہوئی ہے، یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا امتی اور متبع ہونے کی برکت سے ملی ہے۔ میری بعثت کی غرض تکمیل اشاعت و ہدایت ہے۔ جس نبوت کا میں پہلے سے انکاری ہوں، اس کا انکار اب بھی ہے۔ جس نبوت کا میں پہلے سے اقرار کرتا ہوں، اس کا اب بھی قائل ہوں۔ اسی عقیدہ پر قائم رہوں گا جب تک کہ موت آ جاوے۔ یہ تقریر ایک خط کی صورت میں جس کا خلاصہ میں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے جو 26 رمئی کو اخبار عام میں شائع ہوا، جس دن حضرت احمد علیہ السلام فوت ہوئے۔

[1] غالباً ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب یا سید محمد حسین شاہ صاحب نے جو بعد میں حضرت احمد علیہ السلام کے دعویٰ نبوت سے منحرف ہو گئے تھے۔

(.....باب دوم.....)

زمانۂ خلافت حضرت نور الدینؓ

فصل اوّل: حضرت احمد علیہ السلام کی وفات کے بعد کیا ہوا؟

پیغام صلح

لاہور کے مشاغل تبلیغ نے آپ کو متوجہ کیا کہ ہندو، مسلمان کے باہمی اتحاد پر بھی کچھ اظہار خیالات فرماویں۔ حضرت صاحب نے 24/اور 25/مئی کو کئی گھنٹے خرچ کر کے ایک تقریر قلمبند کرنی شروع کی جس کا نام پیغام صلح تجویز فرمایا۔ کثرت ملاقات و کثرت تقاریر اور کثرت تحریر نے آپ کی صحت پر اثر کیا اور آپ پر اسہال مزمنہ نے حملہ کر دیا۔ 25/مئی کو سیر سے واپس آ کر شام کی نماز کے بعد دست آنے شروع ہوئے اور پہلے دست کے ساتھ ہی آپ کمزور ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر قریباً 76 سال تھی۔

بیماری اور وفات

حضرت صاحب ساری رات بیمار رہے اور کمزوری بڑھتی گئی اور صبح کی نماز ادا کی۔ پھر غشی آنے لگی۔ حضرت نور الدین اعظم اور ڈاکٹر علاج کرتے رہے مگر اب بموجب وحی الٰہی قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرُ۔ اَلرَّحِيْلُ ثُمَّ الرَّحِيْلُ وَالْمَوْتُ قَرِيْبٌ۔ جام زندگی لبریز ہو چکا تھا اور آپ بھی اے

میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ کہتے ہوئے محبوب حقیقی کی طرف پرواز کی خبر دے رہے تھے۔ساڑھے دس بجے دن کے بروز سہ شنبہ 26/مئی 1908ء بمطابق 24/ربیع الثانی 1326ھ خدا تعالیٰ کی طرف آپ کی مبارک روح علیین کو سدھاری۔اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

لاہور میں اسی دن آپ کی تجہیز وتکفین ہوئی اور ایک صندوق بنایا گیا جس میں آپ کا جسد مبارک رکھ کر بذریعہ ریلوے ٹرین لاہور سے بٹالہ لے جایا گیا۔لاہور کے بڑے ڈاکٹر نے جو انگریز تھا تصدیق کی کہ آپ کی وفات کسی متعدی بیماری سے واقع نہیں ہوئی۔

لاہور سے قادیان

بٹالہ سے قادیان تک احباب پلنگ میں رکھ کر اٹھا کر لے گئے اور قادیان میں آپؑ کے باغ میں ایک کمرہ میں جس کے دونوں طرف دروازے تھے،آپؑ کا تابوت رکھ دیا گیا اور جماعت احمدیہ کے افراد نے جو ڈیڑھ ہزار کے قریب تھے نے 27/مئی کو آپ کا آخری دیدار کر کے بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا۔آہ!وہ آفتاب رسالت غروب ہو گیا۔

نماز جنازہ اور تدفین

آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا نورالدینؓ نے پڑھائی۔جماعت نے بالاتفاق مع ممبران صدر انجمن احمدیہ حضرت مولانا نورالدینؓ کو حضرت احمدؑ کا قائم مقام اور امام جماعت اور خلیفہ اوّل اور مطاع کل تسلیم کیا اور خورد وکلاں نے آپ کی بیعت خلافت کی۔

انتخاب خلیفہ اوّلؓ

خواجہ کمال الدین وکیل لاہور اور مولوی محمد علی اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ اور ڈاکٹر یعقوب بیگ اور شیخ رحمت اللہ سوداگر نے اس انتخاب خلیفہ کو بمطابق الوصیت اور بہ منشاء صدر انجمن احمدیہ درست بتایا۔

جماعت پشاور کا قادیان جانا

لاہور سے 26رمئی کو چاروں طرف تاریں بھیجی گئیں کہ حضرت صاحب فوت ہوکر مرفوع الی اللہ ہوگئے اور احباب بغرضِ شراکت نماز جنازہ قادیان آئیں۔ چنانچہ پشاور میں تار نماز ظہر کے وقت آئی خاکسار چار بجے دفتر سے گھر آرہا تھا کہ نمک منڈی میں عزیز مولوی عبدالرحیم خان صاحب خلف حضرت مولانا غلام حسن خان رضی اللہ عنہ سے ملا۔ جو تار حضرت مولانا کو آئی تھی وہ میری طرف دفتر لارہے تھے، ملی۔ خاکسار نے پڑھی اور پڑھتے ہی زمین پاؤں کے نیچے سے نکلتی معلوم ہوئی اور دماغ مختل ہوگیا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ دل قبول نہ کرتا تھا کہ خبر صحیح ہوگی۔ حضرت مولانا کے پاس اُن کے مکان میں آیا۔ حضرت مولانا باہر تشریف لائے۔ خاکسار نے کہا کہ مولانا کیا یہ خبر درست ہے۔ آپ نے فرمایا ہوسکتا ہے۔ بہرحال موت برحق ہے۔ میں نے عرض کی کہ کیا احباب کو اطلاع کردوں۔ انہوں نے اجازت دی اور 27رمئی کی صبح کو بمبئی میل کے ذریعہ 8 بجے صبح پشاور صدر ریلوے سٹیشن سے روانگی مقرر ہوئی۔

پشاور سے روانگی

دوسرے دن احباب ریلوے سٹیشن پر جمع ہوگئے اور لاہور روانہ ہوئے۔ نماز شام کے بعد لاہور پہنچے۔ لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر گئے۔ رات وہاں گذاری۔ شیخ نور احمد جو بلال ووکنگ کے نام سے مشہور ہیں ان سے حالات لاہور سنے اور دوسرے دن علی الصبح لاہور سے بٹالہ روانہ ہوئے۔ ہماری ٹرین دس بجے کے قریب بٹالہ پہنچی۔ وہاں گورداسپور سے آمدہ ٹرین اور امرتسر سے گئی ہوئی ٹرین کا ملاپ تھا۔

بٹالہ سٹیشن

جس وقت ہماری ٹرین بٹالہ سٹیشن پر پہنچی تو پلیٹ فارم پر وہ ٹرین کھڑی تھی۔ قادیان سے آئے

ہوئے احباب اس میں سوار ہو رہے تھے، حضرت سید حامد شاہ سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گاڑی سے سر باہر نکالا ہوا تھا۔ہم کو دیکھ کر کہا کہ نماز جنازہ ہو چکی۔حضرت صاحب علیہ السلام دفن ہو گئے اور مولوی نورالدین صاحب خلیفہ مقرر ہوئے۔جب ہماری گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی تو امرتسر جانے والی گاڑی چل چکی تھی۔

وُرُودِقادیان

ہم بٹالہ اُترے اور یکوں میں سوار ہوئے اور ایک بجے ظہر قادیان پہنچے۔سیدھے مہمان خانہ میں گئے۔سامان رکھا۔وضو کیا اور مسجد مبارک میں نماز ادا کرنے آ گئے۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی پہلی تقریر

مسجد مبارک میں نماز ظہر ادا ہوئی۔حضرت نورالدین اعظم کھڑے ہوئے اور تقریر کی کہ حضرت احمد علیہ السلام فوت ہو گئے اور احباب کے تقاضا سے میں نے نماز جنازہ ادا کی۔مجھ سے خواہش کی گئی کہ میں خلافت کو قبول کروں۔میں نے نماز جنازہ پڑھا دی۔حضرت صاحب دفن ہو گئے۔اب میں کہنا چاہتا ہوں کہ احباب خوب اچھی طرح سوچ اور سمجھ لیں اور ایک امام جماعت منتخب کر لیں جس کو آپ خلافت کے واسطے منتخب کریں گے خواہ وہ حفیظ[1] (حضرت احمد علیہ السلام کی چھوٹی صاحبزادی) ہی چن لی جاوے۔مجھے اس کی بیعت سے بھی انکار نہیں ہوگا۔میں تو ایک سپاہی ہوں، حکم مانوں گا اور اپنا فرض ادا کروں گا۔خلافت کے واسطے (۱) بحیثیت فرزند حضرت محمود احمد موجود ہیں (۲) بحیثیت خسر میر ناصر نواب موجود ہیں (۳) بحیثیت داماد نواب محمد علی خان موجود ہیں (۴) بحیثیت عالم سید محمد احسن اور مولوی غلام حسن خان موجود ہیں۔(۵) باہر کے لوگوں میں سے میر حامد شاہ صاحب ہیں (۶) انگریزی خوانوں میں مولوی محمد علی موجود ہیں۔لیکن اگر آپ اسی بات پر مصر ہوں کہ میں ہی اس بارگراں کو قبول کروں تو یاد رکھو کہ میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی

[1] حضرت صاحبزادی سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ

اورسب سے پہلے حضرت صاحب کا خاندان اقرار بیعت کرے گا اور پھر تمہارے سب افراد اقرار کریں گے۔

اہلبیت کی بیعت

اتنے میں مسجد مبارک کی کھڑکی سے خادمہ نکل کر آئی اور کہا کہ حضرت صاحب کی بیوی فرماتی ہیں کہ ہم بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا نورالدین تقریر چھوڑ کر حضرت صاحب کے کمرہ میں گئے اور تمام خاندان نے بیعت خلافت میں سبقت کی۔

حضرت مولانا نورالدینؓ اہل بیت کی بیعت لے کر واپس محراب میں آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ الحمدللہ! حضرت صاحب کے سارے خاندان نے بیعت کر لی ہے۔ یہ سن کر مسجد میں حاضر افراد نے بھی ہاتھ بڑھایا۔ لوگ جمع ہو گئے اور بیعت کرنی شروع کر دی۔ لوگوں نے پگڑیاں پھیلا دیں اور احباب نے پگڑیوں کے ذریعہ بیعت کی۔

جماعت احمدیہ پشاور کی بیعت خلافت

خاکسار، حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب، میرزا شربت علی خاں، میرزا رمضان علی خاں اور اکثر احباب پشاور نے جو موجود تھے دوسروں کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت خلافت اولیٰ کی۔ 28رمئی کو پہلی بیعت ہوئی اور دو چار دن گذار کر قادیان سے واپس پشاور آ گئے۔

الوصیت

حضرت احمد علیہ السلام کو 1905ء کے ابتدا سے ہی کثرت الہامات اور رویاء اپنی موت کے بارہ میں ہوئے۔ چنانچہ آپ نے اسی بناء پر رسالہ الوصیت لکھا اور شائع کیا اور اپنی موت کی اطلاع جماعت کو دی۔ اس کے بعد مسلسل الہامات موت کے بارہ میں ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ موت سے دو چار دن قبل بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ قریباً اڑھائی سال سے موت کی اطلاعات ہوتی رہیں، اور آپ

نے صدر انجمن احمدیہ کا قیام فرمایا۔

علمائے سُوء کا رویّہ

جب سے حضرت احمدؑ لاہور تشریف لے گئے تھے مسجد شاہ محمد غوث اور اسلامیہ کالج کا میدان ملّاؤں نے اکھاڑہ بنا رکھا تھا اور ہر مولوی اپنے اپنے اندرونے کا اظہار کرتا تھا کہ اس کے دل و دماغ میں کیا کچھ پھر رہا ہے اور کیا دکھا رہا ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ کا نقشہ تیار کیا تھا۔ حضرت صاحب کی وفات پر اہل لاہور کے غنڈوں نے اپنی بد اخلاقیوں کا وہ مظاہرہ کیا کہ آسمان پر فرشتے بھی ان اوباشوں اور بد اخلاقوں پر لعنت برسا رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

يَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

یعنی ہائے افسوس ہے ان ناپاک بندوں پر کہ ان کے پاس ہمارا کوئی رسول نہ آیا جس پر انہوں نے دل کھول کر ٹھٹھا اور تمسخر نہ کیا ہو۔ آہ بد بخت قوم نے اپنا ہی بگاڑا جو بگاڑا۔

مہ نور مے فشاند و سگ بانگ میزند

حضورؑ 1835ء 1250ھ کو پیدا ہوئے چالیس سال 1874ء 1290ھ میں نامور ہوئے۔ 36 سال تبلیغ رسالت کی اور 1908ء 1326ھ میں فوت ہوئے۔ ثَمَانِيْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذَالِكَ کا الہام پورا ہوا۔

جماعت احمدیہ پشاور کی بیعت خلافت بذریعہ خط

پشاور آ کر جمعہ کے دن حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کے مردانہ مکان میں ایک فہرست خاکسار نے تیار کی جس میں حضرت مولانا غلام حسن خاں صاحب اور خاکسار، میرزا رمضان علی خان، میرزا اشربت علی خان، صاحبزادہ چراغ الدین، میر مدثر شاہ، مستری میاں محمد مکی، میرزا سلطان محمد وغیرہ 8 افراد کی بیعت خلافت کے خط لکھ کر ان پر دستخط کئے اور قادیان بھیجے اور وہاں سے ایک

خط نام بنام منظوری بیعت کا موصول ہوا۔ وہ خط اور لفافہ میرے پاس مسجد احمدیہ پشاور میں آج تک موجود ہے۔

یہ خط قادیان سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیروی نے بطور محرر ڈاک میر مدثر شاہ صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ پشاور کے نام روانہ کیا تھا۔ اس پر مفتی صاحب کے دستخط موجود ہیں۔

حضرت میرزا محمود احمد صاحب کے خلیفۃ المسیح ہونے پر جب بعض سرکردگان لاہور اور پشاور نے مولوی محمد علی کی بغاوت کا ساتھ دیا تو پہلے سال خلافت احمدیہ سے روگردان ہو کر باغی ہوئے اور پھر سرے سے خلافت کے وجود سے ہی منکر ہو گئے۔ دسمبر 1914ء میں خواجہ کمال الدین کے ولایت سے آمد پر نبوت سے بھی منکر ہو گئے۔

ہمارے بعض غیر مبائعین پشاوری دوست کہنے لگے کہ حضرت مولانا غلام حسن خان نے اور میرزا رمضان علی صاحب نے خلیفہ اول کی بیعت خلافت نہیں کی۔ تو خاکسار نے پرانے کاغذات سے وہ خط نکال کر سامنے رکھ دیا کہ اوّل تو میں خود چشم دید گواہ ہوں کہ حضرت مولانا غلام حسن خان اور میرزا رمضان علی خان نے 28رمئی کو مسجد مبارک قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی میرے سامنے اور میرے ساتھ بیعت خلافت کی ہے۔ دوم، جب ہم پشاور واپس آ گئے تو پہلے جمعہ کو ہی جو غالباً 5رجون تھا، بذریعہ تحریر حضرت خلیفۃ المسیح اول کی بیعت کا خط پشاور سے سب کا دستخطی روانہ کیا گیا۔ جس میں حضرت مولانا اور میرزا رمضان علی خان وغیرہ کل 18 افراد کی بیعت کی منظوری موجود ہے۔ خط دیکھ کر غیر مبائعین دم بخود ہو گئے اور کہنے لگے کہ قاضی صاحب نے ''لوگوں کی وہیاں'' سنبھال رکھی ہیں اور ہمارے خلاف کچھ نہ کچھ نکال کر سامنے رکھ دیتے ہیں۔'' خاکسار نے عرض کی کہ خدا تعالیٰ نے خود جھوٹوں کو گھر تک پہنچانے کا انتظام کر رکھا ہے۔

فصل دوم

سفر قادیان دسمبر 1908ء

حضرت مولانا نور الدینؓ کے زمانہ خلافت میں پہلا جلسہ دسمبر 1908ء میں ہوا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے صحن میں ہوا۔ اس جلسہ میں میر قاسم علی صاحب ساکن دہلی نے حضرت مولانا جامی کی فارسی نظم پر جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس نے لکھی تھی، اس پر اردو میں تضمین کر کے ایک پر درد نظم حضرت احمدؑ کے فراق میں پڑھی جس کو سن کر احباب کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہوئے۔ حضرت نور الدین کا زمانہ خلافت 27 رمئی 1908ء لغایت 14 رمارچ 1914ء تک رہا۔

اس زمانہ میں جماعت اندر اور باہر سے پر امن رہی اور تبلیغ کا سلسلہ مرنج ومرنجان رنگ میں شروع تھا۔ خواجہ کمال الدین ہندوستان کا چکر لگا رہے تھے اور احمدیت کی تبلیغ کو پس پردہ کرنے میں کوشاں تھے۔ حضرت مرزا محمود احمد نے یہ صورت حال دیکھ کر ایک مضمون تشحیذ الاذہان میں شائع کیا کہ: ''مسلمان وہ ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے''

اس مضمون سے صلح کل پارٹی میں گھبراہٹ پیدا ہوگئی اور خواجہ کمال دین اور مولوی محمد علی نے آپس میں مل کر خلافت سے سرکشی شروع کی اور اخبار پیغام 1913ء میں لاہور سے جاری کیا۔

اخبارات کا اجراء

قادیان سے اخبار الفضل منکرین خلافت کی غلط بیانیوں کے ازالہ کیلئے جاری ہوا۔ بالآخر کشمیری میگزین اور اظہار حق نامی اشتہار کے ذریعہ اعلان بغاوت کیا گیا اور قادیان سے انصار اللہ

نے جواب میں اظہار حقیقت اور خلافت احمدیہ، دو جوابات شائع کئے۔

اختلاف کا علی الاعلان ہونا

دو دفعہ حضرت خلیفہ اول نے مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین سے تجدید بیعت کرالی۔ مگر جونہی حضرت نورالدین کی بیماری کی وجہ سے موت کے آثار یقینی ہو گئے تو مولوی محمد علی نے خفیہ طور پر ایک رسالہ 'ضروری اعلان' تحریر کر کے چھپوایا اور لاہور میں تیار پیکٹ بنا کر رکھا اور 14/مارچ 1914ء کو دس بجے کی ڈاک میں مختلف اطراف روانہ کر دیا۔ حضرت نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ 14/مارچ کو نماز جمعہ کے بعد 2 بجے فوت ہوئے اور غیر مبائعین کے نمائندے مولوی صدر الدین نے پشاور کو تار دی کہ مولوی صاحب فوت ہو گئے اور جس قدر افغان مل سکیں قادیان ساتھ لاویں۔ یہ تار دو بجے پشاور میں ملی۔ مگر حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب نے احباب کو مطلع کیا کہ کوئی احمدی پشاور سے قادیان نہ جاوے۔ وہاں بھی افغان ہیں اور یقیناً فساد ہوگا۔

خلافت ثانیہ کا قیام

14/مارچ 1914ء کو مسجد نور میں جلسہ عام ہوا اور حضرت میرزا محمود احمد خلیفہ ثانی مقرر ہوئے۔ مولوی محمد علی، ڈاکٹر یعقوب بیگ اور مولوی صدر الدین صرف تین افراد نے بیعت خلافت نہ کی۔ باقی 1200 افراد نے خلافت ثانیہ کو قبول کر کے بیعت خلافت کر لی۔

پشتو زبان میں تبلیغ

حضرت نورالدین کے زمانہ خلافت میں خدا تعالیٰ نے خاکسار کو پشتو زبان میں رسائل لکھنے کی توفیق دی اور خاکسار نے:

(۱) رسالہ وفات عیسیٰ ناصری (۲) آثار قیامت (۳) نزول المسیح (۴) عقائد احمدیہ (۵) خروج الدجال (۶) خروج یاجوج ماجوج (۷) خروج دابۃ الارض (۸) تحفہ النبوت (۹) ضمیمہ تحفۃ

النبوت کا مجموعہ 'بلاغ حق' کے نام سے شائع کیا۔

چند دنوں کے بعد:

(۱۰) رسالہ الاسلام پشتو میں شائع کیا (۱۱) التبلیغ نمبر 1 (۱۲) التبلیغ نمبر ۳ (۱۳) التبلیغ نمبر ۴ (۱۴) التبلیغ نمبر ۵ (۱۵) وفات حضرت عیسیٰ پر شائع کئے (۱۶) 'وہ نبی' نامی ایک رسالہ اردو میں دلاور خان کی طرف سے شائع کیا۔ پھر (۱۷) حقیقۃ المہدی نامی ایک ضخیم کتاب پشتو میں شائع کی۔

ان کا مجموعہ حضرت نورالدین کو دسمبر 1912ء میں بمقام قادیان پیش کیا۔ دوسرے دن حضرت خلیفۃ المسیح ؓ نے فرمایا کہ میں نے گزشتہ رات سارے رسائل پر نظر گذاری اور میں پشتو پڑھ اور سمجھ سکتا ہوں۔ خاکسار نے بوقت رخصت ایک خط لکھ کر دیا کہ میرے اور احباب پشاور کے حق میں دعا فرماویں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ؓ نے اس خط پر لکھا:

حضرت مولانا نورالدین ؓ کے اصل خط کی نقل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انشاء اللہ بہت دُعا کروں گا۔ آپ بھی دعا کریں۔ ایک رؤیا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایران برباد ہوگئی گو مجھے تبرا کرتے ہیں۔ مگر اس کی پرواہ نہیں۔ اب فوجیں تیار کرتا ہوں۔ خدا کرے تم بھی افسر فوج ہو جاؤ۔ (تحریر 28/29 دسمبر 1912ء)

یہ تحریر میرے پاس ہوتی ضلع مردان میں محفوظ ہے۔ اس کے دو گواہ ہیں۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ دونوں نے پڑھ کر مبارک باد کہی۔

تعبیر رؤیا

اس رؤیاء کی تعبیر یہ تھی کہ حضرت عمرؓ سے مراد حضرت فضل عمر خلیفہ ثانی ؓ ہیں۔ ایران سے مراد

جماعت احمد یہ ہے۔ برباد ہوگئی سے اختلاف باہمی مراد ہے۔افواج سے مراد جو حضرت عمرؓ نے تیار کی وہ مبلغین تھے جنہوں نے اختلاف کے وقت جماعت کو اختلاف سے باہر نکالنے کی کوشش کی۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی دُعا خاکسار کے حق میں افسر فوج ہونے کی شدومد سے پوری ہوئی۔الحمدللہ علی ذالک۔

1912ء میں جب میں پشتو زبان میں رسالہ نزول المسیح تحریر کررہا تھا، میں نے ایک رویاء دیکھی کہ شہر پشاور میں پری چہرہ کے قبرستان کے شمالی سڑک پر عین سڑک کے وسط میں سے حضرت احمد علیہ السلام کا نصف دھڑ زمین سے باہر نکلا ہوا ہے۔سر پر پگڑی اور گلے میں کوٹ ہے۔اور آپ کا چہرہ روبہ قبلہ ہے۔میرا رخ مشرق کو ہے اور اُن کے چہرہ کے قریب کھڑا، ایک ہاتھ میں قلم ہے اور دوسرے ہاتھ میں حضرت احمد کا مونہہ کھول کر ان کی زبان پر قلم لگا کر کاغذ پر کچھ تحریر کررہا ہوں۔ پھر نظارہ بدل گیا۔اسی موقعہ پر پری چہرہ کے قبرستان کے کنارہ پر لب سڑک ایک دوکان تھی۔ جہاں 1912ء کے قریب ایک میوہ فروش خشک میوہ جات فروخت کرتا تھا۔اسی دوکان میں سفید چاندنی کا فرش دیکھا اور اندر حضرت احمد علیہ السلام مع دو تین مقربین کے تشریف فرما ہیں۔ میں اندر حاضر خدمت ہوا۔حضرت احمد علیہ السلام نے ایک پرچ میں کوئی سفید سی چیز جو فرنی کی شکل میں تھی، مجھے دی۔ جب میں نے اس کو کھایا تو نہایت لذیذ اور خوشبودار تھی اور بیدار ہونے پر بھی زبان پر شہد کی طرح لذّت محسوس ہورہی تھی۔

حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب نے یہ رویا سُن کر فرمایا کہ آپ جو پشتو تحریرات شائع کررہے ہیں۔ گویا علوم حضرت احمدؑ کے کلمات اور منشا شائع کررہے ہیں۔ الفاظ میرے ہیں اور مفہوم اُن کا ہے اور حضرت احمدؑ کی خوشنودی پر دلیل ہے۔

فصل سوم

زمانۂ خلافت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

غیر مبائعین کا مقابلہ

خاکسار نے 30 /دسمبر 1914ء کو خلافت ثانیہ کی بیعت کی اور صوبہ سرحد میں غیر مبائعین کا مقابلہ بڑی سختی اور مضبوطی سے کیا۔ تحریر سے تقریر سے، اخبارات الحق، فاروق، الفضل میں، ریویو اردو میں بذریعہ رسائل و اشتہارات نظم میں، نثر میں، اردو میں پشتو میں، فارسی میں مقابلہ کیا۔ اور سرحد میں ہماری جماعت مبائعین چاروں طرف نمایاں ہوگئی اور غیر مبائعین خدا تعالیٰ نے روز افزوں کم کر کے پسِ پردہ کر دیئے۔ خدا تعالیٰ نے ہم کو ہر طرح سے کامیاب کیا۔

حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کی بیعت خلافت

خاکسار حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کو دو دفعہ قادیان لے گیا۔ پہلی دفعہ دسمبر 1928ء اور دوسری دفعہ دسمبر 1939ء میں بالآخر حضرت موصوف نے بیعت خلافت کر لی۔ الحمدللہ علی ذالک۔

صوبہ سرحد میں پشتو زبان میں مجھ سے قبل اور میرے زمانہ جماعت میں 1912ء لغایت 1955ء تک کسی افغان کو توفیق نہیں ملی کہ وہ نظم و نثر میں احمدیت کی تائید اور تصدیق میں کچھ لکھ سکے۔ اگرچہ کئی افراد اگر چاہتے تو لکھ سکتے تھے۔ خاکسار نے کوئی پچاس کتب و رسائل شائع کئے۔

اردو میں بھی احمدیت کی تائید میں خاکسار نے ہی سرحد میں عیسائیوں کا، آریوں کا، اہل حدیث کا، احرار کا، غیر مبائعین کا اور شیعوں کا مقابلہ کیا اور بڑی کامیابی سے کیا۔ خاکسار نے کوئی پچاس

کے قریب اردو میں رسائل اور کتابیں اور اشتہارات لکھ کر شائع کئے۔

فارسی زبان میں کوئی 6 عدد رسائل تحریر کر کے شائع کئے جو صرف احمدیت کی تائید میں تھے اور ایک رسالہ اہل قرآن کے جواب میں تھا۔ مساجد احمدیہ کی تعمیر اور تجویز میں خاکسار کا مقام مقدم ہے۔

(۱) سب سے پہلے مسجد احمدیہ شہر پشاور کوچہ گلبادشاہ میں 1921ء میں تعمیر ہوئی (۲) پھر کوہاٹ میں 1936ء (۳) پھر ڈیرہ اسمٰعیل خان میں 12 کنال بغرض مسجد خاکسار کی تحریک سے خان صاحب فقیر محمد خان مرحوم درّانی چارسدہ نے خریدی (۴) پھر ایبٹ آباد میں مسجد احمدیہ کی تجویز ہے۔ یہ صرف خاکسار کی تحریک ہے (۵) پھر مسجد احمدیہ بکٹ گنج مردان میں زنانہ مسجد (۶) پھر ہوتی ضلع مردان محلہ قاضی خیل میں اپنے خرچ سے مسجد احمدیہ کی تعمیر کی (۷) پھر مسجد احمدیہ سول کوارٹرز پشاور 1951ء میں شروع کی اور بڑی شاندار مسجد بنی (۸) پھر پشاور کی جماعت کے واسطے قبرستان خریدا۔ (۹) کوہاٹ (۱۰) ڈیرہ اسمٰعیل خان میں قبرستان خریدے گئے۔

محترم میرزا غلام قادر خان صاحب ہوتی نے اپنی مسجد پختہ بنائی جس میں احمدی اور غیر احمدی دونوں نماز پڑھتے ہیں۔ البتہ ملکیت احمدیوں کی ہے۔ (۱) کامل پور میں مسجد احمدیہ کی تعمیر میری تحریک سے شروع ہوئی۔ یہ زمین عزیز تاج محمود صاحب احمدی مرحوم نے جو خاکسار کی تبلیغ سے احمدی ہوا تھا، وقف کی تھی۔ محترم شیخ محمد صدیق صاحب احمدی کی سعی سے پھر یہ تحریک خاکسار نے کی اور سردست دو کمرے مردانہ وزنانہ بن گئے اور گندہ نالہ کے ساتھ اراضی بھی خریدی گئی۔ خاکسار کی تبلیغ سے ضلع پشاور کے دیہات شیخ محمدی سفید ڈھیری اور اچینی پایاں میں احمدی جماعت قائم ہوئی۔ دوسال تک سفید ڈھیری میں ملّاؤں کے ساتھ کامیاب مباحثات ہوتے رہے۔

بدوران ملازمت خاکسار سارے صوبہ کے اضلاع اور ایجنسی ہائے ملاکنڈ، خیبر وکرم بار بار گیا اور کئی لوگوں کو تبلیغ کی۔ اضلاع سرحد میں کثرت سے جاتا رہا اور تبلیغ کرتا رہا۔ قریباً سو افراد میرے ذریعہ اور بعض میرے احمدی ہونے والوں کی تبلیغ سے احمدی ہوئے۔

خاکسار کی بچپن سے عادت رہی ہے کہ:

(۱) احباب جماعت کی خدمت کرتا رہوں (۲) مساجد میں صفائی کرنا (۳) مہمانوں کی خبر گیری کرنا (۴) بیماروں کی تیمارداری کرنا (۵) قادیان آتے جاتے احباب کے بستروں اور سامان کو حفاظت سے لے جانا اور لانا (۶) قادیان میں رہائش اور طعام کا انتظام کرنا (۷) حضرت خلیفۃ المسیح سے ملاقات کا انتظام کرنا۔ (۸) فوت شدگان کے تجہیز و تکفین میں حصہ لینا (۹) احباب کی ہمدردی کی غرض سے فوت شدگان کے ورثا کے پاس دوسرے اضلاع یا دیہات میں پہنچنا۔

تبلیغ

اکثر انگریزوں کے زمانہ میں ہر ڈپٹی کمشنر، پولیٹکل ایجنٹ، حکام بالا اور گورنروں کو احمدیت کے عقائد اور تعلیم سے واقف کرنا، بعض افسروں کو ملنا اور زبانی تبلیغ کرنا، سلسلہ احمدیہ کی کتب دینا، سر جارج روس کیپل، سر سملٹن گرانٹ، سر جان میفی، سر نارمن بولٹن، کرنل کین۔ سر سنوارٹ پیرس، اور سر رالف گرفتھ مسٹر ڈنڈاس کو بذریعہ خطوط اور کتب تبلیغ کی۔

چترال کے مہتر ہز ہائینس سر شجاع الملک کو خود مل کر کتب احمدیت پشاور میں دیں، مہتر ناصر الملک کو زبانی تبلیغ بار بار کی اور کتب دیں، وفات عیسیٰ کا قائل کیا۔ حضرت احمدؑ کو مجدد ماننے لگا اور حسام الملک برادر ناصر الملک کو تبلیغ کی۔

افغانستان کے بادشاہ محمد نادر شاہ کو جب کہ وہ 1924ء میں فرانس جا رہا تھا، ڈین ہوٹل میں 25 افراد جماعت کا وفد لے کر ملا اور تبلیغ کی۔ اس کے والد سردار محمد یوسف خان کو پشاور سے نوشہرہ تک فرانس جاتے ہوئے ٹرین میں تبلیغ کی۔ سردار شجاع الدولہ گورنر ہرات کو ڈین ہوٹل میں وفد لے کر 1924ء میں ملا اور تبلیغ کی۔

سیروفی الارض

خاکسار نے (۱) 1900 میں پشاور۔ مردان ملاکنڈ۔ چکدرہ اور دیر کا سفر کیا۔ (۲) پھر دسمبر 1902ء میں پشاو، لاہور اور قادیان کا سفر کیا۔ (۳) جون و جولائی 1904ء میں پشاور، لاہور، قادیان، گورداسپور کا سفر کیا۔ واپسی پر امرتسر دیکھا۔ (۴) ستمبر 1904ء پشاور، لاہور اور گورداسپور کا سفر کیا۔ (۵) جولائی 1905ء پشاور، حسن ابدال، ہری پور، ایبٹ آباد اور گلیات کا سفر کیا۔ (۶) جنوری 1909ء میں پشاور، لاہور، علی گڑھ، کانپور، الہ آباد، کلکتہ، آگرہ کا سفر کیا۔ (۷) اپریل 1909ء میں پشاور، لنڈی کوتل، ایبٹ آباد، کوہاٹ، ٹل، پارہ چنار کا سفر کیا۔ (۸) جون 1909ء میں ایبٹ آباد، گلیات، لاہور، شملہ اور کوہ مری کا سفر کیا۔ (۹) مارچ 1910ء میں پشاور، کوہاٹ، ٹل، پارہ چنار کا دورہ کیا۔ (۱۰) مئی 1910ء میں پشاور، مردان، کالوخان، صوابی اور ٹوپی، تور بیلہ اور ہری پور کے راستہ گلیات گئے (۱۱) نومبر 1914ء میں پشاور، دہلی، علی گڑھ، آگرہ اور بمبئی کا سفر کیا۔ (۱۲) ستمبر 1917ء میں پشاور، ایبٹ آباد، مانسہرہ، داتہ، ٹھنڈیانی، نواں شہر، بھگنوتر، کالاباغ، گلیات گیا (۱۳) 1921ء ملاکنڈ، چکدرہ (۱۴) 29/ستمبر 1925ء پشاور، لاہور، کراچی کوئٹہ، مستونگ واپس پشاور آئے۔ (۱۵) 1923 / 1920ء گلیات اور کوہ مری گیا۔ (۱۶) جنوری 1926ء ڈیرہ اسمٰعیل خان براہ دریا خان گیا۔ سگو، پہاڑپور، شیخ بدین، پنیرو، غزنی خیل، جانی خیل، بنوں، عیدک، سپین دام ٹل، ہنگو، کوہاٹ اور پشاور کا دورہ کیا۔ (۱۷) اپریل 1926ء میں پشاور سے دہلی گئے اور واپس پشاور آئے۔ (۱۸) اگست 1926ء میں گلیات، کوہ مری، راولپنڈی، دہلی، بھوپال، کلیان، بمبئی گئے اور واپس براہ بڑودہ، احمد آباد، متھرا، دہلی اور لاہور، راولپنڈی آئے اور گلیات پہنچے۔ (۱۹) جون 1928ء میں کوہ مری، کوہالہ، دومیل، سرینگر، کشمیر گئے اور واپس براہ مظفر آباد، گڑھی حبیب اللہ، مانسرہ اور ایبٹ آباد اور گلیات آئے۔ (۲۰) 10/اگست 1934ء پشاور، لنڈی کوتل، جلال آباد، فتح آباد، ہاشم خیل، گندلک، تزین، کابل خورد، کابل (دارالامان، باغ بالا،

پغمان اور چارے کار) دیکھا اور واپس آئے۔(۲۱) ستمبر 1934ء میں پشاور، لاہور، کوئٹہ گیا اور واپس آیا۔(۲۲)1935ء میں پشاور، کوہ مری، سرینگر، اسلام آباد، جموں، سیالکوٹ، پشاور(۲۳) جولائی1936ء میں مردان، ملاکنڈ، چکدرہ، دیر، کڑاکڑ (سوات) گیا اور واپس آیا۔(۲۴)اگست 1938ء میں پشاور، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان گیا اور واپس سرائے نورنگ آیا۔ پھر بنوں اور پشاور آیا۔(۲۵) جولائی 1941ء میں پشاور، ٹل، پارہ چنار اور پیواڑ کوتل تک گیا۔(۲۶) اگست 1941ء میں پشاور، ایبٹ آباد، مظفر آباد، سرینگر گیا، پہلگام اور گلمرگ دیکھا۔ (۲۷) 1945ء پشاور، کوہاٹ، ٹل پارہ چنار۔(۲۸) 1946ء میں ایبٹ آباد، مانسہرہ، مظفر آباد، سرینگر، گلمرگ، اسلام آباد، قاضی کُنڈ، بارہ مولا دیکھا۔(۲۹) 1947ء پشاور، بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان، ٹانک، گل امام دیکھا۔(۳۰)1953ء پشاور، مانسہرہ بفہ، شنکیاری، ڈاڈر، بالاکوٹ دیکھے۔ پھر براہ گلیات کوہِ مری گئے۔(۳۱)1954ء پشاور، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان دیکھا۔(۳۲) قادیان تا دسمبر 1946ء اور ربوہ 1948ء سے دسمبر 1954ء قریباً سب جلسہ سالانہ پر گیا۔ یہ سب دورے یا سیر، یا ملازمت کے سلسلہ میں یا بحیثیت امیر صوبہ کئے۔

فصل چہارم

خدا تعالیٰ کے خاص افضال

شادی اور اولاد

خاکسار نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی 1914ء میں میرے والدین نے میرے چچا قاضی محمد رسول صاحب کی چھوٹی لڑکی سے کرائی۔ جس سے کل دس اولاد ہوئی۔ جن میں پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں میں سے محمد احمد اور محمود احمد اور لڑکیوں میں سے بی بی آمنہ زندہ ہیں۔ باقی خوردسالی میں فوت ہو گئے۔

دوسری شادی خدا تعالیٰ نے محترم مولوی محمد الیاس خاں صاحب احمدی کی دوسری لڑکی سے خود کرائی جن سے کل دس اولاد ہوئیں۔ جن میں تین لڑکے اور سات لڑکیاں ہوئیں۔ بشیر احمد، مسعود احمد اور عائشہ بیگم، رضیہ بیگم، زبیدہ بیگم، اور قدسیہ نسرین چار لڑکیاں زندہ ہیں۔ باقی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا فوت ہوئے۔ کل اولاد بیس افراد تھے۔ جن میں 9 لڑکے اور 11 لڑکیاں تھیں۔

1915ء لغایت 1921ء میں میری اولاد میں سے یکے بعد دیگرے تین لڑکے اور دو لڑکیاں فوت ہو گئے۔ میرے بعض رشتہ دار میرے لاولد ہونے پر خوش تھے۔ مگر خدا کو منظور نہ تھا کہ مجھے ابتر رکھے۔

تعمیر مسجد احمدیہ کا انعام

جب خاکسار نے پشاور شہر میں 1921ء میں مسجد احمدیہ تعمیر کی تو مارچ 1922ء میں ایک لڑکا عطا فرمایا میں نے خاندانی نام بدل کر حضرت احمدؑ کی وحی ینقطع آباء ك ويبدؤ منك سے فال لیا اور

محمد احمد نام رکھا۔ اس کے بعد 1923ء میں محمود احمد پیدا ہوا۔ 3رستمبر 1926ء میں بشیر احمد پیدا ہوا اور 4رجولائی 1945ء میں مسعود احمد پیدا ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالك۔

خدا تعالیٰ نے بڑی عمر دی۔ (ثَمَانِیْنَ حَوْلاً اَوْ قَرِیْبًا مِنْ ذَالِكَ)

صحت دی، صحیح اعضا وقویٰ دیئے۔ اس وقت خاکسار کی عمر کا 74واں سال ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔

خدا تعالیٰ نے علم قرآن دیا۔ عربی سے واقفیت دی۔ فارسی اور اُردو کا علم دیا۔ کتب مقدسہ یہود و نصاریٰ وہنود، پارسی مذہب و بہائیت سے روشناس کرایا۔ کتب احادیث، تفاسیر، تواریخ و جغرافیہ سے واقفیت دی۔ احمدیت کی تائید اور تردید میں تقریباً سب شائع شدہ کتب مطالعہ سے گزریں۔

میری مادری زبان یوسف زائی کی پشتو ہے جو اصلی فصیح زبان سمجھی جاتی ہے۔ اردو ایک عام افغان تعلیم یافتہ سے بہتر بول سکتا ہوں۔ پشتو میں شعر کہہ سکتا ہوں۔

فارسی زبان میں تقریر اور تحریر کر سکتا ہوں اور ایک عام افغان سے فارسی لب ولہجہ میں اچھی طرح سے گفتگو کر سکتا ہوں۔ فارسی میں لکھ لیتا ہوں، کابلی فارسی بھی بول اور سمجھ سکتا ہوں۔ یہ اصل فارسی زبان سے قدرے مختلف ہے جیسا اردو اور پنجابی کا فرق ہے۔ اس کو بلوچستان میں دیواری کہتے ہیں۔ پنجابی اکثر علاقوں کی سمجھ سکتا ہوں اور گذارہ کے مطابق بول بھی لیتا ہوں۔ یہی حال ہزارہ کی ہندکو اور کوہاٹ کی ہندکو اور پشاور کی ہندکو کا ہے۔

انگریزی زبان ایف اے تک مطالعہ کی ہے اور اس میں حسب لیاقت گفتگو یا تحریر کر لیتا ہوں۔ عربی زبان قرآن کریم، کتب احادیث اور حضرت احمد علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی برکت سے پڑھ لیتا ہوں اور سمجھ بھی لیتا ہوں اور ان کتب کے پڑھنے سے قرآن کریم اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ ضرورت کے مطابق بول بھی لیتا ہوں۔

پشتو، فارسی اور اردو میں میرے کہے ہوئے اشعار بھی موجود ہیں۔

خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ پشتو، فارسی اور نظم میں عقائد و تعلیم احمدیت کو منظوم کیا۔

خدا تعالیٰ نے دشمنوں کے شر سے ہمیشہ حفاظت فرمائی، کئی دفعہ زہریلے سانپوں سے بچایا، چوروں کے حملہ سے بچایا۔ قاتل کے حملہ سے محفوظ رکھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالك۔

خدا تعالیٰ نے ان افسروں کو جن سے سابقہ پڑا ہمیشہ مہربان رکھا۔ عمدہ آراء اور انعامات سے نوازتے رہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول کی شناخت اور زیارت اور خدمت کا موقع دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول و حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحبت اور قرب کا موقع دیا۔ جماعت کا سیکرٹری تبلیغ، امیر جماعت احمدیہ پشاور و مردان اور امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد ہونے کا سالہا سال شرف بخشا۔ اب خاکسار آٹھ اضلاع حلقہ پشاور و ڈیرہ کا امیر ہے۔ الحمد للہ علی ذالك۔

خدا تعالیٰ نے شہر پشاور میں دو مکانات دیئے اور ہوتی ضلع مردان میں تین عمدہ مکانات، ایک مسجد احمدیہ اور ایک مہمان خانہ دیا اور ۴۵ جریب اراضی قابل کاشت دی۔ ایک وسیع حلقہ احباب دیا جو اکثر نیک اور صالحین ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ہے، ورنہ میں کیا ہوں۔ ایک حقیر کرم قطرۂ آب سے وجود میں آیا۔ خالی ہاتھ دنیا میں آیا اور اپنے ساتھ نہ کچھ لایا اور نہ ساتھ لے جاؤں گا۔ مگر خدا تعالیٰ کا خاص فضل و کرم۔ یہ سب حضرت احمد علیہ السلام کی دعاؤں کا اور تعلق بیعت کا پھل ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت احمد علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے:

(۱) اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَكَ۔ یعنی میں اس کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرے گا۔

(۲) اِنِّیْ مَعَكَ وَمَعَ اَھْلِكَ وَمَعَ کُلِّ مَنْ اَحَبَّكَ

میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ہوں جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں۔

(۳) آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ 9/جون 1935ء کو شہر پشاور کے بازار قصہ خوانی میں دن کے گیارہ بجے عبد العزیز احراری کے قاتلانہ حملے سے صرف خدا تعالیٰ کے فضل نے زندہ بچایا۔ اس کے پانچ ڈزہ پستول کی گولی نالی میں ٹیڑھی کردی اور پستول کو چلنے سے روک لیا۔ یہ کس نے کیا۔ صرف اور صرف ہمارے زندہ خدا نے۔ الحمدللہ۔

میرے قتل کے خواہاں کذّاب اور مفتری تھے اور خاکسار کو حضرت احمد علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک ثابت کیا۔ فالحمد للہ علی ذٰلك۔

خدا تعالیٰ نے بعض بھائیوں اور دوستوں کی تکمیل تعلیم میں یا روزگار کی تلاش میں یا برسر روزگار کرنے میں یا کسی اور طرح دلجوئی کرنے کی توفیق دی۔ میرا عقیدہ ہے کہ مذہب کی غرض اور صرف اصل غرض بیکس اور لاچار افراد کی خدمت اور دلجوئی ہے۔ ہمارا خدا ہماری نمازوں اور روزوں کا محتاج نہیں بلکہ یہ ذرائع ہیں خدائے تعالیٰ سے توفیق مانگنے کے کہ جب خدمت خلق اللہ کا موقع ملے۔ وہاں امتحان میں مومن پورا نکلے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو ایک حسّاس اور ہمدرد دل دیا ہے اور خدا تعالیٰ سے حسن و احسان کی توفیق کی التجا ہے۔

مومن کا حُسن اس کا عمدہ عقیدہ ہے۔ عمدہ اخلاق، اعمال صالح اور مومنانہ معاملات ہیں۔ اس کا احسان ہم جنسوں سے عمدہ سلوک ہے۔ چھوٹوں سے محبت اور بڑوں کا ادب۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور اس سے محبت۔ خدا کے رسول حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت احمد علیہ السلام سے اخلاص اور اتباع اور فرمان برداری، بنی نوع انسان سے ہمدردی اور مودت اور ہم عمروں سے پُر محبت خلوص ہو۔ غریبوں اور محتاجوں اور ماتحتوں سے عدل، انصاف اور شفقت ہو۔

قادیان میں دسمبر 1939ء میں خلافت کی پچیس سالہ جوبلی پر خاکسار نے صوبہ سرحد کی طرف سے ایڈریس پیش کیا۔ اس ایڈریس میں جنوری 1915ء لغایت دسمبر 1939ء صوبہ سرحد میں جو کام خاکسار نے کیا تھا۔ اس کی مختصر تاریخ درج تھی۔ سٹیج پر صرف پہلا صفحہ بطور اختصار سنایا گیا تھا جو سارے ایڈریس کا خلاصہ تھا، جس کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے بہت پسند فرمایا۔

فصل پنجم

حاسدوں کا حسد اور اپنی حالت پر حیرت

چودھویں صدی ہجری کے آغاز کے وقت مسلمانوں کی حالت کیا تھی۔ حدیث نبویؐ کے مطابق مسلمان صرف نام کے مسلمان تھے۔ علماء ربانی اور صوفیا اکثر معدوم تھے اور جو تھے، وہ خشیۃ اللہ اور علم و معرفت سے محروم تھے۔ اسلام کا صرف نام باقی تھا۔ ارکان اسلام صرف بطور رسم رہ گئے تھے۔ قرآن کریم کے حروف رہ گئے تھے۔ عمل مفقود تھا۔ مساجد تو بڑی خوبصورت اور شاندار بنی تھیں مگر ان میں نمازی نہ تھے اور جو تھے وہ حقیقت نماز اور مقصد عبادت سے غافل تھے۔ علمائے زمانہ بداخلاق، بداعمال اور رکفر اور مفسد تھے۔ مذہب اسلام 73 فرقوں میں تقسیم تھا۔ ہر فرقہ باقی 72 کا مکفر اور مکذّب تھا یہ حدیث نبویؐ کہ جو مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے، اگر وہ کافر نہ ہو تو مکفر خود کافر ہو جاتا ہے۔ اگر درست ہو تو بوجہ تکفیر ہر مسلمان کافر ہو چکا تھا۔ مسلمان باہمی قتل و غارت میں مبتلا تھے۔

سطح زمین سے مسلمان حکومتوں کی صفیں یاجوج ماجوج ایک ایک کر کے لپیٹ رہے تھے۔ اور جو باقی تھیں وہ کفار کے رحم و کرم پر تھیں۔

کئی صدیاں ضلالت اور ظلمت کی راتیں گزر گئیں۔ خدا تعالیٰ نے چودھویں رات کا چاند بدر تمام مشرق عرب سے مطلع قادیان پر جلوہ افروز فرمایا۔ وہ یوم الموعود آ گیا۔ اور موعود کل اقوام رسول اسمہٗ احمد نزول فرما ہوا۔ وہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا کہہ کر ظاہر ہوا اور سعید الفطرت مومنوں نے لَبَّیْكَ یَا نَبِی اللہ کہہ کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا

مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا کہا۔

ہم نے بھی جب فضل رحمان نے دستگیری فرمائی۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ وَلَا شَرِیْكَ لَہٗ کہکر لَا مَعْبُوْدَلَنَا اِلَّا اللّٰہِ وَلَا شَارِعَ لَنَا اِلاَّ مُحَمَّدٌ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَلَا دِیْنَ لَنَا اِلَّا اِلْاسْلَامَ اور لَا شَرِیْعَۃَ لَنَا اِلَّا الْقُرْاٰن اور وَلَا اِمَامَ لَنَا اِلَّا اَحْمَدُ نَبِیُّ اللّٰہِ کہا اور احمد کے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئے۔ اور صحیح معنوں میں مسلمان بننے کا اقرار کیا۔ فالحمد للہ علی ذالك۔

جب ہم حضرت احمد کے ظہور سے قبل تارک اسلام، تارک قرآن، غافل از توحید، گرفتار شرک، بد اخلاق و آزاد تھے اور نام کے مسلمان اور درحقیقت کافر تھے۔ تب ہم مسلمان کہلاتے تھے۔ مگر جب ہم نے حضرت احمد کے ہاتھ پر تجدید ایمان و اسلام کیا اور توحید کا اقرار کیا اور اتباع محمد رسول اللہ پر مقرر ہوئے۔ اطاعت شریعت قرآنیہ پر مصرّ ہوئے۔ کافروں کو مسلمان کرنے لگے۔ تو علماء سُوء نے ہم کو کافر قرار دیا۔ خارج از اسلام ٹھہرایا اور مرتد کہلائے اور ہمارا قتل کیا جانا موجب ثواب عظیم ہوا۔ کیا حیرت کا مقام نہیں۔

افغانستان کے علمائے سوء اور حکمرانوں نے مولوی عبد الرحمنؓ احمدی، حضرت سید عبد اللطیفؓ احمدی، حضرت ملا نعمت اللہؓ احمدی، حضرت مولوی عبد الحلیمؓ احمدی، حضرت قاریؓ نور علی احمدی کو پتھروں کی بارش سے شہید کر دیا، صاحبزادہ محمد سعیدؓ احمدی، صاحبزادہ محمد عمر جانؓ احمدی، سید محمد سلطانؓ احمدی، سید حکیمؓ احمدی کو قید و بند میں رہ کر جیل کی صعوبتوں سے شہادت نصیب ہوئی۔[1]

افغانستان میں بھی ظالموں کو خدا تعالیٰ نے ہی کیفر کردار کو پہنچایا۔

پاکستان کے علمائے احرار نے (۱) کوئٹہ میں میجر محمود احمد احمدی (۲) مولوی غلام محمد احمدی اوکاڑہ میں (۳) مستری بدر الدین احمدی کو راولپنڈی (۴) چند مظلوم احمدی ایام فسادات پنجاب

[1] سال دسمبر 1955ء میں علاقہ حاجی افغانستان میں مکرم داؤد خان احمدی شہید ہوئے۔ خوست میں مکرم ولی داد خاں احمدی بمعہ فرزند خوردسال شہید ہوئے۔ 1957ء میں زازی میں مکرم حاجی فضل محمد صاحب احمدی مع اولاد شہید ہوئے۔ وزیرستان میں مکرم مولوی محمد احمد صاحب احمدی شہید ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

1953ء میں شہید کردیئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بوقت تقسیم پنجاب جو سلوک مسلمانوں سے کیا گیا تھا وہی سلوک احرار نے ہمارے ساتھ پنجاب کے شہروں لاہور، گجرانوالہ، سیالکوٹ، سرگودھا، لائل پور، ملتان اور راولپنڈی میں روا رکھا۔ پاکستان میں بھی مظلوم احمدیوں کے خون کا بدلہ ہمارے غیور خدا نے لے لیا اور لے گا۔ اَللّٰھُمَّ مَزِّقْ اَعْدَاءِ الْحَقِ کُلَّ مُمَزَّقٍ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

خدا تعالیٰ نے ہمارے امام جماعت حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبدالحمید احراری یا مودودی کے حملہ سے بچایا اور خاکسار کو عبدالعزیز احراری کے حملہ پشاور شہر قصہ خوانی بازار میں محفوظ رکھا۔

جب خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے 30/دسمبر 1914ء میں تجدید بیعت خلافت کی تو غیر مبائعین کے اکابرین نے 3/جنوری 1915ء کو بالاتفاق میرا بائیکاٹ کردیا اور گوناگون افترا باندھے۔ حتیٰ کہ توہین رسول کا الزام لگایا اور اخبارات پنجاب میں عالمگیر پراپیگنڈا کیا اور احرار کو اکسایا کہ وہ مجھے قتل کردیں۔ ہمارے سیرۃ النبیؐ کے جلسہ میں میرزا محمد سلطان صاحب غیر مبائع نے ممبران خلافت کمیٹی پشاور سے مل کر حملہ کردیا اور جلسہ بند کرادیا اور لیمپوں اور سامان کو نقصان پہنچایا۔ ہمارے خلاف رسالہ شائع کیا۔ خدا تعالیٰ نے میرزا سلطان کو مرض سل میں مبتلا کیا اور اس کی اولاد میں سے دو جوان بچے جوانا مرگ کردیئے۔ کیا ہم خود یہ انتقام لے سکتے تھے۔

بعض دوستوں نے کبھی غیر مبائعین کا ہمدرد بتایا، کبھی بہائی قرار دیا، کبھی زکوٰۃ کا منکر، کبھی کیا اور کبھی کیا۔ ہمارا شکوہ خدا تعالیٰ کے حضور اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَاد رہا۔

اس وقت 1955ء میں میری عمر 74 سال کے قریب ہے اور قریباً 54 سال احمدیت میں گذارے مگر بعض احباب کے نزدیک کیا ہوں؛ کافر ہوں یا مسلمان، بہائی ہوں یا احمدی، غیر مبائع ہوں یا مبائع ہوں۔ حضرت شمس تبریزی کا مصرعہ دوہراتا ہوں ۔

چہ تدبیر اے مسلمانان کہ من خود را نمید انم
کہ ترسا و یہودی ام کہ گبرم یا مسلمانم

جس کے دل میں آیا اپنی مرضی کے مطابق مجھے اس طرف منسوب کر دیا۔

ہر کسے ازظن خود شد یارمن
کس نہ جستہ ازدرون اسرارمن

ہماری آخری دعا یوسف علیہ السلام کے الفاظ میں یہ ہے:

رَبَّنَا اَنْتَ وَلِيُّنَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ۔ آمین۔

میری رُؤیا 1898ء کی تعبیر

میری وہ رؤیا جو میں نے اپنی بیعت سے تین سال قبل قریباً 1898ء میں دیکھی تھی اور حضرت میرزا محمد اسمٰعیل قندھاری احمدی رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی تھی۔ جس پر حضرت میرزا صاحب موصوف نے فرمایا تھا کہ یہ خواب کسی سے ذکر نہ کرنا۔ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی رؤیا سن کر فرمایا کہ یَابُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْیَاکَ عَلٰی اِخْوَتِكَ۔ اسی طرح حضرت میرزا صاحب نے خاکسار کو فرمایا۔ تاہم خاکسار نے مئی 1906ء میں حضرت احمد علیہ السلام سے بھی تحریری ذکر کیا تھا۔ جس پر حضرت ممدوح نے فرمایا کہ خواب اچھی ہے۔ مرورِ زمانہ سے خاکسار پر اس کی جو تعبیر کھلی۔ وہ یہ ہے کہ

(۱) رؤیا میں بلند پہاڑ سے مراد بلندی اور عظمت کا مقام ہے اور اس پر کھڑا ہونا احمدیت کے اس رفیع مقام سے مراد ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں ہے۔ ایک دفعہ خاکسار کی زبان پر جاری ہوا۔ اَعْلَی اللّٰہُ مُقَامَکُمْ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تم کو بلند مقام دیا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک سارے صوبہ سرحد کا امیر مقرر کیا گیا اور سالہا سال اس عہدہ جلیلہ پر سرفراز رہا۔

(۲) روبہ مشرق کھڑا ہونا۔ اس طرف رُخ رکھا جہاں سے انوار اور برکات محمدیہ کا ظہور اور طلوع ہونا ہے۔ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشرق کی طرف مونہہ کر کے اَوْمَا اِلَی الْمَشْرِقِ یعنی مشرق کی طرف اشارہ کیا کہ وہ موعود انسان (حضرت احمدؑ) اِدھر سے ظاہر ہوگا۔ اور یسعیاہ نبی نے بھی فرمایا کہ کس نے مبعوث کیا صادق کو شرق میں (یسعیاہ باب 41 آیت 2) حضرت احمد بھی قصیدہ الہامیہ میں فرماتے ہیں:

''چوں خود ز مشرق است تجلی نیرّم''

(۳) کرۂ آفتاب کا میرے دائیں ہاتھ میں ہونا سے مراد سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی امت میں خدا تعالیٰ نے اپنی محبت اور رحمانیت سے پیدا کیا۔ ورنہ ہوسکتا تھا کہ کسی اور قوم میں تولدّ ہوتا۔ یہ فضل خدا نے یوم پیدائش سے خاکسار پر کیا۔

(۴) ماہتاب کے کرہ کا نزول فرما ہونا۔ میرے بائیں ہاتھ پر مگر ابھی تین فٹ کا فاصلہ باقی تھا۔ گویا درمیان میں 1899ء و 1900ء اور 1901ء تین سال کامل کا عرصہ باقی تھا اور جنوری 1902ء میں خاکسار نے اس چودھویں صدی کے بدر کامل سے بیعت کرلی۔ الحمدللہ۔

بدر کامل حضرتِ احمد کی خلافت کا مقام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیرہ سو سال بعد ظہور تیرھویں رات کی ظلمت اور ضلالت کے بعد ظہور۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شارع اور مطاع نبی ہونا اور حضرت احمد علیہ السلام کا تابع اور امتی اور مستفاد نبی ہونا ظاہر کرتا ہے۔

(۵) مشرق سے بحر زخار کا زور وشور سے بہنا اور مغرب کی طرف سے رُخ رکھنا بتاتا ہے۔ وہ علم و عرفان کا دریائے زخار مشرق (قادیان) سے اُبلے گا اور مغرب کو حیات روحانی بخشے گا۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔

(۶) پہاڑ اور دریا کے درمیان میدان کا سرسبز ہونا تعلیم احمدیت کی برکات اور وسعت کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل کے رؤیا 1912ء کے بموجب خدا تعالیٰ نے حضرت فضل عمر کی افواج کا افسر بھی بنا دیا۔ امیر صوبہ ہوکر باغیانِ خلافت کے مقابلہ کا بےنظیر کام کیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

قاضی محمد یوسف احمدی

23رفروری 1955ء — ہوتی، ضلع مردان- صوبہ سرحد

مقامِ احمد علیہ السلام

ہر ایک مُلک میں چمکا ہے نام احمدؐ کا
ہر ایک قوم کو پہنچا پیام احمدؐ کا

ہر مُلک کے مردوں کے زندہ کرنے کو
ہر ایک قوم پہ برسا غمام احمدؐ کا

ہر ایک ملک کا احیاء کیا رسُولوں نے
ہماری قوم کا احیا ہے کام احمدؐ کا

جسے خُدا سے محبت ہو میرے پاس آئے
ہر ایک فرد کو بُلاوا ہے عام احمدؐ کا

جو تشنگی کے سبب سے ہیں لعطش کہتے
انہی کے واسطے کوثر ہے جام احمدؐ کا

اگر پناہ ہو تم چاہتے شیاطین سے
نجات گاہ ہے دارالسلام احمدؐ کا

محمدؐ عربی میں ہیں جمع سارے رسل
اور اس کا عکس ہے ماہ تمام احمدؐ کا

محمدؐ عربی کا مقام سدرہ ہے
اور اس کے سایہ میں واقع ہے بام احمدؐ کا

ہر ایک نبی کا لباس اوڑھے ہے جری اللہ
قیاس کر لو اسی سے مقام احمدؐ کا

بروز جملہ رسل ، مظہر محمد ہے
ہے ان کے خُو سے مرکب قوام احمدؐ کا

وہ ہے مطیع محمدؐ کا اور قرآن کا
الگ نہیں ہے حلال و حرام احمدؐ کا

نظامِ شمس میں جو حُسن ہے اُسے سمجھو
سمجھ میں آئے گا تم کو نظامِ احمدؐ کا

پڑھو سنو تو ذرا غور سے کلام اُس کا
کرے ہے مُردہ کو زندہ کلام احمدؐ کا

ہر ایک ملک میں صیاد ہم نے بھیجے ہیں
کہ صید کرنے کو پھیلائیں دام احمدؐ کا

پکڑ سکا نہ جسے آج تک کوئی صیاد
ہوا وہ آہوئے چالاک رام احمدؐ کا

گر احمدی ہو تو مژدہ سناؤ لوگوں کو
جہاں بھی موقع ملے صبح و شام احمدؐ کا

ہے جن کے دل میں خدا و رسُول کی عزت
ضرور کرتے ہیں وہ احترام احمدؐ کا

ہوَا اہانت احمد کا مرتکب جو بھی
خدا نے اس سے لیا انتقام احمدؐ کا

ہر ایک قوم کو دعوت کریں صداقت کی
یہ فرض ہے یوسف غلام احمدؐ کا

(قاضی محمد یوسف احمدی۔ ہوتی ضلع مردان۔ ۲۷ مئی ۱۹۵۱ء)

جلسہ سالانہ دسمبر 1955ء میں ربوہ کی سیر کا نظارہ

ہم نے ربوہ کے ہر اک کوچہ و در کو دیکھا
اور بڑے غور سے ہر فرد بشر کو دیکھا

لوگ تھے جمع بہت مشرق و مغرب کے وہاں
سٹیج پر جلوہ کناں فضلِ عُمر کو دیکھا

شکر للہ کہ دیکھا تھا مسیح موعودؑ
شکر صد شکر کہ اب اس کے پسر کو دیکھا

بالیقیں شمسِ محمدؐ ہیں قمر احمدؑ ہیں
جمع محمود میں اب شمس و قمر کو دیکھا

ہم کو احمدؑ میں نظر آیا محمدؐ عربی
نور و محمود میں بوبکر و عمر کو دیکھا

پایا احمدؑ کو مسیحا کا سا پرامن نبی
بالمقابل خرِ دجّال کے شر کو دیکھا

غیر ذی زرع کا مصداق کبھی تھا ربوہ
اب تو اُگتا ہوا ہر قسم شجر کو دیکھا

کبھی ظلمت کدہ ہوتا تھا مگر اب بقعۂ نور
در و دیوار شجر اور حجر کو دیکھا

جہاں انسان کبھی بستا نظر آیا نہ کبھی
وہاں آباد اب اللہ کے گھر کو دیکھا

صبح اور شام اور مساجدیں ہیں ذکر و تسبیح
کیا ہی پرُلطف وہاں شام و سحر کو دیکھا

سڑک اور ریل سے جو لوگ گذرتے ہیں اب
محو نظارہ براک راہ گذر کو دیکھا

علم و عرفان کا جاری ہے وہاں چشمۂ فیض
دولت علم کی تھی لُوٹ جدھر کو دیکھا

ہم کو محبوب ہیں اللہ، محمدؐ، قرآن
اُن سے پرُنور دل اور مغز و جگر کو دیکھا

نہ تو قرآن میں ناسخ تھی نہ منسُوخ آیت
ہم نے اس مسئلہ کے نفع و ضرر کو دیکھا

ہم نے قرآن کو حدیثوں پہ مقدم پایا
فوق قرآن پہ کب قولِ بشر کو دیکھا

وہ جو پہچان لیا کرتے ہیں مومن کافر
ہم نے خود ربوہؔ میں ان اہل نظر کو دیکھا

مومن احمدؑ موعود کو پایا بشاش
منکر خستہ جگر خاک بسر کو دیکھا

مدعی صادق و کاذب ہیں جو کرتے ہیں تمیز
ربوہؔ کی خاک میں اُن اہل بصر کو دیکھا

چمن ربوہؔ میں پھولوں پہ عنادل دیکھے | باغ احمد کے سب اشجار و ثمر کو دیکھا
وہ جو تانبے کو بنا لیتے ہیں سونا چاندی | ہم نے اس قصبہ میں اُن اہل ہُنر کو دیکھا
وہ جو اللہ کے سوا غیر سے ڈرتے ہی نہیں | ہم نے اس زمرہ میں اس مردنڈر کو دیکھا
کوہ میں دشت میں آبادیٔ و ویرانوں میں | ہم کو اللہ نظر آیا جدھر کو دیکھا
مومنوں کو کہیں راکع کہیں ساجد پایا | ہر دعا خواہ کے اس دیدۂ تر کو دیکھا

ہم نے پیغام خدا سب کو سُنایا یوسفؔ
نہ تو بینا نہ کسی کور نہ کر کو دیکھا

(قاضی محمد یوسف احمدی۔قاضی خیل ہوتی مردان)

سیدنا حضرت احمد علیہ السلام کی اقتداء میں

نماز باجماعت

محترم ملک صلاح الدین صاحب احمدی مدیر رسالہ اصحاب احمدؑ قادیان نے اخبار بدر مورخہ 24/جولائی 1904ء صفحہ 6 سے مندرجہ ذیل اقتباس مورخہ 4/جنوری 1950ء کے خط میں نقل کر کے ارسال فرمایا ہے۔جن کا خاکسار تہہ دل سے ممنون اور شکر گزار ہے۔

مبارک نماز

21/جولائی 1904ء بمقام گورداسپور ایک بجے کا وقت تھا کہ حضرت امام الزمان سیدنا احمد علیہ السلام نے چند موجودہ خدام کو ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھ لی جاوے۔سب نے وضو کیا نماز کیلئے چٹائیاں بچھیں۔حاضرین منتظر تھے کہ حسب دستور سابقہ حضور علیہ السلام کسی حواری کو امامت کیلئے ارشاد فرمائیں گے کہ اس اثنا میں خود حضرت امام الزماں علیہ السلام امامت کے لئے آگے بڑھے اور اقامت کہے جانے کے بعد آپ نے نماز ظہر اور عصر قصر اور جمع کر کے پڑھائیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام اور خود کو مقتدی پا کر حاضرین کے دل باغ باغ تھے۔ان مقتدیوں میں کئی ایسے اصحاب تھے جو چاہتے تھے کہ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز میں امام ہوں اور ہم مقتدی۔ان کی امید برآئی۔اور مجھ پر بھی یہ راز کھلا کہ امام نماز کی جس قدر توجہ الیٰ اللہ زیادہ ہوتی ہے۔اسی قدر جذب قلوب بھی زیادہ ہوتا ہے چونکہ خدا کے فضل سے اس مبارک نماز میں میں خود بھی شریک تھا اس لئے دیکھا گیا کہ بے اختیار دلوں پر عاجزی،فروتنی اور حقیقی عجز وانکسار غالب آتا جاتا تھا اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچا جاتا تھا اور اندر سے ایک آواز آتی تھی کہ دعا مانگو۔

قلب رقیق ہو کر پانی کی طرح بہہ بہہ جاتا تھا اور اس مبارک وقت کے ہاتھ آنے پر شکر یہ الٰہی میں دل ہرگز گوارا نہ کرتا تھا کہ سجدہ سے سر اٹھایا جاوے۔غرضیکہ عجیب کیفیت تھی اور ایک متقی امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جو جو بخششیں اور رحمتیں از روئے حدیث شریف مقتدیوں کے شامل حال ہوتی ہیں۔ان کا ثبوت دست بدست مل رہا تھا۔

چونکہ یہ ایک ایسا عجیب وقت تھا جس کے میسر آنے کی عمر بھر میں بھی امید نہ تھی اور محض فضل ایزدی سے ہمیں اور چند دیگر احباب ملت کو میسر آ گیا۔اس لئے مناسب ہے کہ اس مبارک وقت کے موجودہ مقتدیوں کے نام قلمبند کر دیئے جاویں۔جن کی خدا تعالیٰ نے اس طرح عزت افزائی فرمائی اور آئندہ نسلوں کیلئے ایک یادگار رہ جاوے۔

فہرست ان اصحاب کی جنہوں نے حضرت امام الزمان (سیدنا حضرت احمد علیہ السلام) کے مقتدی بن کر نماز ادا کی:

(۱)(قاضی) محمد یوسف صاحب طالب علم پشاور اسلامیہ۔سکول ہائی کلاس۔

(۲) مولوی عبدالعزیز صاحب منتظم ساکن گوہد پور۔سیالکوٹ۔

(۳) محمد ابراہیم صاحب کلارک ساکن گوہد پور۔سیالکوٹ۔

(۴) عطا محمد صاحب زمیندار ساکن گوہد پور۔سیالکوٹ۔

(۵)(خلیفہ) نورالدین صاحب سٹیشنری شاپ۔جموں۔

(۶)(خلیفہ) عبدالرحیم ولد خلیفہ نورالدین صاحب جموں۔

(۷) ڈاکٹر غلام غوث صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ۔

(۸) غلام رسول صاحب باورچی۔امرتسر۔

(۹) عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر۔میرٹھ۔

(۱۰) عبدالعزیز صاحب۔مدرس۔ایمن آباد۔

(۱۱) حافظ محمد حسین صاحب۔ڈنگوی۔

(۱۲) میاں شہاب الدین صاحب لدھیانہ۔

(۱۳) حیدر شاہ صاحب گرداور۔ شورکوٹ۔ ضلع جھنگ۔

(۱۴) حسین صاحب ساکن کٹھالہ۔

(۱۵) میاں شادی خاں صاحب تاجر سیالکوٹ۔

(۱۶) مولوی یار محمد صاحب مخلص قادیان

(۱۷) مولوی عبداللہ صاحب پشاور (ولد حضرت مولانا غلام حسن صاحب ؓ)

(۱۸) نعمت خاں صاحب محکمہ پلیگ۔ گورداسپور۔

(۱۹) میاں خیر الدین صاحب سیکھواں ضلع گورداسپور۔

(۲۰) محمد افضل خادم احمدی جماعت ایڈیٹر و منیجر اخبار بدر۔

(منقول از اخبار البدر 24/جولائی 1904ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ سیدنا محمد رسولہٖ الکریم

فارسی کلام

ترا اے نکتہ چیں ناداں اگر خوفِ خدا باشد	چرا از احمدیت اینچنیں نفرت ترا باشد
بداں ہر احمدی مردیست بے آزار بے نیشے	بغیر مزد خدمتگارِ تو صبح و مسا باشد
یکے زیشان منم حاضر ہر آن خدمت کہ میخواہی	تو از لب حکم فرماؤ زِمن خدمت ادا باشد
بیاو میہانم شو ترا منزل دہم دردل	برائے خیر مقدم برلب من مرحبا باشد
زمن پُرس آنچہ من ہستم زغیر من چہ می پرسی	کلامِ غیر درشانم کجا درست و بجا باشد
شنواز من بیان من کہ برتو حق شود ظاہر	کہ ہر چہ بشنوی از غیر کے حجت بما باشد
امامِ وقت را دیدم شنو از من تو احوالش	کہ منکر ہر چہ میگوید دراں صدقے کُجا باشد
تو احوال محمدؐ راندِ بوبکرؓ و عمرؓ بشنو	کہ ہر چہ بوجہل گوید ہمہ کذب و دغا باشد
بحمد للہ کہ از مادر بہ دنیا آمدم مسلم	بہ خونم از ازل آغشتہ توحید خدا باشد

محمد مصطفٰے شارع رسول و مقتدا دانم

کہ درنوع بشر خیر الرسل خیر الوریٰ باشد

○

کلام اللہ قرآن است وستور العمل مارا	بکار دین و دنیا این کتابم رہنما باشد
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمان علی مارا امامان اند	کہ ہریک ازصحابہ بہرامت مقتدا باشد
محمدؐ آل و اصحابش بہ نزدم محترم ہستند	مِرا با دشمنانِ شانِ تولیٰ کے کُجا باشد
محمد مصطفے را مردہ میدانی بہ خاک اندر	مسیح ناصری زندہ بہ نزدت برسما باشد
جمیع انبیا مردند عیسےٰ کے بودزندہ	پس ازصدسال ہرزندہ بشر آخر فنا باشد
تراگرنور ایمان در دماغ و دل بود روشن	بدیسان اعتقاد مشرکانہ گوچرا باشد
مبارکباد کان موعود احمد را ظہورے شد	کہ اندر زمرۂ پاکان امام اصفیا باشد
امام منتظر مہدی مثیل عیسیٰ مریمؑ	بود موعود کل ادیان بروزِ انبیا باشد
ہمہ پیغمبران کردند ذکر فتنۂ دجال	محمد گفت تریاقش مسیح دینِ ما باشد
اگر این فتنۂ آخر بود از فتنۂ ہا اکبر	بگوآن دافع فتنہ بشان خودچہ ہا باشد
محمد مصطفےٰ چون جامع جملہ رسل بودست	ازان احمد جری اللہ بروز انبیا باشد
ہمہ پیغمبران بودند بہرقوم خودہادی	محمدؐ نیز احمد کل جہاں را رہنما باشد
تو نوح و موسیٰ وعیسیٰ بلاشک انبیادانی	مگر احمدؑ جری اللہ بہ نزدت زاولیا باشد
محمد خاتمِ پیغمبراں بیشک و لاریب است	مگر تو لا نبی بعدہٗ گفتن خطا باشد
ہمہ احزاب ایں اُمّت زِ اوّل متفق ہستند	کہ ابنِ مریم موعود پیغمبر بجا باشد
اگر موعود کل ادیان نبی اللہ نمی بودے	مطاع و مقتدا مومن بہ مارا چرا باشد
شنو احمدؑ نبی اللہ مطیع شرع قرآن است	محمدؐ مصطفیٰ اور امطاع و مقتدا باشد

اگر تو مومنش گردی کنی بردست او بیعت

ترا دستے بود در دست کاں دستِ خدا باشد

○

ترا احمدؐ دہد دعوت بگو آمنّا وصدّقنا	کہ انکار از نبی اللہ خود فعل خطا باشد
امام وقت چون آمد بیابشناس ومومن شو	کہ مرگ جاہلیت منکرانش راسزا باشد
بیامد آدم ثانی ملک وش تواطاعت کن	کہ شیطاں رازِ حکم اُسجدو اکبر و ابیٰ باشد

من یوسف تبو گفتم ہرآنچہ بہر خود خواہم
ترا فہمے دہد اللہ ہمیں ازمن دُعاباشد

○

ماروئے پاک احمد موعود دیدہ ایم	باہر دوگوش خویش کلامش شنیدہ ایم
ماسالہا بہ صحبت پاکش نشستہ ایم	پس ماندہ از طعام لذیذش چشیدہ ایم
مامیہانِ حضرت احمدؐ بہ قادیان	گشتیم وتابہ سفرۂ پاکش رسیدہ ایم
ماماں وجان خویش بدستش فروختیم	مادر عوض رضائے خدارا خریدہ ایم
مادستِ خودبدست مسیحا چودادہ ایم	از مکرودجل وزورِ شیاطین رہیدہ ایم
مادر حریم قربِ خدا جائے یافتیم	دنیا گذاشتہ سوئے اللہ دویدہ ایم
ایمانِ مابوحدت پروردگار ہست	مامعتقد بہ جملہ صفات حمیدہ ایم
آن ذات حق سمیع و بصیر وکلیم ہست	شیرین کلام اوزدہانش شنیدہ ایم
قرآن کلام اوچوعسل زآسمان چکید	این شہد پاک رابہ چہ لذّت چکیدہ ایم
مارا خدازامت خیر الرسل نمود	مابہر خود مطاع محمد گزیدہ ایم
ماپیروانِ عیسیٰ موعود احمدؐیم	دجّال رابہ تیغ دعا سربریدہ ایم
مافرق در محمدؐ و احمدؐ نمی کنیم	زان روزماکہ چہرۂ احمد بدیدہ ایم

صد فخر براطاعتِ فخر الرسل رواست
ماجرعۂ زجام فیوضش چشیدہ ایم

اسلام بہ شیرمادر جزوجان شدست	پستان اُمِ خود چوبہ طفلی میکدہ ایم
بدبوئے حاسدان چہ رساند ضرر بما	چون بوئے وصل یار بہ جنت شمیدہ ایم
مابستہ ایم رشتہ بہ احباب صالحین	از طالحین رشتۂ الفتِ بریدہ ایم
آزاد گشتہ ایم زبند قفس چوطیر	از برکت مسیح بہ ثریّا پریدہ ایم
ای آنکہ حملہ میکنی برمابہ ہوش باش	مادر کنارِ حضرت حق آرمیدہ ایم
حاسد زبغض خویش بدوزخ فتادہ است	ماپائے خود بہ جنت ماوئ خزیدہ ایم
قلب یلان لرزہ براندام می شود	وقتیکہ، ہمچو شیر بمیدان غریدہ ایم
کس رامجال نیست کہ باما کند مصاف	چون خنجر از نیام بمیدان کشیدہ ایم
ارض و سمائے نوبہ جہانِ جدید ماست	ماخلق نوبہ احمدیت آفریدہ ایم
آب شراب کہنہ بہ جام جدید ماست	مازندگیٔ تازہ ازان آب دیدہ ایم
گلہائے باغ احمدیت بوئے خوش دہند	مثلِ نسیم صبح بہ گُل چوں وزیدہ ایم
یوسف بہ پاسِ خاطرِ احباب جمع ساخت	گُل ہا ز باغ احمدیت ماکہ چیدہ ایم

در عین عنفوان شباب احمدی شدیم

یوسفؔ شدم چوپیر ہلال خمیدہ ایم

○

مژدہ باد اخوان ظہور احمد موعود شد	برسرِ این صد نزول عیسےٰ معہود شد
از زمین شرقِ طالع شدبہ عالم آفتاب	تازمین غرب انوارش ببیں ممدودشد
احمدِ موعودؑ آورد ثریا برزمیں	نور ایمان کوز قلب مومنان مفقود شد

آن مسیحاراکہ بودی منتظر ازآسمان

حسب منشائے خدا در قادیاں موجود شد

○

فوت شد عیسیٰ نبی مانند جملہ انبیاء	وارد کشمیر شد در روضہ بل مورود شد
تو ہمے گفتی کہ عیسیٰ آید از قوم یہود	لیکن آن موعود، اندمومنان موجود شد
احمد مامظہر حضرت محمد مصطفیٰ است	جمع اندر ذات پاکش شاہدو مشہود شد
بُد محمد مصطفیٰ ختم الرسل لا ریب فیہ	تو مگو باب نبوت بعد از مسدود شد
آنچہ فیض عام بُد قبل از محمدؐ بالیقین	بعد او در اُمّتش ہر نعمتے محدود شد
مولوی در انتظار صحبت دجال باد	در نگاہِ مومنان دجّال و خر مردود شد
گر نہ بُد احمدؑ نبی اللہ بگو آخر چرا	در لباس انبیا در این زمان منضود شد
شد نبوت تاابد مفتوح در خیر الامم	ہر در قرب خدا بر کافران مسدود شد
احمد موعود چون مرفوع شد سوئے خدا	جانشینش نور دین و حضرت محمود شد
مومن احمد بہ نزد ذات حق عزت بیافت	گرچہ نزد منکرانش مؤمنش مطرود شد
تو مشو ابلیس سرکش نے بگو خیرٌ انَا	کُن عمل بر اُسْجُدُوا آدم ترا مسجود شد
ہرکہ خاک افگند سوئے مہرتابان برفلک	آن ہمہ بیسودگشت و روئش خاک آلودشد
ہرکہ خواہد نیست گرداند وجود انبیاء	کوشش بیکارگشت و خویشتن نابودشد
ہر نبی غالب شد و مغلوب گشتند منکرین	بین چہ انجام بد فرعون وہم نمرودشد
احمدیت چیست اصلاح مسلمانان دہر	احمدی راخدمتِ خلق خدا مقصود شد
حسن پیدا کن بہ خود احسان بخلق اللہ کن	حُسن و احسان ہرکہ دارد درجہان مودودشد

یوسف محزون زیمن صحبت احمدؑ نبی
خاک بود و گشت زرچوں قسمتش مسعود شد

○

بحمد اللہ کہ حضرت احمدؐ آخر زمان آمد	چہ احمدؑ خود محمدؐ در زمین قادیان آمد
جری اللہ بہ لبس انبیاء ملبوس مے بینم	چو گلدستہ بدست مازیمن گلستان آمد
محمدؐ مصطفیٰ کو درعرب مدفون می گفتی	بروزش حضرت احمد دوبارہ درجہان آمد
بظاہر گرچہ اوپیدا بہ خاک کدعہ می باشد	بہ باطن او بہ حکم کردگار از آسمان آمد
امام منتظر مہدی مثیل عیسیٰ مریم	دو جان در قالب واحد نمی بینی عیاں آمد
جناب مہدی معہود و رامادرعرب جستیم	چہ مارا قسمت خوش بُد کہ درہندوستان آمد
چو ہرسو قُم باذن اللہ امام ماصداہازد	بہ جسم مردۂ است زسرتاپارواں آمد
نفوسِ مردۂ صدسالہ راچون زندگی بخشد	ہمان ساعت بہ پائےخودسوئے احمد دوان آمد
قلوب مردمان گشتہ سیاہ از ظلمت عصیان	پے تنویر شاں از شرق مہر ضوفشان آمد
بہ کفارو بہ مشرک دعوتِ اسلام مے پاید	درین ایام بابرکت فلاح مومنان آمد

مبارک باد اے یوسف ظہورِ حضرت احمد
کہ از فیضش بما کشف دوصدرازنہاں آمد

○

بحمد اللہ کہ من خود احمد آخر زمان دیدم	چہ احمد احمد موعود امام انس و جان دیدم
ہماں مردِ مبارک را کہ موعود است درادیان	کجا دیدم بہ ارض قادیان دارالامان دیدم
زشہر مکہ درمشرق بہ ملک ہند طالع شد	چوبدر چاردہ ہر سو بہ عالم ضوفشان دیدم
محمدؐ مصطفیٰ را جانشین و مظہر کامل	جمیع انبیاء را درلباس اونہان دیدم
رُخش عکسِ رخِ خوبِ محمدؐ مصطفیٰ بودست	زانوارِ رُخش روشن قلوبِ مومنان دیدم

جری اللہ کہ دستش را خدا خود دست خود گفتہ
زہے قسمت کہ دست خود بدست آن یگان دیدم

کلامش راںگوش خود بسا اوقات بشنیدم	ہمہ آثار تاثیرش بہ قلب خود عیان دیدم
بہ وقت صحبتش دیدم سرور و لذّتے در دل	زعصیان نفرتے دیدم بہ نیکی میل آن دیدم
گہے کشف و گہے وحی گہے تازہ بشارتہا	پگاہ بشنیدم وشامش ظہورے ہم چنان دیدم
زمین قادیان از کثرت مردم حرم گشتہ	ہمہ اقوام عالم رابسُوئے اودوان دیدم
زر وسیم از ہمہ جانب بسوئے قریہ اش آید	درمخزن ورودِ مال چوں آب روان دیدم
نبی امی چنان بخشد معارف ہائے قرآن را	کہ اُمیین دردرسش زہرسوعا زمان دیدم
ہرآن مردے کہ بردستش زکفر وفسق تائب شد	بہ روز چند من اُو را بہ خیلِ صالحان دیدم
بسے ازمردم صالح کہ در قرب خدا بودند	بہ تصدیق صلاح حال اواز شاہدان دیدم
بہ خاک ارمولوی بکشود فم خود بہر تکذیبش	بہ اوجِ چرخ مہر و مہ بہ صدقش ہم قِران دیدم
ندیدم ہیچ ملاّ را کہ تحقیقش بود مقصد	بہ رد حضرت احمد ہمہ مستہزیاں دیدم

من یوسف کسانے راکہ مستہزے ہے بودند
گرفتار بلاہا و عذاب و امتحان دیدم

○

نوٹ: درِمخزن سے مراد بیت المال ہے۔

بحمد اللہ کہ من ایمان بہ توحیدِ خدادارم	عبادت یا اطاعت کے لغیر اللہ روادارم
خدائے من سمیع است وبصیر است وکلیم است	امید استجابت من بوقت ہردعا دارم
کتاب اللہ قرآن راکلام اللہ یقین دارم	ازان او رابہ کارِ دین و دنیا رہنما دارم
بہ اقوال بشر قولِ خدا فائق ہمیدانم	کلام حق محک از بہر ہر قطر و طلادارم
مرا فخراست کزمادر بدنیا آمدم مسلم	محمد مصطفٰے شارع رسول و مقتدادارم
جمیع انبیاء رادر دلم تعظیم و توقیر است	برخود اسوۂ حسنہ امامِ انبیادارم
درین ایام کفر و ظلمت و آوانِ تاریکی	جنابِ احمد موعودؑ رہبر راہنما دارم
چودست خود بدستِ احمد موعود بنہادم	ازان روز است دستِ خویش در دستِ خدا دارم
چواز فضلِ خدا احمد مثیل ابن مریم شد	کے امید نزولِ ابن مریم از سمادارم
محمدؐ فوت گشت و ابنِ مریم زندہ میباید	من این اقرارِ لایعنی کنم جرأت کجادارم
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمان ؓ علیؓ مارا امامان اند	بصد صدق و بصد اخلاص باایشاں ایں ولادارم
حدیث اصحابی کالنجوم از جان ودلم خوانم	بامردین و دنیا من باین ہا اقتدا دارم
ازان یومیکہ من گشتم مرید احمد مرسل	دلم عرشِ خدا گشت و بہ لب حمد و ثنا دارم
ازان مالِ حلال من کہ حق مارا ہمی بخشد	بہ تبلیغ کلام اللہ بہ صدق دل فدا دارم
نباشم من چرا از زمرۂ منعم علیہ آخر	کہ دائم در نمازِ خود حق این التجا دارم
نبی اللہ احمد رابدیدم بادوچشم خود	من ازعلم وفیوض اوبدل نور وضیا دارم
نمی ترسم من از تہدید شیطانِ لعین ہرگز	حفیظ و ناصرم اللہ چوں صبح و مسادارم
بروایے مفتری نادان مترسانم زمکرِخود	خدا دارم چہ غم دارم، بگو آخر چرادارم
توداری فطرتِ غدّار ماراہم چنان دانی	قیاس ماکن برخود کہ من فطرت صفا دارم
وفادار نبوت رابہ غدّاران چہ نسبت ہست	بہ غدارانِ پاکستان تعلق ہاچرادارم

مرا کاریست باپاکان و از ناپاک بیزارم
برو ای نکتہ چین گم شو بتوکارے کجا دارم

امیدِ بیوفائی تو مداراز من بروراہت	کہ من درسینۂ صافی خودوصفِ وفادارم
بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکوگفتی	تو بروشنام خورسندی دمن شوق دعادارم
مکن از من توقع ہمچوخوداین خیرہ چشمی ہا	کہ من از صحبتِ احمد بچشم خود حیادارم
ہرآن کو العطش گوید بزودی بیش من آید	کہ من آداب کوثر شربت وجام صفا دارم

من یوسفؑ دہم دعوت بیاؤ میہانم شو

دلم منزل گہت باشد و برلب مرحبا دارم

○

بحمد اللہ کہ من خود احمد آخر زمان دیدم	چہ احمد مظہر جملہ رسل درقادیان دیدم
محمد مصطفٰے خیر الوریٰ فخر الرسل بودست	بروز کاملش احمد امام انس وجان دیدم
ہماں عیسیٰ نبی اللہ کہ اورا منتظر بودم	ظہورش در زمین ہند باصد عز و شان دیدم
امام مہدی معہود و عیسیٰ نبی اللہ	دوجان درقالب احمد بہ ظلمت ضوفشان دیدم
بہ قرآن خود خدا فرمود یَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ	ز عیسیٰ اسمہ احمدؐ ورا نام و نشان دیدم
زشیطان لعین ماویٰ ہمی جستم نہ شد حاصل	درین گیتی مگرمن قادیان دارالامان دیدم
زہر خانہ صدائے قرأت قرآن ہمے آید	مبارک ہر مکین دیدم مقدس ہر مکان دیدم
مساجد دیدم دورآن کسے قائم کسے ساجد	سحر مستغفر و درشب ہمہ تسبیح خوان دیدم
شدم مہمان آنحضرت بہ صحن مسجد اقدس	بنازم قسمت خودراکہ احمد میزبان دیدم
چو اللہ دست احمد راید اللہ گفت دروحیش	ہمان دست مبارک رابدست مومنان دیدم
بہ وقتِ بیعتِ احمد زبانم شکر اللہ گفت	چودست خودبدست احمدِ آخر زمان دیدم

بگوش خویش بشنیدم کلام مرسل یزدان

بہ چشم خود رُخ پُرنور مہرآسمان دیدم

مکفر یامکذب ہرکہ توہین کرد احمد را	گرفتار بلائے مرگ و خاکش دردہان دیدم
ہر آن کوشد معین و ناصر احمد جری اللہ	خدایش حامی و ناصر بوقت امتحان دیدم

پدر مشفق بسے باشد بہ اولادش مگر یوسفؔ

امام الوقت رازان پیشتر من مہربان دیدم

○

چہ مے پرسی کہ من احمد کجا دیدم چسان دیدم	بہ ارض قادیان دیدم نزولش زآسمان دیدم
ہمان عیسیٰ نبی اللہ کہ مردم منتظر بووند	ظہورش در زمین ہند باصد عز و شان دیدم
مسیح ناصری حضرت محمدؐ ماہ و خورشیداند	بہ ذات احمد موعود ہر دو ہمقرآن دیدم
نصاریٰ کذب میگوید کہ عیسیٰ برفلک رفت است	منش در روضہ بل مدفون بہ قرب مردگان دیدم
محمدؐ شد بخاک اندر مسیحا بر فلک زندہ	ہرآن کو این چنین گوید ہمہ را احمقان دیدم
الااے طالب مولا اگر قرب خدا خواہی	بیا شو پیروِ احمد کہ احمد نر دبان دیدم
خداواحد محمدؐ اسوہ قرآن ہدایت ہست	ہمیں سہ چیز راکافی برائے مومنان دیدم
بخوان قرآن بکن تبلیغ کافر را مسلمان کن	ہمیں مقصد زبعث احمد آخر زمان دیدم
توسرتاپا مسلمان شوکہ از قہر خداترسی	در آدر قلعۂ اسلام کہ این دارالامان دیدم
جناب میرزا محمود احمد ہست امام الوقت	پدر راجانشین زمرہ راروح وروان دیدم
زشرق وغرب این گیتی جوانانِ سعادت مند	پے تحصیل علم دین سوئے ربوہ روان دیدم
مذاہب باطلہ رادعوت اسلام شغل شان	ہمہ طُلاب اہل فن مبارز رجز خوان دیدم
سوالاتے کہ لا ینحل بزعم خویش پنداری	جواباتش ہمہ طلاّب را نوک زبان دیدم
تصور آنچہ درد دل کردہ بودم این جماعت را	بہ چشم خود نظام شان بربوہ بیش از آن دیدم
اگر ایمان بحق آری عمل صالح ترابابد	کہ مومن باعمل را خوش مقامے درجنان دیدم

بہ تعلیم امام الوقت گرعامل نہ شد یوسفؔ

ہمہ ہذیان ہمی گوید چنیں دیدم چنان دیدم

اے خوشا مژدہ کہ آن احمد موعود آمد	مہدیٔ منتظر و عیسیٰ معہود آمد
شاہد احمد شدو مشہود محمد عربی	شاہد مرسل حق ۔ تابع مشہود آمد
گشت پر نورِ ز انوار محمدؐ احمدؑ	ہم محمدؐ شدونیز حامد و محمود آمد
ہر نبی گل بُرد و گلدستہ محمدؐ باشد	احمدِ مابہ لباس ہمہ منضود آمد
ہر کہ اوسوئے فلک رفت نیامدواپس	رفت عیسیٰ زجہاں احمد مودود آمد
احمد آمد کہ کشاید درنعمت برتو	آنچہ از شامت اعمال تومسدود آمد
ہم نبی آمد دہم مملکت پاکستان	ہر دو نعمت زخدابہر تومحدودآمد
شکر حق آر بجا آنچہ بمابُد موعود	عین دروقتِ ضرورت ہمہ موجود آمد
انتظارے نہ کشیدیم چوترساؤ یہود	آنکہ موعود بمابود ہماں زودآمد
اے کہ خواہان بہشتی زخدازودبیا	آن ہما آمد وباسایہ مسعود آمد
ہرکہ شد تابع اونعمت الوانے یافت	ہر کہ باشد باغی او فاسق و مردود آمد
ہرکرا بود سعادت زِ ازل مومن شد	ہر کہ رُو تافت از و کافر و مرذُود آمد
رفت احمدزجہان سوئے خدائے برتر	جانشینش برما حضرت محمود آمد

تو منہ تیزقدم سست بروای یوسفؔ

مرکب آہستہ بران منزل مقصود و آمد

○

اے مسلمانان مسلما نیم ما	کلمۂ توحید مے خوانیم ما
مذہب اسلام کیش ودین ماست	حاملانِ شمع قرآنیم ما
ما محمد مصطفٰے را تابعیم	او مطاع و زیر فرمانیم ما
احمد موعود مارا مقتداست	ز اِتبّاعش فیض جویانیم ما
ہرکسے کو بیعت احمدؑ کند	آن بنام احمدی خوانیم ما
احمدیت عین اسلام است وامن	کے ز کفر و شرک ترسانیم ما
حق تعالیٰ گفتہ است الصلح خیر	صلح را از صدق جویانیم ما
ماجہاد دین بالقرآن کنیم	قابل تذکیر و برہانیم ما
ماکہ لا اکراہ فی الدین خواندہ ایم	ازرہ اکراہ گریزانیم ما
دوستی داریم بامردان پاک	دشمن ابلیس و شیطانیم ما
انس ماگر باخداوخلق ہست	آن زمان لا ریب انسانیم ما
گربہ ہم جنسان خود درندہ ایم	مانہ انسانیم حیوانیم ما
شد سپرد ماخلافت برزمین	ملک ماآنست کہ سُکانیم ما
اسود واحمر ہمہ یک جاشدہ	متحد مانند اخوانیم ما
ہرکجا ہستیم مادرشرق وغرب	حق تعالیٰ راثنا خوانیم ما
احمدی ہمدرو ملک و ملت است	خادم برنوع انسانیم ما
می کند ہر احمدی تبلیغ دین	دربقائے دین کوشانیم ما
ہست تعمیر مساجد کارِما	روز وشب گویاں اذانیم ما

ازپئے حفظ حدود دین حق

مستعد ہم پاسبانانیم ما

در ہمہ اطراف کوشانیم ما	اتحاد مسلمین مقصود ماست

ہرچہ یوسف داشت دردل گفتہ است
ظالمے نشنید حیرانیم ما

○

ملیک و قادر و ذوالاقتدارے	زبان رانم بحمدِ کردگارے
زمین و آسمان و کوہسارے	زیک کُن آفرید این جملہ عالم
مرامادر گرفت اندر کنارے	زبطن مادرم شد جائے دنیا
شدم الآن بہ پیری ہم کنارے	جنین بودم مرا کرو اد جوانے
بہ حکم ارجعی ہست انتظارے	زعمرم منقضی ہفتا دو پنج شد
ہمیشہ بود ہست آن کردگارے	مراحامی و حافظ ، نیز ناصر
زمن پرسی بگویم آرے آرے	الیس اللہ بکافٍ عبدہ گر
چساں من غیر د انم چارہ کارے	چنیں اللہ رامن چون گذارم
زکفر و شرک گشتہ رُستگارے	بحمد اللہ مراشارع محمد
بہ تبلیغ صداقت کامگارے	بجَیل انبیا ممتاز فردے
بدست اقدس او صد ہزارے	ز کفر و شرک بیزاری نمودند
باسلامم شدہ دل استوارے	باسلام آمدم از بطن مادر
بہ ذکراللہ یا بددل قرارے	چو قلب مطمئن مومن بیاید
ندارد خوف کژدم سم مارے	چنان غالب بہ قلبش خوف حق شد

بیاد حق جہاں مشغول گردد
کنارہ کش شود درکنج غارے

چو بینی احمدی را خود یقیں کن	کہ ہست مخلوق را خدمت گذارے
ہمہ کس مبتلائے دردِ دنیا ست	ندیدم بہردین کن دل فگارے
برین گفتارو کردارے کہ داری	مشو از فضل حق امیدوارے
چساں درجرم من تخفیف آید	اگر عیسیٰ کشیدہ شدبہ دارے
توگوی زندہ عیسیٰ برفلک رفت	بدیدم مرقدش در خانیارے
بدان آن مولوی رامنکر ازحق	کتابے چند برپشت حمارے

نصیحت گوش کُن جاناں ز یوسفؔ
تکبر ترک کن شو خاکسارے

○

فضل و کرم سے جس کو اللہ کی یاوری ہو	حاصل خدا سے اس کو اوروں پہ مہتری ہو
مومن وہی ہے جس میں ایمان ہو عمل ہو	مومن کو کافروں پر غلبہ ہو سروری ہو
ایمان اور عمل ہو جس کا خلافِ قرآن	کیا فائدہ ہے وہ گر سنّی ہو جعفری ہو
بھارت ہو یا فلسطین مغلوب کیوں نہ ہوں گی	مومن اگر ہو مومن اور عزم حیدری ہو
اللہ کا نام لیکر اعدا کو ماریں کنکر	بم سے بھی بڑھ کے مُہلک ثابت وہ کنکری ہو
ہندو ہو یا یہودی کیونکر ڈرے گا مسلم	پُشتوں سے جس کا پیشہ جنگ اور سپہ گری ہو
اندر سے غیر کے ہوں یا باہر سے ہوں ہمارے	کیا کہیئے ان کو جن میں یہ جنگ زرگری ہو
کیا وہ بھی ہیں مسلمان اور عالمانِ دین ہیں	جن کے لبوں پہ اللہ اور دل میں بت گری ہو
یارب ہمیں بچانا ہر کذب اور دغل سے	جو بات لب پہ آئے وہ صاف اور کھری ہو

حمد و ثنا خدا کی اس وقت سود مند ہو
جب ہو خلوص دل میں اور شرک سے بری ہو

اُردو کلام

اللہ محمد احمد تینوں پہ ہم فدا ہیں	پرواہ نہیں خفا گر قوم اور برادری ہو
سُن لو ہم احمدی ہیں خدام اہل عالم	اے کاش ادا یہ خوبی ہم سے یہ چاکری ہو
لاریب مانتے ہیں ہم مصطفیٰ محمد	ہیں خاتم النبین پر کیوں وہ آخری ہو
تم لانبی بعدی مت کہیو اے عزیزو!	ممکن ہے امتی کو حاصل پیمبری ہو
ہم میں اگر نبی ہوں اور بادشاہ بھی ہوں	تب قوم موسوی سے حاصل یہ ہمسری ہو
پہلوں سے جبکہ بڑھ کر سب نعمتیں ملیں گی	خیر الامم کو اس وقت جاکر کے بہتری ہو
دجال آتے جاویں پر انبیا نہ آویں	دین محمدیؐ کی حالت نہ کیوں گری ہو
مُردوں کے زندہ کرنے محی خدانہ بھیجے	تم ہی بتاؤ کیونکر زائل یہ ابتری ہو
اللہ تھا جیسے پہلے اب بھی وہی خدا ہے	کیوں سمجھوں اس کو گونگا چوں عجل سامری ہو
عکس رُخِ محمدؐ بن کرکے احمدؑ آئے	ممکن نہیں یہ داعی کذاب و مفتری ہو
توہین ہے یقیناً خیر الرسل نبی کی	زندہ اگر فلک پر عیسیٰ ناصری ہو
زندہ اگر ہوں عیسیٰ اور فوت ہوں محمدؐ	خیر الرسل کو کیوں کر عیسیٰ پر برتری ہو
اللہ جو کردے داخل عشاق مصطفےٰ میں	صدبار اس پہ قربان قیصر کی قیصری ہو

یوسف کی یہ دعا ہے یارب مروں موحد
دل میں ہو میرے اللہ اور لب پہ مرے ہری ہو

○

وہ بھی محفل ہے جہاں ذکر خدا ہوتا نہیں	کیا وہاں پر خالق ارض و سما ہوتا نہیں
قلب مومن میں ہمیشہ جاگزین اللہ ہے	قلب صافی میں کبھی غیر خدا ہوتا نہیں
مومنوں میں بھی وہی مرد خدا خوش بخت ہے	جس کے اندر موجزن حق کے سوا ہوتا نہیں
جس کو اطمینان ہو اللہ میرے ساتھ ہے	دشمنان حق کا ڈر اسکو ذرا ہوتا نہیں
بارگاہِ حق میں کیونکر پائے گا وہ راستہ	راہبر جس کا محمدؐ مصطفیٰ ہوتا نہیں
ہے کلام اللہ قرآن کامل و اکمل کتاب	پر نہ سمجھے گا اسے جو باصفا ہوتا نہیں
اتباع مصطفیٰ سے ہوتے ہیں روشن قلوب	فاسقوں کے قلب میں نورِ خدا ہوتا نہیں
ہیں محمد مصطفیٰ خیر الوریٰ ختم الرسل	اب نبی مہر محمدؐ کے سوا ہوتا نہیں
اے عقلمندو کسے کہتے ہو تم خیر الامم	جس میں گمراہ ہوں بہت پر راہنما ہوتا نہیں
وہ خدا جو حاضر و ناظر ہے علاّم الغیوب	کیا دُکھے بندوں کا وہ درد آشنا ہوتا نہیں
جب ہمیشہ انبیا آتے رہے عند الضلال	وہ ضلالت اب بھی ہے پر رہنما ہوتا نہیں
ایک کیا ستر تلک دجالی آنے ہیں مگر	خیر امت میں ظہور انبیا ہوتا نہیں
واعظ و مُلاّ کبھی شیطان کے دشمن نہیں	ہاں یہ فرقہ دوستدار اولیا ہوتا نہیں
مومنوں کو مولوی دجال و کافر کہتے ہیں	کافروں سے وہ کبھی طبع آزما ہوتا نہیں
کذب ہو بہتان ہو طعنہ ہو یا ہوں گالیاں	بکتے ہیں وہ جن کی آنکھوں میں حیا ہوتا نہیں

کس طرح یوسف بھلا نپٹے گا ان افراد سے
جن کے دل میں ذرّہ بھر خوف خدا ہوتا نہیں

○

اگر یہ جان تیری جان پر نثار ہوجائے	تو میرے دل کو سکون اور قرار ہو جائے
خدا قسم نہ ہو شکوہ مجھے کہ میں ہوں مریض	وہ ماہرو جو مرا غمگسار ہو جائے
پہنچ رہوں گا میں مقتل کو جان دینے کو	کرم ہو مجھ پر اگر انتظار ہو جائے
میں تیرا شکر بجا لاؤں گا بصد اخلاص	جو دور دل سے میرے اضطرار ہو جائے

میری تو ناؤ بھنور میں ہے تو مدد فرما

کہ مجھ غریب کا بھی بیڑا پار ہو جائے

○

وہ کیا حبیب ہے جو دُور سے سلام کرے	حبیب وہ ہے جو بوس و کنار ہو جائے
طواف کعبہ کو لبیک کہہ کے آؤں گا	جو ہلکا میرے گناہوں کا بار ہو جائے
وہی ہے مسجد للہ بنے جو تقویٰ سے	ہو جس میں کھوٹ تو مسجد ضرار ہو جائے
خدا نے ہم کو دیئے ہیں پسر مبارک ہوں	خدا کرے کہ وہ اِک سے ہزار ہو جائے

میں یوسفؑ ابن عمر ہوں مجھے ہو رعب عطا

کہ میرے سایہ سے شیطان فرار ہو جائے

○

میرا اللہ ہے مرا معبود	وہی کہتا ہے خود اناالموجود
وحدہٗ لاشریک ہے لاریب	منکر اس کا ہے کافر و مردود
اس نے بھیجا ہمیں کلام اللہ	یعنی قرآن جو ہے ہمیں مودود
دین و دنیا میں رہبر کامل	جس نے اوہام کردیئے نابود
میرے شارع نبی محمدؐ ہیں	وہی احمد ہیں حامد و محمود
خاتم الانبیاء ہیں آنحضرتؐ	رحمت حق ہے ان کا پاک وجود
مظہر ذات حق درین عالم	سید الانبیا محمدؐ برود
ذات ان کی ہی مجمع البرکات	اور انوار ان کے لامحدود
ہاں خدا نے دیا ہمیں فرمان	بھیجو ہر صبح و شام اُن پر درود
آنحضرتؐ ہیں انبیا کے باپ	عکس ان کا ہے ان کا ہر مولود
شیر کا عکس شیر ہوتا ہے	متشابہ ہوں جیسے دو امرود

آلِ حضرت میں انبیاء بھی ہیں
پس نبوت کو مت کہو مسدُود

○

امتی ہیں نبی جو آنے ہیں	ایک اُن میں ہے احمد موعودؑ
منتظر کیوں ہو ناصری کے تم	وہ مرے جیسے مرگئے داؤدؑ
کیوں نہ احمد مثیل عیسیٰ ہوں	جب کہ تم بن گئے مثل یہود
آب رحمت سے دھوئے احمد نے	چہرے جو تھے گناہ سے گرد آلود
انبیا پر جو لاتے ہیں ایمان	بارگاہ خدا میں ہیں مسعود
وہ جو نبیوں سے کرتے ہیں انکار	رحمت حق سے ہوتے ہیں مطرود
بارگاہ خدا سے جو رد ہوں	بند ہوتی ہے اُن سے گفت و شنود
میرا اللہ ہے سمیع و کلیم	عجل اور بُت نہیں میرا معبود
اولیا سے کلام کرتا ہے	باب نعمت بہ مومنان بکشود
خیر امت ہے مورد انعام	جیسے منعم علیہ تھے صالحؑ وہودؑ
انبیا کا وجود رحمت ہے	این چنیں رحمتے بما بنمود
تیرے حصے میں آگئے دجال	اپنی قسمت پہ تم ہو خود خوشنود
تم خدا کی نظر میں ہو مغضوب	جیسے مغضوب ہیں یہود و ہنود
نہ ملا تم کو جو ملا اُن کو	گوئے سبقت زتو یہود ربود

انبیاء ماننے میں اے یوسفؔ

درحقیقت ہے خود خدا مقصود

○

بندہ تو مجھ کو ایخدا کردے	نیک بندوں سے آشنا کردے
تیرے فرمان کا رہوں تابع	عہد بیعت میں باوفا کردے
تیرا اسلام میرا مذہب ہو	تو مجھے مرد باخدا کردے
میرے ہر عضو پر ہو تیرا حکم	میرا ہر فعل بے ریا کردے
احمدیت ہی ہے صحیح اسلام	اسی مسلک پہ منتہا کردے
ہو محمد میرا مطاع رسول	اس کو تو میرا رہنما کردے
خاتم الانبیا محمد ہیں	یہ شجر پر ثمر سدا کردے
منکروں میں ہوا کریں دجال	ہم میں مبعوث انبیا کردے
ہر نبی مظہر محمد ہو	خیر امت کا مقتدا کردے
امتی انبیا ہوں یا اللہ	خاتم الانبیا ابا کردے
مجھ کو پیارا ہے احمد موعود	حبّ احمد میں تو فنا کردے
بدر کامل ہیں حضرت احمد	تو نجوم اس کے اولیا کردے
دیکھ کر چاند کتے روتے ہیں	بند کتّوں کا تو گلا کردے
اپنے قرآن کا علم و عرفان بخش	میرا دل اس سے پُر ضیا کردے
کشتی نوح میں ہے آج نجات	نوح کو میرا ناخدا کردے
تیری مرضی پہ ہم چلیں شب و روز	اپنی حاصل ہمیں رضا کردے
وہ جو محمود کو کہیں مذموم	ان کو رسوائے دوسرا کردے
جو معاند ہیں احمدیت کے	تو مصائب میں مبتلا کردے
ظالموں کے برے ارادوں کو	خود انہی کے لئے سزا کردے
میرا سوٹا عصائے موسیٰ ہو	جب ضرورت ہو اژدہا کردے

ذوالفقار علی ہو میرا قلم
مجھ کو تو شاہِ لافتیٰ کردے

جسم خاکی کا ہے مقام زمین	روح کا مستقر سما کردے
میری بیماریوں کو کردے دُور	میرے دردوں کی تو دوا کردے
میرے عیبوں کی پردہ پوشی کر	عفو تو میرے سب خطا کردے
بے حیائی سے مجھ کو نفرت ہے	اے خدا مجھ کو باحیا کردے
ماحئ کفر حامئ اسلام	ہو وہ اولاد، تو عطا کردے
بے ضرر میرے خاندان کیلئے	کژدم زیر بوریا کردے
میرے احباب کا تو حافظ ہو	میرے اعدا کو زیر پا کردے

اے خدا تو دعائیں سنتا ہے
پوری یوسفؑ کی ہر دعا کردے

(آمین)

○

خداوندا تیری حمد و ثنا ہے	تیرے اک کُن سے یہ ارض و سما ہے
عنایت تیرے یہ شمس و قمر ہیں	یہ ٹھنڈا پانی اور عمدہ ہوا ہے
یہ پھول پھل اور سب تیرے کرشمے	ہر اک شے میں تو ہی جلوہ نما ہے
محمدؐ سا نبی تونے دیا ہے	جو کونین میں ہمارا مقتدا ہے
دیا ہم کو کلام اللہ قرآن	جو دنیا اور دین میں رہنما ہے
ہمارا راہبر احمدؑ نبی ہے	جری اللہ ختم الاولیا ہے
خدا کا شکر ہے ہم احمدی ہیں	بنی آدم کی خدمت مدّعا ہے
بنایا مجھ کو انسان پھر مسلمان	دی ہے عقل جو خود بے بہا ہے
یہ میری روح اور جسم توانا	مرا ہر عضو جو تونے دیا ہے
یہ ایمان، علم، قرآن، حسن و دولت	مجھے جو بھی دیا، تیری دیا ہے
میری دو بیبیاں اور اُن کے بچے	تیرے فضلوں سے ہی سب کچھ ملا ہے
محمد احمد اور محمود احمد	بشیر احمد یہ سب تیری عطا ہے
دیا چوتھا پسر مسعود احمد	میری اولاد میں جو لاڈلا ہے
علاوہ ان کے دی ہیں پانچ دختر	یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

خداوند انہیں دے عمر و ایمان
تیرے یوسفؔ کی تجھ سے التجا ہے

(آمین)

○

ظہور عجائبات

خاکسار کے یوم التولید پر جن عجائبات کا ظہور ہوا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اظہار ہے۔ یکم ستمبر 1883ء مطابق 28/شوال المکرم 1300ھ کا دن جو خاکسار کا یوم التولید ہے نواب صدیق حسن خان صاحب نواب بھوپال اپنی کتاب حدیث الغاشیہ صفحہ 307 پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس دن سے آسمان پر شفق احمر کا ظہور ہوا جو قریباً چھ ماہ تک رہا۔ آسمان کے کنارے سُرخ رہتے تھے۔ عیسائی یقین کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گیا اور مسلمان کہتے تھے کہ حضرت امام مہدی پیدا ہو گیا ہے۔

(دیکھو عسل مصفیٰ جلد دوم صفحہ 370 و صفحہ 522)

اخبار جریدہ روزگار مدراس جلد 9 نمبر 37 مورخہ 15 ستمبر 1888ء بمطابق 25/ذوالقعدہ 1300ھ میں شائع ہوا کہ آسمان پر سورج ماند پڑ گیا اور سطح آفتاب برخلاف معمول بڑے بڑے سیاہ داغ اور دھبّے یا گڑھے نمودار ہوئے اور تاریکی چھا گئی اور لکھا کہ گزشتہ ہفتہ (یکم تا 8/ستمبر) سے تاالیٰ الآن جو حالات اور عجیب وغریب واقعات وقوع میں آئے۔ وہ ایسے ہیں کہ ہم کو ایسا دیکھنے اور سننے کا اتفاق شاید بہت کم ہوا ہو گا۔

(دیکھو عسل مصفیٰ جلد دوم صفحہ 268)

جزیرہ جاوا میں آتش فشان پہاڑ پھٹا اور **نار من قبل المشرق** کا ظہور ہوا اور کئی دنوں تک مشرق سے روشنی دور دور تک نظر آتی تھی۔ دیکھو جریدہ روزگار مدراس جلد 9 نمبر 38 مورخہ 19/ذوالقعدہ مطابق 1300ھ مطابق 22/ستمبر 1883ء۔ (عسل مصفیٰ جلد دوم صفحہ 269)

(۱) قاضی محمد یوسف صاحب یعنی مصاحبت کو نیوالا۔ از روئے ابجد۔ 1300 ہوتے ہیں۔

(۲) غلام احمد قادیانی یعنی حضرت احمد موعود کا روحانی فرزند۔ 1300 ہوتے ہیں۔

(۳) نار من قبل المشرق کے ساتھ یوسف کا عدد جمع کریں تو 1300 ہوتے ہیں۔یعنی یوسف کا تولد نار من قبل المشرق کے ساتھ ہوا۔

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی سال ظہور احمد موعود یا طلوع بدر اتم مشرق سے ہوا۔ الحمد للہ علی ما وقع۔

شجرہ آلِ سیدنا حضرت عمر فارُوقؓ

(۱) سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ خلیفۃ النبیؐ ثانی جو بعد از وفات گنبد خضرا کے اندر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں حضرت صدیق اکبر کے ساتھ سوئے۔ یہ دو فخر ہیں جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔ آپ کی اولاد حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت عبید اللہؓ، حضرت عاصم، حضرت زیدؓ حضرت عبدالرحمن اور مجیر تھے۔ حضرت ام المومنین حفصہؓ زوجہ رسولؐ آپ کی دختر تھیں۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ صحابی اور محدث تھے اور حضرت حفصہ کے سگے بھائی تھے۔آپ کی عمر 73 سال تھی۔63ھ میں فوت ہوئے۔آپ نے حضرت معاویہ اور یزید کی بیعت نہ کی تھی۔ حجاج بن یوسف حاکم مصر نے زہر آلود تیر سے زخمی کیا اور شہید ہوئے۔آپ کے فرزند حضرت عبید اللہ، حضرت عاصم، حضرت سالم محدث، بلال اور حمزہ تھے۔

(۳) حضرت عبید اللہ ناصر بن حضرت عبداللہ بعض مورخوں نے حضرت عبید اللہ بن عمر کو ناصر لکھا ہے جو غلط ہے۔ بنی امیہ کے ظلم سے حضرت عبید اللہ ناصر ترکستان کو ہجرت کر آئے اور بلخ میں سکونت پذیر ہوئے۔آپ کا فرزند خواجہ سلیمان المنصور تھا۔

(۴) خواجہ سلیمان المنصور بن حضرت عبید اللہ الناصر کا فرزند خواجہ ابوالفتح ادہم ایک جوان صالح تھا جس کو حاکم بلخ نے نیکی کی وجہ سے اپنی لڑکی دی اور خانہ داماد بنایا۔ کیوں کہ حاکم کی نرینہ اولاد نہ

تھی۔اس طرح حاکم بلخ ہو گئے۔

(۵) حضرت خواجہ ابوالفتح ادہم بن خواجہ سلیمان المنصور کا فرزند حضرت سلطان ابراہیم ہؤا۔

(۶) حضرت سلطان ابراہیم حاکم بلخ ہوئے۔مگر چونکہ دنیا کی طرف رغبت نہ تھی۔

حکومت چھوڑ کر درویش ہو گئے۔پھر مکہ معظّمہ کی طرف ہجرت کی۔سکونت شام میں اختیار کی۔ وہیں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ان کا فرزند خواجہ اسحٰق جانشین ہؤا۔

(۷) خواجہ اسحٰق خلف حضرت ابراہیم جوان ہو کر حاکم بلخ ہوا۔ یہ غلط ہے کہ وہ مکہ معظّمہ میں نابالغ فوت ہؤا۔اس کا فرزند ابوالفتح کارخ ہؤا۔

(۸) خواجہ ابوالفتح کارخ حاکم بلخ ہؤا۔اس کا فرزند خواجہ عبداللہ واعظ اکبر تھا۔

(۹) خواجہ عبداللہ واعظ اکبر ابن خواجہ ابوالفتح کارخ کا فرزند عبداللہ واعظ اصغر تولّد ہؤا۔

(۱۰) خواجہ عبداللہ واعظ اصغر خلف خواجہ عبداللہ واعظ اکبر کا فرزند خواجہ سلطان مسعود پیدا ہؤا۔

(۱۱) خواجہ سلطان مسعود خلف خواجہ عبداللہ واعظ اصغر کا بیٹا خواجہ سلیمان عرف سلیمان شاہ تولد ہؤا۔

(۱۲) خواجہ سلیمان خلف خواجہ سلطان مسعود کا فرزند خواجہ سلطان محمود معروف بہ نشیمان شاہ ہؤا۔

(۱۳) خواجہ سلطان محمود نشیمان شاہ نے موقع پا کر حکومت بلخ میں نواحی کابل کو بھی فتح کر لیا۔ اس کا فرزند شاہ نصیر الدین ہؤا۔

(۱۴) خواجہ شاہ نصیر الدین نے بلخ کا شہر چھوڑ کر کابل میں سکونت کی اس کا بیٹا حضرت احمد فرخ شاہ ہؤا۔

(۱۵) حضرت احمد معروف بہ فرخ شاہ بادشاہ کابل و بلخ وغزنی تھا۔ بادشاہ بھی اور ولی اللہ بھی۔ بعد از وفات درہ فرخ شاہ واقع نجراب کوہ دامن میں دفن ہوا۔ وہاں اس کا روضہ مرجع خاص و عام ہے۔فرخ شاہ کا فرزند خواجہ شہاب الدین علی ہؤا۔

(۱۶) شہزادہ خواجہ شہاب الدین علی خلف احمد فرخ شاہ کا فرزند شہزادہ خواجہ محمد ہوا۔

(۱۷) شہزادہ خواجہ محمد خلف خواجہ شہاب الدین علی کا فرزند شہزادہ یوسف ہؤا۔

(۱۸) شہزادہ یوسف خلف شہزادہ محمد کا فرزند شہزادہ احمد ہوا۔

(۱۹) شہزادہ خواجہ احمد خلف شہزادہ یوسف پر چنگیز خاں کی تاتاری فوج نے حملہ کیا اور شہید کر دیا اور حکومت پر تاتاری قابض ہو گئے۔ اس کا فرزند شہزادہ محمد شعیب ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ یہ زمانہ 599ھ کا تھا۔

(۲۰) شہزادہ محمد شعیب بمعہ اہل وعیال ہندوستان تشریف لائے لاہور پہنچے جب شاہ دہلی کو علم ہوا تو آپ کو قصبہ پاک پٹن بمعہ نواحی بطور جاگیر عنایت کی اور شہزادہ صاحب وہیں مقیم ہوئے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ خواجہ جمال الدین سلیمان، خواجہ عبداللہ اور خواجہ سعداللہ۔

(۲۱) شہزادہ جمال الدین سلیمان کی زوجہ قرسم خاتون کے بطن سے تین فرزند اور ایک دختر ہوئی۔ حضرت خواجہ اعزالدین محمود، حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر اور حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل اور جمیلہ خاتون دختر والدہ حضرت علاؤالدین علی صابر مدفون پیران کلیر تھی۔

(۲۲) حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر سلسلہ چشتیہ کے چوٹی کے اولیاء میں سے ہیں۔ ان کے پانچ فرزند ہوئے (۱) حضرت بدر الدین سلیمان (۲) حضرت خواجہ نظام الدین (۳) حضرت خواجہ شہاب الدین گنج علم (۴) حضرت خواجہ صدر الدین (۵) حضرت خواجہ نصیر الدین۔ حضرت خواجہ فرید 585ھ میں تولد ہوئے اور 666ھ میں فوت ہوئے (۲۳) حضرت بدر الدین سلیمان کے چار فرزند تھے۔ حضرت علاؤ الدین موج دریا، حضرت خواجہ محمود حضرت خواجہ تاج الدین اسرار۔ سب مدفون پاک پٹن ہیں۔

(۲۴) حضرت خواجہ محمود بن حضرت خواجہ بدر الدین سلیمان کے دو فرزند تھے۔ خواجہ داؤد اور خواجہ نصیر الدین۔

(۲۵) خواجہ نصیر الدین بن حضرت خواجہ محمود کا فرزند حضرت شاہ کمال الدین ہوا۔

(۲۶) حضرت شاہ کمال الدین خلف خواجہ نصیر الدین کا فرزند حضرت شاہ فیروز الدین ہوا۔

(۲۷) حضرت شاہ فیروز الدین خلف حضرت شاہ کمال الدین کے دو فرزند ہوئے۔ پہلا خواجہ

شہاب الدین جس کا ذکر جواہر فریدی کے صفحہ 328 پر ہے۔

دوسرا خواجہ عطا محمد (جس کا ذکر ہمارے خاندانی شجرہ نسب میں ہے۔ جو قاضی محمد خلیل نے اپنی بیاض میں 1881ء سے قبل تحریر کی ہے اس کے صفحہ 52 جو میرے پاس موجود ہے) یہ زمانہ قریباً 850ھ کا تھا۔

(۲۸) خواجہ عطا محمد خلف خواجہ شاہ فیروز الدین (بموجب نسب نامہ قلمی نوشتہ قاضی محمد فیاض معروف بادشاہ گل یا باچا کا کا صفحہ 52 تاریخ وفات ربیع الثانی 1293ھ)

(۲۹) خواجہ راز محمد خلف خواجہ عطا محمد جو قریباً 850ھ اور 900 کے درمیان گذرے ہیں۔

(۳۰) خواجہ عبد الرحمن خلف خواجہ راز محمد کا زمانہ پیدائش اور حضرت سید علی ترمذی معروف بہ پیر بابا مدفون بونیر قریہ باچا ہے جو 900 سن میں پیدا ہوئے جوان ہوکر سلسلہ چشتیہ میں صاحب مرتبہ ہوئے اور ہندوستان سے بونیر آئے۔ خواجہ عبد الرحمن بھی ان کے ساتھ پنجاب سے آئے وہ بھی سلسلہ چشتیہ سے آبائی تعلق رکھتے تھے اور موضع لغڑ پور جو اب ملک پور کہلاتا ہے مقیم ہوئے۔ یہ زمانہ ہندوستان میں بابر بادشاہ کا تھا۔

(۳۱) خواجہ فضل منان خلف خواجہ عبد الرحمن مقیم ملک پور ملک بونیر۔ زمانہ جلال الدین اکبر بادشاہ دہلی۔

(۳۲) حضرت خواجہ ولی اللہ معروف بہ نارنجی بابا (جو درہ نارنجی بونیر میں مدفون ہیں) خلف خواجہ فضل الرحمن بزمانہ جہانگیر بادشاہ گذرے ہیں۔

(۳۳) خواجہ سید احمد خلف حضرت خواجہ ولی اللہ بزمانہ شاہجہان بادشاہ ہوئے۔

(۳۴) خواجہ محمد صدیق خلف خواجہ سید احمد۔ بزمانہ اورنگ زیب بادشاہ۔

(۳۵) حضرت قاضی محمد قابل رحمۃ اللہ علیہ زمانہ اورنگزیب بادشاہ میں پیدا ہوئے اور زمانہ احمد شاہ درّانی میں فوت ہوئے۔ آپ ملک پور بونیر سے آکر قصبہ ہوتی میں سکونت پذیر ہوئے اور حضرت میاں محمد عمر چمکنی کی سفارش سے احمد شاہ بادشاہ نے علاقہ کمال زئی شاخ یوسف زئی میں

قاضی مقرر کیا اور شہامت پور سواڑیاں۔ ہوتی عربی کلے مردان۔ گوجر گڑھی۔ گڑھی امازئی اور کسئ گڑھی میں جاگیر اراضی زرعی عطا کیں جو ان کے بعد ان کی اولاد میں تقسیم ہوگئیں۔ آپ نے دو شادیاں کیں۔ زوجہ اولیٰ سے قاضی محمد اکبر عرف کلان بابا اور قاضی محمد معزز پیدا ہوئے اور زوجہ ثانیہ سے قاضی میر عبدالصمد عرف میر بابا اور محمد حسام پیدا ہوئے۔ جو نو جوان لاولد فوت ہوئے۔

قاضی محمد اکبر نے دو شایاں کیں۔ زوجہ اولیٰ سے قاضی محمد عجیب الدیان، قاضی حبیب الرحمن، قاضی محمد جی، قاضی محمد فیاض، قاضی محمد مقبول۔ قاضی بہرہ مند نو جوان لاولد فوت ہوا۔ (زوجہ ثانیہ سے قاضی محمدی اور قاضی محمد محبوب پیدا ہوئے۔

(۳۶) قاضی میر عبدالصمد عرف میر بابا زوجہ ثانیہ قاضی محمد قابل سے تولد ہوئے حضرت سید احمد بریلوی کے خلفاء سے تھے (دیکھو سیرت سید احمد شہید) ان کی بھی دو بیویاں تھیں۔ زوجہ اولیٰ سے قاضی محمد نور، قاضی فضل نور، قاضی حضرت نور اور قاضی احمد نور عرف امان شاہ پیدا ہوئے۔ دوسری زوجہ سے قاضی محمد یوسف اور قاضی محمد حسن تولد ہوئے۔ جو نوعمر اور لاولد فوت ہوئے۔

قاضی محمد یوسف کی اولاد کسئ گڑھی میں سکونت پذیر ہے۔

(۳۷) قاضی محمد نور خلف قاضی میر عبدالصمد کے پانچ فرزند ہوئے۔ قاضی محمد سعید، قاضی محمد شریف، قاضی محمد صدیق، قاضی محمد رسول اور قاضی محمد مستعان موخرالذکر ہر دو کی نرینہ اولاد مرگئی۔

(۳۸) قاضی محمد صدیق کے چار فرزند تھے۔ قاضی محمد یوسف، قاضی محمد شفیق، اول، قاضی محمد رفیق اور قاضی محمد شفیق ثانی اور ایک دختر بی بی مریم۔ محمد شفیق اول اور محمد رفیق دونوں بچپن میں فوت ہوئے اور بی بی مریم جوان اولاد کی پیدائش میں فوت ہوئی۔

(۳۹) قاضی محمد یوسف احمدی

اپنے خاندان میں سب سے پہلے حضرت احمد علیہ السلام پر 18 سال کی عمر میں ایمان لایا۔ دو شادیاں کیں۔ زوجہ اولیٰ قاضی محمد احمد، قاضی محمود احمد اور ایک دختر موجود ہیں۔ چار لڑکے اور تین

لڑکیاں فوت ہوئے۔کل دس اولاد ہوئیں۔دوسری زوجہ سے قاضی بشیر احمد اور قاضی مسعود احمد اور چار دختران زندہ ہیں اور ایک لڑکا اور تین لڑکیاں فوت ہوئیں۔کل تعداد دس بچے ہوئے۔

کل اولاد کی تعداد بیس ہوئی جن میں گیارہ فوت ہوئے اور نو بفضلِ خدا زندہ ہیں۔

میرے ایک ہم جدّ نے میرے پانچ بچے یکے بعد دیگرے فوت ہونے پر طعنہ کے طور پر مجھے ابتر کہا۔خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے کثیر اولاد دی۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔

میرا ہر بچہ پیدائش سے قبل بذریعہ رؤیا اپنے ظہور کی خوشخبری لایا۔جیسا رؤیا میں دیکھا، ہر ایک کو ویسا ہی پایا۔قاضی محمد احمد، قاضی محمود احمد، قاضی بشیر احمد اور قاضی مسعود احمد۔

(۴۰) قاضی محمد شفیق احمدی ایم اے

قاضی محمد شفیق احمدی ایڈووکیٹ ہوتی ضلع مردان نے ایک شادی کی۔جس سے چھ لڑکے اور چار لڑکیاں تولد ہوئیں۔لڑکے یہ ہیں: قاضی محمد اسحاق، قاضی محمد اسماعیل، قاضی محمد اسرائیل، قاضی محمد ایوب اور قاضی محمد ابراہیم اور قاضی محمد قاسم جان۔ان میں سے محمد اسحٰق اور محمد ابراہیم کم عمری میں فوت ہوئے۔لڑکیوں میں سے دو زندہ ہیں اور دو فوت ہوگئیں۔کل تعداد خدا کے فضل سے دس رہی۔

الحمد للہ علی ذالک۔

قاضی محمد شفیق صاحب نے دسمبر 1912ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ؓ سے بیعت احمدیت کی۔

(۴۱) قاضی محمد عمر احمدی

(جس نے 1911ء میں خاکسار کی تبلیغ سے احمدیت قبول کی) اور ڈاکٹر قاضی نور الحق، ہر دو پسران قاضی عبد الحق خلف قاضی فضل حق خلف قاضی محمد جی خلف قاضی محمد اکبر عرف کلاں بابا۔

قاضی محمد عمر صاحب کے تین فرزند قاضی محمد انور، قاضی محمد اکبر اور قاضی نثار احمد ہیں۔تینوں خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔اس وقت ہمارے خاندان کے سولہ افراد نرینہ اور اسی قدر مستورات احمدی ہیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خلف خواجہ عبدالاحد خلف خواجہ زین العابدین خلف خواجہ عبدالحی خلف خواجہ شیخ محمد خلف خواجہ حبیب اللہ خلف حضرت امام رفیع الدین مدفون سرہند خلف خواجہ نصیر الدین خلف خواجہ سلیمان حلف خواجہ یوسف خلف خواجہ اسحٰق خلف خواجہ عبد اللہ خلف شہزادہ قاضی محمد شعیب۔

خواجہ فتح اللہ برادر حضرت امام رفیع الدین نے بزمانہ فیروز شاہ تغلق 756 سن ھجری میں شہر سرہند آباد کیا تھا اور فیروز شاہ نے حضرت امام رفیع الدین کو سرہند اور اس کے گرد ونواح بطور جاگیر عطا کئے تھے۔ (دیکھو سوانح عمری حضرت امام ربانی مولفہ مولانا احسان اللہ عباسی صفحہ 42)

شرافت الانسان بالعلم والادب ولا بالمال والنسب
شرافت آدمی کی علم سے ہے اور ادب سے ہے۔
نہ سمجھو تم کہ عزت مال سے ہے یا نسب سے ہے۔

○

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ کے اپنے الفاظ میں

ان کے ساتھ ہونے والے

حادثات اور خدائی حفاظت

○

حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں:

(1) ''کہ اُن ایام میں جبکہ میں گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں ناظر تھا، یعنی 1925ء لغایت جون 1932ء تک، ایک دن اتوار کی تعطیل تھی۔ میں ایک لاری میں مردان جانے کیلئے پشاور سے سوار ہوا۔ میں لاری کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور ہم پشاور سے آگے ناصر پور کے قریب تھے کہ پیچھے سے پشاور سے ایک ٹرک آیا اور ہماری لاری کے عقب میں سے ہوکر ہماری لاری کو زور سے ٹکر ماردی۔ لاری جوحد سے زیادہ سواریوں سے پُرتھی، اُس کا عقبی دروازہ پاش پاش ہوگیا اور تمام سواریاں زخمی ہوگئیں۔ میں قریب تھا کہ عقب کی طرف لاری کے باہر سڑک کے سامنے گر جاؤں مگر کسی نے فوراً پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر میرے کوٹ سے پکڑ لیا۔ میرا کوٹ پھٹ گیا۔ مگر میں خدا کے فضل سے موت سے بچ گیا۔ الحمدللہ۔ میں نے یہی سمجھا کہ خداتعالیٰ کے ہاتھ نے موت سے بچایا۔

(2) ایک دفعہ اتوار کے دن گھر سے بلا اجازت پشاور سے ہوتی مردان جانے کے واسطے بالا حصار کے اڈے سے لاری میں سوار ہوکر نوشہرہ روڈ پر چمکنی کی سڑک سے قدرے آگے بڑھے تھے کہ سڑک کے دائیں جانب ایک ٹانگے سے چند عورتیں اُتریں اور ایک عورت سڑک کے دائیں

جانب سے بائیں جانب جانے لگی۔ لاری والے نے بہت ہارن بجایا۔ لاری کو بائیں جانب ٹھہرا دیا کہ عورت لاری کے زد میں نہ آئے مگر سرپٹ بائیں جانب بڑھتی گئی۔ ڈرائیور بھی سڑک سے دائیں جانب اسقدر ٹیڑھا ہوا کہ سیدھا رُخ چھوڑ دیا اور سڑک پر درختوں سے ٹکر لگنے کا خطرہ یقینی ہوگیا۔ مگر عورت نہ بچی اور آخر لاری سے ٹکر ہوگئی اور گر گئی۔ لاری کھڑی ہوگئی اور سواریاں درخت کے یقینی ٹکر کے خطرے سے بچ گئیں۔ جب اُس عورت کو اُٹھایا گیا تو اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ چکے تھے۔ ہم نے اپنی سلامتی پر خدا کا شکر کیا اور اس عورت کی بدقسمتی پر افسوس کیا اور لاری کے ڈرائیور کو مجبور کیا کہ اس زخمی عورت کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال پہنچا دے۔ سواریاں اُتر گئیں اور میں واپس پشاور آ گیا اور ہوتی مردان نہیں گیا۔ خدا نے اس حادثہ میں موت سے بچایا۔ الحمدللہ۔

(3) میری پنشن کے زمانہ میں جبکہ میں 1936ء میں پشاور سے ہوتی مردان میں سکونت پذیر تھا، ایک دن مردان سے بس میں سوار ہوا اور نوشہرہ کے راستہ پشاور جا رہا تھا۔ آسمان ابر آلود تھا اور تھوڑی تھوڑی ترشح ہو رہی تھی کہ ہم کابل ریور (River) کے سٹیشن سے گزر کر ریلوے پل کے سامنے پہنچے تو کسی وجہ سے بس پُل کا راستہ چھوڑ کر کشتیوں کے پُل کی طرف مڑ گئی۔ اس موڑ میں بس پھسلی اور جانب نشیب اسقدر جھکی کہ قریب تھا کہ اُلٹ کر سواریوں کو موت کے مونہہ میں دے دے۔ میں سارا راستہ تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ اتنے میں ایسا جھٹکا لاری کو لگا جیسا کسی نے اس کو گرنے والے کی طرف سے پکڑ کر سڑک پر سیدھا کر دیا اور خدا تعالیٰ نے خطرناک ہلاکت سے سب کو بچایا۔ تمام سواریوں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ میں خدا تعالیٰ کے اس فضل پر حیرت زدہ تھا۔ اتنے میں کلینر نے کہا کہ ہم تو سب مر چلے تھے، مگر ایک بابا نے مدد کی ورنہ بس اُلٹ گئی تھی۔ چند سواریوں نے کلینر کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ ''ہرگز نہیں''، ہم کو خدا تعالیٰ نے اس شخص (خاکسار کی طرف اشارہ کر کے کہا) کی برکت سے بچایا کہ یہ تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ ہم مردان سے تمام سفر

میں دیکھتے آ رہے ہیں کہ یہ قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔تمہارا بابا کہاں سے آ گیا؟

خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے اس ہلاکت سے ہم سب کو محفوظ رکھا۔الحمدللہ۔

یہ سب برکت حضرت مسیح ومہدی موعودؑ کی اتباع کی ہے جن کو خدا تعالیٰ نے فرمایا:

اِنِّی مَعَکَ وَمَعَ اَھلَکَ ومَعَ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَکَ

یعنی میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل بیت کے ساتھ ہوں اور اُن مومنوں کے ساتھ ہوں جو تیرے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔

○○

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ کے الہامات

خاکسار اپنے بعض الہامات درج کرتا ہے جو خاکسار کی دعاؤں کا جواب ہیں۔ اُن تکالیف اور مصائب سے بچنے کے وعدے اور قبل از وقت اطلاع ہوئی۔ پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے پورے ہوئے۔ یہ کوئی خود ساختہ یا تقول الی اللہ نہیں۔

(1. 1912ء میں درس قرآن کے بارہ میں الہام:

"لِکُلِّ ذِیْ قُرآنٍ قرانہٗ وَلَدَیْنَا قُرْآن اعَظِیْم"

(2 "لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ"

(3 1920ء میں الہام:

"سَیُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَیَدْنیٰ مَنْکَ الْفَضْلُ"

(4 1922ء میں الہام:

"رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ"

(5 اپریل 1936ء میں الہام:

"اَعْلَی اللّٰہُ مُقَامَکُمْ"

(6 26 مئی 1937ء کو عزیزم بشیر احمد کے متعلق الہام:

"شد ہویدا ستارۂ صبحم"

(7 4 نومبر 1938ء مقدمہ دیوار مسجد ہوتی:

"سیشھدُ اللّٰہ لِی سیشھدُ اللّٰہ لِی کان لی آیۃ"

"قبضہ دے خواتہ را"

(8 7 جولائی 1937ء:

"کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ۔"

(9 14 نومبر 1940ء:

''لَقَدْ رَضِیْتَ بِمَا رَضَا''

10) 15 نومبر 1940ء:

'' سَوَاءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ۔''

11) 15 نومبر 1940ء:

''خاکساران جیان را بحقارت مہ نگر۔ تو چہ دانی کہ لدین گرد سوائے باشد''

12) 6 دسمبر 1940ء:

''خانہ محمد سلیم خان''

13) 21 نومبر 1942ء:

''سکہ بروز می فرزند سلطان روم''

14) 16 اکتوبر 1942ء:

''لقد جاء تہم آیاتی بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔''

15) 16 نومبر 1942ء: ''علاج الغرباء''

16) 7 دسمبر 1942ء:

''ذٰالِكَ منَ الوَعِیدُ''

17) 6 دسمبر 1940ء:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ○

○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَالسَّلَامُ عَلٰی اَحۡمَدَ الۡمَوۡعُوۡدِ

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ
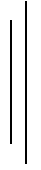
ترتیب واہتمام

زبیدہ ناہید بیگم ڈاکٹر بشیر احمد و بنت حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ

دعا

اے میرے پیارے مولا! میری عاجزانہ دعائیں قبول فرماتے ہوئے مجھے توفیق دے کہ میں اپنے والد صاحب حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقیؓ (پشاوری) کی سیرت و سوانح تحریر کرسکوں جنکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ہم اللہ تعالیٰ کے بہت شکر گزار ہیں کہ ہمیں ایک ایسے باعمل اور مخلص صحابی خاندان میں پیدا ہونے کی سعادت عطا کی جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسی فکر میں گزرا کہ ہر پہلو سے اپنی اولاد کی بہتر سے بہتر رنگ میں تربیت کریں اور یہ احمدیت کا پیغام ہر گھر میں پہنچا دیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحب کی کوششوں کو بارآور فرمایا اور صوبہ سرحد کے اچھے خاندانوں میں احمدیت پھیل گئی۔آئندہ صفحات میں اپنی ادنیٰ کوشش سے وہ حالات ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کروں گی۔انشاءاللہ۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقیؓ نے تقریباً 125 کتب و رسائل احمدیت کی تبلیغ کی غرض سے تحریر کئے۔ان میں اردو، پشتو اور فارسی زبانوں میں آپؓ کی شاعری بھی شامل تھی۔اُن کی تحریرات میں سے ہی ان کے واقعات تحریر کروں گی۔وماتوفیقی الا باللہ۔

میری والدہ صاحبہ بھی پیدائشی احمدی تھیں اور نیک و بزرگ والدین کی اولاد تھیں۔ ہمارے نانا جان مولوی محمد الیاس صاحب تھے جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ خلافت میں بیعت کی تھی۔ہمارے نانا جان کی وفات پر حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے پشاور میں فرمایا تھا کہ ''یہ ولی اللہ تھے'' اور اسی طرح نانی جان کی عبادات بھی مجھے یاد ہیں۔اُنکی تہجد کی نماز میں تضرعات اور گریہ وزاری سے اکثر میری آنکھ کھل جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی ان بزرگان کی طرح نیک و مخلص احمدی ، مقبول عبادات بجالانے والے اور مخلوق خدا کے حقوق ادا کرنے والے بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

خاکسارہ

زبیدہ ناہید

بنت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ

وبیگم محترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب

لندن 6 نومبر 2011ء

○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
والسَّلَامُ عَلٰی اَحْمَد المَوعُوْدِ

فہرست مضامین

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی زندگی کے روشن ترین پہلو

○ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ کا تعلق صوبہ سرحد پاکستان کے ہوتی ضلع مردان سے تھا۔

○ آپ نے ابتدائی تعلیم پشاور میں حاصل کی اور 18 سال کی عمر میں 15 جنوری 1902ء کو بیعت کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا جس کا جواب 18 جنوری 1902 کو قادیان سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ ارسال فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی بیعت کو قبول فرمالیا ہے۔

○ اخبار الحکم قادیان 28 جنوری 1902 کے آخری صفحہ پر نومبائعین کی فہرست میں آپ کا نام درج ہے۔ دسمبر 1902 کے جلسہ سالانہ سے پہلے آپ نے دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

○ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ خلافت میں پشتو زبان میں درج ذیل تبلیغی رسائل شائع کئے:

۱۔ رسالہ وفات عیسیٰ ناصریؑ۔ ۲۔ آثار قیامت۔ ۳۔ نزول المسیح۔ ۴۔ عقائد احمدیہ۔ ۵۔ خروج الدجال۔ ۶۔ خروج یاجوج و ماجوج۔ ۷۔ خروج دابۃ العرض۔ ۸۔ تحفۃ النبوت۔ ۹۔ ضمیمہ تحفۃ النبوت کا مجموعہ۔ ۱۰۔ ابلاغ الحق۔ ۱۱۔ اس کے بعد رسالہ الاسلام پشتو زبان میں شائع کیا۔ ۱۲۔ التبلیغ نمبر 1، ۱۳۔ التبلیغ نمبر 3۔ ۱۴۔ التبلیغ نمبر 4۔ ۱۵۔ التبلیغ نمبر 5۔ ۱۶۔ وفات حضرت عیسیٰؑ پر شائع کئے۔

○ ''وہ نبی'' نامی رسالہ اردو میں مکرم دلاور خان صاحب کی طرف سے شائع کیا۔ اس کے

بعد حقیقۃ المہدی نامی ضخیم کتاب پشتو میں شائع کی۔ ان تمام کتب و رسائل کا مجموعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت اقدس میں دسمبر 1912 میں بمقام قادیان پیش کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے دوسرے دن والد صاحب کو فرمایا کہ:

''میں نے گزشتہ رات سارے رسائل پر نظر گزاری۔ میں پشتو پڑھ اور سمجھ سکتا ہوں''۔

○ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ نے غیر مبائعین کا مقابلہ بڑی سختی اور مضبوطی سے کیا۔ اخبار الحق، الفاروق، الفضل، ریویو اردو میں اور بذریعہ رسائل و اشتہارات نظم و نثر میں مقابلہ کیا۔ یہ رسائل اردو، پشتو اور فارسی میں شائع کئے۔

○ صوبہ سرحد میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ سے پہلے 1912 تا 1955 تک کسی بھی افغان نے پشتو زبان میں احمدیت کی تصدیق و تائید میں نظم یا نثر میں کچھ نہیں لکھا۔

○ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ اپنی کتاب 'ظہور احمد موعودؑ' جو 30 جنوری 1955 کو شائع ہوئی، کے صفحہ نمبر 106 میں فرماتے ہیں:

> ''خاکسار نے سرحد میں عیسائیوں کا، آریوں کا، اہل حدیث کا، احرار کا، غیر مبائعین کا اور شیعوں کا مقابلہ کیا اور بڑی کامیاب سے کیا۔ خاکسار نے کوئی 50 کے قریب اردو میں رسائل اور کتابیں اور اشتہارات لکھ کر شائع کئے۔ فارسی زبان میں کوئی 6 عدد رسائل شائع کئے جو صرف احمدیت کی تائید میں تھے اور ایک رسالہ اہل قرآن کے جواب میں تھا۔''

○ حضرت قاضی صاحب نے اردو، فارسی اور پشتو تینوں زبانوں میں عقائد احمدیت کو منظوم کیا اور یوں شاعری کے ذریعہ سے اپنے عقائد کی تبلیغ کی۔ ان کا یہ منظوم کلام دُرِعدن فارسی، دُرِعدن اردو اور دُرِعدن پشتو کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔

○ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کو صوبہ سرحد کے 8 اضلاع کے امیر جماعت ہونے کی سعادت تقریباً 50 سال سے زیادہ عرصہ حاصل رہی۔

○ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ نے قرآن کریم کا پشتو ترجمہ وتفسیر لکھی جو کہ ابھی تک شائع نہ ہوسکی اور فضل عمر لائبریری ربوہ میں موجود ہے۔عنقریب اس کی اشاعت کا انتظام کیا جائے گا۔

○ 'عیسیٰ در کشمیر' آپ کی تصانیف میں سے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کشمیر کی طرف ہجرت کرنے اور وہاں پر دفن ہونے سے متعلق ہے۔

○ 'شہداء الحق' افغانستان کے شہداء کے بارے میں ہے۔

○ 'ظہور احمد موعودؑ' میں آپ کی بیعت کے واقعات اور مختصر سوانح ہے۔ یہ کتاب 1955 میں شائع ہوئی۔

○ 'عاقبۃ المکذ بین' میں شہدائے افغانستان اور ظالموں کا کیفر کردار کو پہنچنے کا ذکر ہے۔

○ آپ نے تاریخ احمدیت صوبہ سرحد 1957 یا 1958 میں تحریر کی۔

○ شیعوں کے عقائد کے خلاف حضرت قاضی صاحب نے ایک زبردست کتاب قاطع الانف لکھی۔

○ آپ نے پشتو زبان میں ایک تفصیلی لغت لکھی۔

○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نحمدہ ونصلی علی سیدنا محمد رسولہ الکریم
والسلام علی عبدہ الموعود احمد

سیرت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحریر کردہ:

زبیدہ ناہید بیگم ڈاکٹر بشیر احمد بنت حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ

میری زندگی کی پُرسرور یادیں

اس کتاب کے پہلے حصے میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی رضی اللہ عنہ کی اپنی کتاب ''ظہور احمد موعود'' ہے جس میں آپ نے اپنے حالات مختصراً مگر مؤثر انداز میں قلمبند فرمائے ہیں۔ دوسرے حصے میں خاکسارہ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اس کے بعد میرے خالہ زاد بھائی مکرم ومحترم بشیر احمد رفیق صاحب سابق امام مسجد فضل لندن کے والد صاحب کے بارے میں تحریر کردہ تاثرات شامل اشاعت ہیں۔

اس کے بعد حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے محترم قاضی محمد احمد صاحب کی مختصر تحریر ہے۔ بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے برادرم ڈاکٹر مسعود احمد قاضی صاحب کی تحریر شامل ہے۔ اس

کے بعد حضرت قاضی صاحبؓ کے داماد مکرم خلیل احمد خان صاحب اور مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کی تحریرات شامل ہیں۔

میری تحریر میں زیادہ تر ان کے گھریلو مشاہدات ہیں جو میں اپنے بچپن سے جوانی تک دیکھتی آئی ہوں، اور ان کا اثر پوری زندگی پر محیط ہے۔ یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جو حضرت والد صاحبؓ (حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی رضی اللہ عنہ) نے میری یادداشت کے مطابق اپنے گھر میں اپنی دونوں بیویوں اور اپنی اولاد کے درمیان گزارا ہے۔

اب جب میں غور کرتی ہوں تو آپ کی پوری زندگی اپنے گھر میں ایسی گزری کہ آپ جو کچھ کریں، بچے اُس سے بہترین تاثر لیں۔ ہر بچے کی تربیت کی طرف آخری دن تک توجہ دی۔

سب بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک کیا۔ کبھی بلاوجہ سختی نہیں کی۔ پیار سے سمجھاتے، دوسروں کے بچوں سے بھی پیار اور عزت سے پیش آتے۔ بچوں کو ان کی اچھی حرکت پر انعام ضرور دیتے۔ اگر کوئی بچہ آ کر سلام کرتا تو خوش ہو کر اس کے اس جذبے کی قدر کرتے ہوئے اُسے انعام کے طور پر کچھ نہ کچھ نقدی دے دیا کرتے۔

گلی میں سے گزرتے تو بچے دُور سے دیکھتے، دوڑ کر آتے اور سلام کرتے اور اپنا انعام وصول کر لیتے۔

ہر بچے کو بچپن سے ہی اپنے والدین سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ شفیق اور پیارے لگتے ہیں۔ میرے والد صاحبؓ کو خدا تعالیٰ نے خوبصورت منور چہرہ عطا کیا تھا۔ خوبصورت قدروقامت، مناسب جسم کبھی موٹاپے والا پیٹ نکلا ہوا نہیں تھا۔ چہرہ سُرخ وسفید پُرنور اور پُرکشش تھا۔ یہاں تک کہ وفات سے تین دن پہلے بھی میرے شوہر مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے دیکھ کر مجھے متوجہ کیا کہ ''دیکھو! قاضی صاحب کا چہرہ چمک رہا ہے۔''

ہمیشہ سے خوش لباس خوش خلق اور پُرشفقت تھے مگر بارُعب اور باوقار تھے۔ چلتے ہوئے تیز قدم اُٹھاتے۔ آپ کی چال پُروقار تھی۔

پہلے بزرگوں کے سامنے جانے کے خاص آداب ہوتے تھے اور ان کے گھر میں آنے کے بھی۔عورتیں دوپٹے سر پر ڈال کر اپنا سامنے کا حصہ ڈھانک لیتی تھیں اور ادب سے سب چھوٹے بڑے کھڑے ہوجاتے تھے۔یہ حیاداری کے پاکیزہ اُصول تھے۔

بزرگوں کے سامنے بولنے کے بھی آداب تھے۔اُٹھنے بیٹھنے کے آداب تھے۔اُونچی آواز میں بولنا، بڑوں کی بات کو اہمیت نہ دینا، بیچ میں بول پڑنا، یہ سب باتیں یا حرکتیں معیوب سمجھی جاتی تھیں۔معزز گھرانوں کے یہ نمایاں اُصول تھے۔عورتیں باپردہ اور باحیا ہی معزز سمجھی جاتی تھیں ،غرضیکہ اِسلامی تعلیم پر مکمل طور پر عمل کرنا سکھایا جاتا تھا۔اگر مرد نظریں نیچی رکھتے تو عورتیں بھی سر جھکا کر چلتی تھیں۔

ہمارے خاندان میں حضرت والد صاحبؓ کے سگے بھائی مکرم قاضی محمد شفیق صاحب وکیل بھی احمدی تھے۔اُن کے علاوہ دُور کے رشتہ داروں میں چند احمدی تھے۔ہمارے چچا جان اور ہمارا گھر خاندان کے محلہ سے ہٹ کر تھا۔دونوں گھروں میں 6-7 قدم کا فاصلہ تھا۔

حضرت والد صاحبؓ کی دو بیویاں تھیں۔پہلی بیوی آپ کی چچا زاد بہن تھیں۔آپ کے والدین نے آپ کی شادی کروائی تھی۔اُن سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے 10 بچے عطا کئے تھے غالباً 7 لڑکے اور 3 لڑکیاں۔اُن میں سے 3 بچے حیات رہے اور باقی بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

آپ نے دوسری شادی ہماری والدہ صاحبہ سے کی تھی۔آپ حضرت مولوی محمد الیاس صاحبؓ کی دوسرے نمبر کی بیٹی تھیں۔اگلے صفحات میں انکا ذکر کروں گی۔ہماری والدہ صاحبہ پیدائشی احمدی تھیں۔ہمارے نانا جان چارسدہ کے رہنے والے تھے جو مردان سے تقریباً 20 میل کے فاصلے پر ہے،لیکن احمدیت کی وجہ سے علاقے کے مولویوں کی شدید مخالفت نے آپ کو کوئٹہ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔وہاں آپ کے بھائی موجود تھے۔چنانچہ آپ نے وہیں رہائش اختیار کر لی۔

ہماری والدہ صاحبہ کوئٹہ سے بیاہ کر آئی تھیں۔ ہمارے دادا جان لمبے عرصہ سے پشاور میں مقیم تھے لیکن ہوتی مردان میں آپ کا خاندان تھا اسلئے آنا جانا لگا رہتا تھا۔ حضرت والد صاحب نے ایک اچھا بڑا اور کھلا گھر بنوایا تھا جس میں ان کے والدین رہا کرتے تھے۔ آپ کی اپنی رہائش اُن دنوں پشاور میں تھی۔ محلہ گل بادشاہ میں دو مکان بنوائے تھے۔ اسی محلہ میں حضرت مولانا غلام حسن خان صاحبؓ اور حضرت میرزا محمد اسماعیل صاحب قندہاریؓ کی رہائش تھی۔ آپ کا بچپن اور جوانی اسی محلہ میں گزری تھی۔

محلہ گلبادشاہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شیعوں اور غیر مبائعین کا مقابلہ کرنے کی توفیق دی اور آپ نے انتہائی مشقت طلب کوشش کر کے احمدیہ مسجد کی تعمیر کروادی۔ یہ آپ کی پہلی مسجد تھی جو آپ نے مخالفین کا مقابلہ کر کے بنوائی تھی اور خدا کے فضل سے یہ مسجد آج بھی قائم ہے۔ الحمدللہ۔

مسجد آپ کے گھر سے جڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے گھر کے نچلے حصے میں کافی بڑا کمرہ اپنی احباب سے ملاقاتوں اور اپنی کتابوں کی تصنیف وغیرہ کیلئے بنوایا ہوا تھا۔ اُسی بڑے کمرے میں تبلیغی مجالس بھی ہوتیں، مہمان نوازی بھی ہوتی۔ مہمانوں کی رہائش کا انتظام بھی تھا۔ اس کے اُوپر کے حصہ میں آپ کے بیوی بچے رہتے تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مکرمی ومحترمی قاضی محمد شفیق صاحب نے LLB کرنے کے بعد شادی کی اور مردان میں رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

والد صاحب بطور امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد کے پشاور میں زیادہ خوش تھے، دوست احباب سے ملنے ملانے میں آسانی تھی، پشاور کے گردونواح کے گاؤں میں آپ ہر اتوار کو جا کر تبلیغی پروگرام کرتے رہے تھے۔ نومبائعین کی تربیت اور ان کے مسائل سے باخبر رہنے کیلئے آپ کو پشاور میں رہنا زیادہ پسند تھا۔ پھر تصنیف کا کام بھی یہیں سے باآسانی پایۂ تکمیل تک پہنچتا۔ اس لئے آپ کے لئے مردان میں رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کافی مشکل تھا لیکن اپنے بھائی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ نے بھی وہاں پر دو الگ الگ گھر اپنی دونوں بیویوں کیلئے بنوانے کا پروگرام بنالیا اور اپنے بھائی اور اپنے بچوں کی دینی تربیت کیلئے مسجد کی تعمیر شروع کروادی۔ یہ آپ

کی اپنی زمین تھی ساتھ ہی جڑا ہوا ایک گھر اور ایک دکان تھی جو کرائے پر تھے۔

مسجد کی تعمیر میں یہاں بھی اپنوں اور غیروں نے رُکاوٹیں ڈالیں اور جھوٹے مقدمے دائر کر دئے کہ آپ نے ان کی زمین کا ٹکڑا دبا لیا ہے۔ بالآخر مخالفین کو اپنی مکاریوں میں ناکامی ہوئی اور ایک خوبصورت مسجد مع ایک مہمان خانہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعمیر ہو گئے۔ ہوتی مردان کی یہ مسجد ہمارے گھر سے کوئی 30 گز دور تھی۔ چچا جان کے گھر سے 6-7 قدم کے فاصلے پر اور محلہ کے عین درمیان میں تھی۔ دائیں طرف کے دروازے کے سامنے ہمارا پرانا گھر اور غیر احمدیوں کی مسجد تھی۔ اس مسجد کے مولوی کا ہمارے والد صاحب سے سامنا ہوتے ہی اپنا منہ پگڑی میں چھپا لیتا تھا۔ انتہائی متعصب اور مکار آدمی تھا۔ ایک دفعہ میں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ جاتے ہوئے اُسے دیکھ لیا کہ والد صاحب کے سلام کرنے پر اُس نے پگڑی کے پلو سے منہ چھپا لیا ہے۔ میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ یہ مولوی اپنا منہ کیوں چھپاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ مولوی مجھ سے پردہ کرتا ہے۔

ہماری اس مسجد سے بائیں طرف کچھ فاصلے پر ایک اور مسجد تھی۔ مولوی جہاں بھی ہو اُس کا دل ایک احمدی کیلئے کبھی بغض سے پاک نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان کو یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رعب اور دبدبہ جھوٹ پر قائم ہوتا ہے۔ مثلاً کسی بیمار کو مار مار کر جن نکالنے کا جھوٹ اور چند لکیریں ڈالکر تعویز بنا دینا کہ ان خانوں میں جنوں کو بند کر دیا ہے وغیرہ۔ جاہل اور سادہ لوح لوگوں کو لوٹنے کے ان کے یہ مختلف طریقے ہوتے تھے، جبکہ احمدی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور اُسی پاکیزہ تعلیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

ہوتی مردان کی اس مسجد کا ایک دروازہ اُسی گلی میں کھلتا تھا جہاں سے غیر احمدیوں کی مسجد بالکل سامنے تھی۔ والد صاحب نے اس میں گہرا کنواں کھدوایا تھا اور اُس کنویں میں نمک کے بڑے بڑے ٹکڑے ڈالے تھے۔ اس کنویں سے ارد گرد گلی کے لوگ بہت شوق سے پانی بھرتے تھے کیونکہ اُس زمانے میں بہت کم لوگوں کے گھروں میں کنویں ہوتے تھے۔ عورتوں کو دُور ایک چھوٹی

سی نہر سے جا کر پانی بھرنا ہوتا تھا اور کبھی کبھی اکثر خواتین نہر پر جا کر کپڑے بھی دھوتی تھیں۔

بعد میں بعض لوگ شرارت کرنے لگے، کوئی مسجد میں آیا ہوتا تو اسکے جوتے چُرا لیتے۔ مہمان خانے سے بھی چیزیں چوری ہونی شروع ہو گئیں تو آپ نے گلی والا دروازہ عام طور پر بند کروا دیا۔ جب نمازی آتے تو ہی وہ دروازہ کھلتا۔ دوسری طرف جو دروازہ تھا وہ مہمان خانے میں کھلتا تھا جس میں احمدی مہمان آ کر ٹھہرتے تھے۔ کئی دفعہ کسی احمدی دوست کا تبادلہ مردان ہوا ہوتا تو وہ اسی مہمان خانے میں آ کر کئی کئی ماہ تک قیام کرتا اور کھانا ہمارے گھر سے آتا۔ کھانا وغیرہ لانے کیلئے ایک الگ نوکر تھا جو مسجد کی صفائی کا بھی خیال رکھتا اور مہمان خانہ میں ہی رہتا تھا۔

حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ ان کو مسجد کی صفائی کا خود بہت شوق رہا ہے۔ نمازیوں کے وضوء کیلئے سموار کو بھرنا، صفیں بچھانا۔ میں نے آپ کو ہوتی مردان کی مسجد کو صاف کرتے ہوئے اور صفیں بچھاتے ہوئے خود دیکھا ہے۔ جو مہمان وہاں ٹھہرے ہوتے تھے اُن کی دلجوئی اور مہمان نوازی فرماتے۔ اُن کی ضروریات کا مکمل خیال رکھتے۔

حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ بیحد مہمان نواز تھے۔ گھر پر احباب ملنے آیا کرتے تھے تو فوراً ہی چائے بھیجنے کو کہتے۔ اگر گرمی ہوتی تو شربت جلد سے جلد بھجوانا ہوتا تھا اور بعد میں فوراً کھانے کی تیاری اور بھجوانے کی خواہش کرتے۔ اگر ذرہ سی بھی دیر ہوتی تو بار بار پوچھتے کہ کھانا جلد بھجوائیں۔ ہر امیر اور غریب کے ساتھ ایک جیسی عزت اور قدر دانی کا سلوک فرماتے۔

میں جب بھی اپنے والد صاحب کی کوئی تحریر پڑھتی ہوں تو اُن کی قابلیت اور علم کی گہرائی اور تبلیغی جذبہ پر رشک میں ڈوب جاتی ہوں۔

آپ نے کم عمری میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قُرب پایا۔ اُن کی تازہ بتازہ ہدایات ذہن نشین کیں۔ اُن کی کتب کے خزانے کو اکٹھا کیا اور اُن کتب کو آخری دن تک زیر مطالعہ رکھا اور اُسی خزانے سے اخذ کردہ علم کو آگے پہنچانے کی تگ و دو کی۔ پشتو میں کتب اور رسائل اور اشتہارات شائع کروائے اور افغانستان سے لیکر پورے ملک میں اپنے خرچ پر پہنچائے۔ پشتو میں اشعار کے

ذریعہ مؤثر رنگ میں تبلیغ کی۔

مجھے یاد ہے ہماری ایک غیر احمدی رشتہ دار تھیں۔اُن کی آواز بہت اچھی تھی۔کئی دفعہ اگر محترمہ والدہ صاحبہ پشاور وغیرہ گئی ہوتیں تو ہمارے ساتھ ہی ہمارے کمرے میں سوتیں اور حضرت والد صاحب کا پشتو کلام سناتیں۔جن میں نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری پر مبنی اشعار ہوتے۔وہ یہ کلام بہت خوش الحانی سے سناتیں۔

فارسی میں نظم ونثر میں افغانستان اور ایران میں رہنے والوں کیلئے مؤثر نظمیں اور تحریرات طبع کروائیں اور بھجوائیں۔فارسی کا بہت خوبصورت کلام موجود ہے۔جس میں ہر شعر میں نصائح اور تبلیغ ہے۔خدا تعالیٰ کی حمد وثنا، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور اُن سے عشق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا۔اُردو سمجھنے اور بولنے والوں کیلئے اردو زبان میں شعری مجموعہ طبع فرمایا اور کئی کتب اور رسائل واشتہار شائع کروائے۔غیر طبع مضامین کا ایک بیش بہا خزانہ چھوڑ گئے ہیں۔

آپ نے پٹھانوں، افغانوں اور فارسی بولنے والے بعض مخالفین کے غلیظ الزامات کو رد کرنے کیلئے بھرپور مقابلہ تحریروں اور اشعار کے ذریعہ کیا۔شیعوں کا مقابلہ کیا۔

غیر مبائعین کو نظم ونثر کے ذریعہ ہدایت پہنچانے کی کوشش کی۔اُن کا زبردست مقابلہ کیا۔ان کے اشتہارات کے جوابات دیتے رہے۔غرضیکہ ایک نڈر شیر کی طرح ہر طرف دشمن کو دبانے کی کوشش کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خط میں ان کے بیٹے ڈاکٹر مسعود احمد قاضی صاحب کو اُن کے والد محترم کے بارے میں کہا کہ آپ کے والد محترم ''سرحد کا شیر'' تھے۔وہ خط تو اب میرے پاس موجود نہیں اگر کہیں سے اس کی نقل ملی تو قارئین کیلئے شامل اشاعت کردوں گی۔

آپ نے پشتو زبان میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔یہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تفاسیر سے استفادہ کرتے ہوئے لکھی ہے اور پشتو زبان بولنے والوں کیلئے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ یہ انتہائی قیمتی خزانہ ابھی تک شائع نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ جلد اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین اللھم آمین۔ ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے حضرت والد صاحب ؓ کا فارسی کلام بھی شائع کرنے کی کوشش کروں گی۔ انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نیک اور مخلص احمدی گھرانے میں پیدا کیا جہاں لڑکپن سے ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے قرینے سکھائے گئے۔ اگرچہ مردان میں رہائش کے دوران آپ کو اپنے اہل وعیال کی تربیت کے ساتھ ساتھ بحیثیت پراونشنل امیر صوبہ ہائے سرحد جماعت کے ہر فرد تک حتی الوسع پہنچنے کی ذمہ داری بھی تھی، جب آپ مردان میں موجود ہوتے تو اپنے بچوں کی تربیت کا فرض بجالانے کے ساتھ ساتھ مردان کے دور و قریب کے احمدی احباب کا حال واحوال بھی معلوم کرتے رہتے۔ مسجد احمدیہ مردان قریباً ایک میل کے فاصلہ پر تھی جسے بگٹ گنج کہتے تھے۔ آپ تقریباً روزانہ صبح کے وقت 9-10 بجے کے قریب گھر سے نکلتے، بڑی والدہ صاحبہ محترمہ کے گھر سے ہوکر محترم چچا جان کے گھر جاتے اور راستے میں جتنے احمدی گھرانے ملتے ان سب سے ملاقات کرتے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرتے۔

میری ساس محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ جب مردان میں بمع بچوں کے رہ رہی تھیں اور آپ کے شوہر مکرم ومحترم خواص خان صاحب بوجہ تبادلہ گھر سے دور تھے تو میری ساس صاحبہ مرحومہ نے بتایا کہ اکیلے رہتے ہوئے بھی مجھے محترم قاضی صاحب کی بڑی ڈھارس تھی۔ کوئی کام یا بات کرنی ہوتی تو اپنے بڑے بیٹے کو بھیج کر محترم قاضی صاحب کو بلوالیتی۔ آپ نے مجھے بتایا کہ میں نے ہمیشہ محترم قاضی صاحب کو باپ جیسا مشفق اور ہمدرد انسان پایا۔

اسی طرح ہمارے خاندان میں چند بیوہ خواتین بھی تھیں۔ آپ ؓ ان کی خبر گیری بھی کرتے اور ضروریات پوری کرواتے۔ خاندان میں متعصب غیر احمدی بھی تھے اور حسد دل ہی میں رکھنے پر

مجبور تھے کیونکہ آپؓ کے حسن سلوک کے آگے ان سب کی زبان بند تھی۔ان میں سے جب کوئی ہمارے گھر آتا تو آپؓ بہت خوشی کا اظہار فرماتے اور اچھی طرح خاطر و مدارت کرتے۔

غریبوں کے ساتھ انتہائی شفقت کا سلوک فرماتے۔اکثر لوگوں میں رواج ہوتا ہے کہ نام بگاڑ کر پکارا کرتے ہیں۔آپ پورا نام لیکر پکارتے، ہماری ایک پرانی خادمہ کو ہر کوئی فضلے کہہ کر پکارتا لیکن آپ اسے فضل جان کہہ کر پکارتے اور اسی طرح اس کے بیٹے کا نام غلام مہربان تھا۔آپ اس کا پورا نام لیکر پکارتے اور اُسے شفقت سے اپنے پاس بٹھاتے۔جبکہ پورا محلہ اسے بانے کہہ کر پکارتا تھا۔

ضلع ہزارہ کے لوگوں میں آپ کی تبلیغ سے احمدیت کا پودا لگا۔آپ نے ان میں سے اکثر لڑکوں کو تعلیم دلوائی اور ایک کو تو علی گڑھ بھجوا کر اُس کی وکالت کی پڑھائی کے اخراجات خود اٹھائے۔

مانسہرہ، ایبٹ آباد، بالاکوٹ کے علاوہ دور پار کے گاؤں میں بھی پیدل سفر کر کے احباب جماعت کی خیریت معلوم کرتے۔اہل ہزارہ کو دعوت احمدیت دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

تم کو اے اہلِ ہزارہ ہے بلایا ہم نے
دعوت عام کا ڈنکا ہے بجایا ہم نے
وہ جو غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
ان کے دروازہ پہ جاجا کر جگایا ہم نے
رات جاتی رہی اب صبح ہے نکلا سورج
’جاگو اُٹھو‘ کا بہت شور مچایا ہم نے
آگیا احمد موعودؑ خدا کا مرسل
اس کا پیغام یہاں تم کو سنایا ہم نے
جمع ہو جاؤ اُٹھو زیر لوائے احمدؑ
تفرقہ چھوڑ دو یہ راگ ہے گایا ہم نے

تم جماعت بنو پھر تم پر یداللہ ہوگا
فتح و نصرت کا یہی گُر ہے بتایا ہم نے

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے والدین کی بہترین نعمت عطا فرمائی۔ نیک والدین پرسکون ماحول، بڑوں کی شفقت اور پیار وافر عطا کیا۔ ہوش سنبھالتے ہی خدا تعالیٰ سے پیار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہ السلام سے کہانیوں کے رنگ میں متعارف کروایا گیا۔ ہماری والدہ صاحبہ نے ہی ہم کو سب سے پہلے قاعدہ یسرنا القرآن، نماز اور پھر قرآن کریم پڑھایا۔ ہمارے علاوہ محلے کے بچوں اور خادموں کو بھی دینی تعلیم دی۔

بچپن سے ہی یہ مشاہدہ کرتے آ رہے تھے کہ سردیوں کے دن اور دسمبر کا مہینہ جلسہ سالانہ کیلئے سفر کی تیاریوں سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ کو احمدی احباب کے قادیان اور ربوہ کے سفر کا بھی خیال رکھنا ہوتا تھا۔ انتظامات پر بھی توجہ اور نگرانی کرنی پڑتی تھی اس کے علاوہ گھر کے جو افراد جانے کے لئے تیار ہوتے ان کو ساتھ لے جانا اور وہاں ان کے لئے رہائش کے انتظامات کرنا بھی آپ کی ذمہ داری ہوتی۔ اکثر بھائی ساتھ جا رہے ہوتے اور گھر کی خواتین کو بھی ساتھ لے جایا کرتے۔ سفر کے واقعات واپسی پر سناتے کہ والد صاحب کیسے ہر احمدی مسافر کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جو پیچھے رہ گئے ہوتے وہ ان کی واپسی کا انتظار کرتے۔ حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ کہیں سے بھی واپس آتے تو پھل اور تحفے ساتھ لاتے۔ میں بہت چھوٹی تھی سال تو یاد نہیں آپ اس دن قادیان سے واپس تشریف لائے تھے۔ ہم سب کیلئے تحفوں کے علاوہ اپنے ساتھ دو بڑے فریم کاغذوں اور گتوں میں لپٹے ہوئے لائے تھے۔ شام کو ہمارے کمرے میں آ کر ان میں سے ایک تصویر کو بڑے اہتمام سے کھولا۔ اور کمرے میں بالکل سامنے انگیٹھی کے اوپر کیل لگا کر مضبوطی سے لٹکا دیا۔ اور ایک اور تصویر اسی طرح کی اپنے کمرے میں سامنے دیوار پر لٹکا دی۔

دونوں تصویروں میں اُوپر ’اسمہ احمد‘ لکھا ہوا تھا اور نیچے ’مرزا غلام احمد قادیانی‘ لکھا ہوا تھا۔ دونوں فریم تقریباً ڈیڑھ فٹ چوڑے اور دو فٹ لمبے ہوں گے۔ فریم بہت خوبصورت تھے۔

ہمارے کمرے میں اس تصویر کے ایک طرف دو چھوٹے فریم لٹکا دیئے اور دوسری طرف بھی دو چھوٹے فریم لٹکا دیئے۔ ایک چھوٹے فریم پر یہ آیت لکھی تھی:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ (الزمر:54)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اس کے نیچے ایک تصویر میں آپ اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اور دوسری طرف کی چھوٹی تصویر پر بھی ایک آیت لکھی تھی۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (الحجرات:14)

تم میں سے معزز اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو متقی ہو۔

اور اس فریم کے نیچے پھلوں کی خوبصورت پینٹنگ تھی۔ امی جان کی چارپائی کے سرہانے کی طرف میری چارپائی بچھی ہوئی ہوتی تھی۔ مجھے یہ تصاویر صاف دکھائی دیتیں۔ صبح اٹھتے وقت اور رات کو لیٹتے وقت۔ امی جان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بڑی تصویر کس ہستی کی ہے۔ آپ سے ہی تمام انبیاء کی کہانیاں روزانہ سنا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ بتایا اور یہ بھی کہ حضرت والد صاحبؓ نے ان کو بچشم خود دیکھا ہے۔ ان کے ساتھ وقت گزارا، ان کی ٹانگیں دبائیں، ان کے ساتھ کھانا کھایا بلکہ ان کا پس خوردہ تبرک کھایا، ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور ان کی بابرکت مجالس میں ان کی باتیں سنیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اُسی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے گزارا۔ آپ کا بچپن دینی ماحول میں گزرا تھا، آپ کے والدین بھی عالم فاضل او دیندار تھے اور والدہ صاحبہ بھی ایک معزز اور تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ قرآن کریم باترجمہ، فقہ و احادیث کی کتابیں اور فارسی کی کتب پڑھی ہوئی تھیں۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کے قبول احمدیت پر زیادہ ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بلکہ آپ کے مضامین اور تحریر شدہ

رسائل پڑھا کرتے تھے۔ایک مرتبہ ایک رشتہ دار نے ہمارے دادا جان کو طعنہ دیا کہ آپ کا بڑا بیٹا احمدی ہوگیا ہے اور آپ اسے کچھ نہیں کہتے۔دادا جان نے کہا کہ آپ ان کی کتابیں پڑھ لیں اگر آپ کے پاس ان کا جواب ہوتو آپ دے دیں۔

آپؓ کے والد صاحب کو بیعت کرنے کی توفیق نہیں ملی لیکن آخر میں احمدیوں کے درس سننے کیلئے جایا کرتے تھے۔

آپ کی والدہ صاحبہ کا بھی آپ سے پیار و محبت بدستور تھا، بعد میں آپ کے چھوٹے بھائی مکرم و محترم قاضی محمد شفیق صاحب نے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت قبول کر لی تھی۔

اُوپر کے تمام حالات خاکسارہ نے حضرت والد صاحبؓ کی اپنی تحریرات سے جمع کئے ہیں۔یہ تمام واقعات میری پیدائش سے بہت پہلے کے ہیں۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی ازدواج واولاد

آپؓ کی پہلی شادی 1914 میں آپ کے والدین نے آپ کے چچا محترم قاضی محمد رسول صاحب کی چھوٹی بیٹی سے کروائی۔آپ کے چچا محترم کی دو بیٹیاں تھیں۔بڑی بیٹی کی شادی بھی اپنے خاندان میں ہی ہوئی تھی اور چھوٹی بیٹی جس کا نام مشعل تھا، کی شادی میرے والد صاحب سے ہوئی۔ ہماری بڑی والدہ صاحبہ سے اللہ تعالیٰ نے 10 بچے عطا فرمائے۔ان میں سے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔خدا تعالیٰ کے فضل سے تین بچے حیات رہے۔سب سے بڑے بیٹے مکرم و محترم قاضی محمد احمد صاحب تھے۔پھر قاضی محمود احمد صاحب اور بیٹی محترمہ بی بی آمنہ بیگم صاحبہ تھیں۔

دوسری شادی حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب کی دوسری بیٹی محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ آپ پیدائشی احمدی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی آپ کو دس بچوں سے نوازا۔ ان میں سے بفضلہٖ تعالیٰ چھ بچے زندہ رہے اور چار بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

اُس وقت میری عمر کوئی تین سال کی ہو گی جب بھائی قاضی محمود احمد صاحب کی شادی ہمارے چچا جان مکرم ومحترم قاضی محمد شفیق صاحب کی بیٹی سے ہوئی۔

محترمہ بی بی آمنہ بیگم صاحب کی شادی محترم محمود احمد خان صاحب ابن محترم حضرت امیر اللہ خان صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی۔ (محترم محمود احمد خان صاحب کی پہلی شادی ہماری پیاری خالہ جان بی بی حاجرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی تھی جو دو کمسن بچے چھوڑ کر جوانی میں ہی فوت ہو گئی تھیں)

ایک بیٹی محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ ہیں جن کی شادی محترم نجیم احمد خان صاحب سے ہوئی۔ ان کے پانچ بچے ہیں۔ پانچوں نیک اور مخلص احمدی ہیں۔ بیٹا منیر احمد خان صاحب پشاور میں رہتے ہیں۔ ہماری بہن صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے آٹھ بچوں سے نوازا ہے۔ چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، سب شادی شدہ ہیں۔ مکرم قاضی محمد احمد صاحب نے 1956ء میں شادی کی تھی۔ ان کے چھ بچے ہیں، تین بیٹیاں اور تین بیٹے۔ تینوں بیٹیوں کی شادی مخلص احمدی خاندانوں میں ہوئی ہے۔ الحمدللہ۔

ہماری امی جان محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ بڑے بیٹے محترم قاضی بشیر احمد صاحب شہید تھے۔ بڑی بیٹی محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ ہیں جن کی شادی محترم اطہر ظہور بٹ صاحب (پی ڈی ایس پی) سے ہوئی۔ اس کے بعد محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ اور پھر خاکسارہ زبیدہ ناہید ہیں۔

محترم بھائی قاضی بشیر احمد کی شادی محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ بنت مکرم ومحترم خواص خان صاحب آف پشاور سے ہوئی۔

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ کی شادی مکرم محترم خلیل احمد خان صاحب ابن مکرم محترم خواص خان

صاحب سے ہوئی۔

خاکسارہ زبیدہ ناہید کی شادی مکرم ومحترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ابن مکرم ومحترم خواص خان صاحب سے ہوئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ چھوٹے بھائی محترم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب کی شادی محترمہ یاسمین صاحبہ بنت مکرم ومحترم رستم خان صاحب خٹک سے ہوئی ہے۔

چھوٹی بہن محترمہ قدسیہ نسرین صاحبہ کی شادی مکرم ومحترم محمد اسماعیل قاضی ابن محترم چچا جان قاضی محمد شفیق صاحب سے ہوئی۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کی تمام اولاد دراولاد نیک اور مخلص احمدی ہے۔ الحمد للہ۔

حضرت والد صاحب قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اپنی اولاد کو نصیحت فرمائی۔ مکرم بھائی خلیل خان صاحب نے انگلینڈ سے ٹیپ ریکارڈر منگوایا تھا۔ یہ 1959ء کی بات ہے۔ ہم سب کے لئے نئی چیز تھی کہ جو کچھ بولا جائے وہ سنا بھی جا سکے۔ چنانچہ کسی نے اُس میں نظم کہی کسی نے جو پسند کیا ریکارڈ کروایا۔ مکرم خلیل احمد خان صاحب آپ کے کمرے میں ٹیپ ریکارڈر لے گئے اور حضرت والد صاحب ؓ سے درخواست کی کہ آپ اپنی آوازیں کچھ ریکارڈ کروائیں۔ آپ نے مکمل سکون سے باقاعدہ تقریر کے رنگ میں تشہد وتعوذ پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد نصائح سے پُرتقریر ریکارڈ کروائی۔

خدا کے فضل سے یہ ریکارڈنگ ہمارے پاس موجود ہے۔ ایک نصیحت ہمارے چھوٹے بھائی ڈاکٹر قاضی مسعود احمد کو مخاطب کر کے لکھی جو آگے درج کی جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم   والسَّلَامُ عَلٰی اَحْمَدَ الْمَوْعُوْدِ

نصیحت نامہ

عزیزم مسعود احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری یہ نصائح محفوظ رکھو اور اکثر پڑھا کرو اور اُن پر عمل کرو، خدا تعالیٰ بڑا انعام دے گا۔

ہمارا خدا ایک ہے اور سب قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ سب سے پہلے موجود تھا اور سب سے آخر میں بھی وہی ہوگا۔ باقی ہر چیز تغیر پذیر اور فنا ہونے والی ہے۔

آپ اپنے خالق اور ایک خدا کو پہچانیں اور جو ضرورت ہو اُس سے مانگیں، وہ دے گا۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دُعا مانگا کرو۔ ہر درد اور دُکھ میں وہ کام آتا رہے گا۔ وہ حی و قیوم خدا ہے۔ ہمارا سمیع ہے یعنی ہماری باتیں اور دُعائیں سنا کرتا ہے۔ وہ بصیر ہے، ہماری حالت سے واقف اور باخبر ہے۔ وہ کلیم ہے اپنے بندوں سے ضرورت کے وقت باتیں کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے حق ہیں، نیک باتوں کی تحریک کرتے ہیں۔ فرشتے بُری باتوں سے پاک ہیں۔ یہ خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ جس قدر انبیاء اور رُسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل آئے وہ سب حق اور درست تھے۔ ہمارے شارع نبی اور مطاع حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہم نے ان کی پیروی کرنی ہے۔ ہم ان کے اُمتی ہیں۔

ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پاک کلام قرآن شریف دیا۔ قرآن کامل شریعت ہے، اس میں نہ ناسخ آیات ہیں اور نہ منسوخ ہے۔ سارا قرآن کریم واجب العمل ہے اور دُنیا کی ہر کتاب پر مقدم ہے۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یعنی آپؐ سے قبل جو نبی آئے انہوں نے آپ کے اتباع کے بغیر نبوت پائی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو نبی ہوں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی اور

تابع ہوں گے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی سے ہر اعلیٰ قوت پا سکتے ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُمتی خدا تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن کی پیروی سے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر عمل کر کے صالح ،شہید،صدیق اور نبی ہوسکتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو ہمارے امام ہیں،اتباع رسولؐ سے اُمتی نبی ہوئے ہیں۔

حضرت احمد علیہ السلام ہمارے امام اور امام مہدی اور آنے والے عیسیٰؑ و مسیح موعود علیہ السلام نبی اللہ ہیں۔ان کے ماننے والوں کو احمدی کہتے ہیں۔ہم خدا کے فضل وکرم سے احمدی ہیں۔احمدی کے معنی ہیں کام کا مسلمان نہ کہ صرف نام کا مسلمان۔

ایمان کے ساتھ عمدہ اخلاق،میٹھی زبان،مؤدب گفتگو،بڑوں کا ادب،چھوٹوں سے محبت کرنا، کشادہ پیشانی رکھنا۔خوش اخلاقی سے ملنا،نیک بننا،نیک عمل کرنا۔عہد پر قائم رہنا،دیانت دار ہونا اور سچ بولنا ضروری ہے۔احمدی خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ہر حکم مانتا اور اُس پر عمل کرتا ہے۔ماں اور باپ کا ادب اور عزت کرتا ہے۔والدین کا فرمانبردار ہوتا ہے۔اپنے حاکم اور افسر کا تابع ہوتا ہے۔باغی،نافرمان اور بدعہد نہیں ہوتا۔جس حکومت کا ماتحت ہو اس کے قانون کا احترام کرتا ہے اور شریروں سے دُور رہتا ہے۔بغاوت سے نفرت کرتا ہے۔خدا تعالیٰ کی اور والدین کی اتباع کرتا ہے۔بڑے بھائیوں کا ادب کرتا ہے۔حاکم وقت کے ہر حکم کی پابندی کرتا ہے۔

احمدی چست،ہوشیار اور بیدار ہوتا ہے۔ہر کام محنت سے کرتا ہے اور حلال رزق کماتا ہے۔ نمازوں کا پابند ہوتا ہے۔تہجد پڑھنے کی کوشش شوق سے کرتا ہے۔نماز باجماعت کا دلدادہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بہن بھائیوں کو ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

قاضی محمد یوسف احمدی فاروقی

ہمارا گھر ہوتی (ضلع مردان) میں

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی رضی اللہ عنہ کے والدین پشاور شہر کے محلہ گل بادشاہ جی میں 1880ء سے اپنے تعمیر کردہ مکان میں رہتے تھے۔ آپ کی پیدائش بمقام ہوتی یکم ستمبر 1883ء میں ہوئی۔ ہوتی میں بھی اپنا مکان تھا اور باقی قاضی خاندان کے مکانات آس پاس تھے۔

حضرت والد صاحبؓ کی پرورش زیادہ تر پشاور میں ہوئی۔ پشاور میں ہی تعلیم حاصل کی۔ آپ اپنی کتاب ''ظہور احمد موعودؑ'' میں فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے والد صاحب 1880ء سے کوچہ گلبادشاہ شہر پشاور میں مقیم تھے۔ حضرت میرزا محمد اسماعیل قندھاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ احمدی اسی کوچہ میں رہتے تھے۔ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی کے مکان میں سکونت رکھتے تھے۔ حضرت میرزا محمد اسماعیل صاحبؒ کی ہمشیرہ زادی حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کے نکاح میں تھیں۔'' (صفحہ 21-22)

''حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت مولانا غلام حسن خان صاحبؓ کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی اور رخصتی کے موقع پر حضرت والد صاحبؓ بھی دلہن کے ساتھ مع مکرم عبدالرحیم جان اور ایک خاتون کے پشاور سے ساتھ قادیان گئے تھے۔ (کتاب ظہور احمد موعود مؤلفہ قاضی محمد یوسف رضی اللہ عنہ صفحہ 70)

حضرت والد صاحبؓ نے اپنی تعلیم وتربیت، بیعت احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قرب میں اپنے گزارے ہوئے تمام واقعات اپنی کتاب ظہور احمد موعود میں مختصر تحریر فرمائے ہیں۔

حضرت والد صاحبؓ ملازمت کے عرصہ میں پشاور میں رہتے تھے اور وائسرائے یا لارڈ کے

ناظر کے طور پر گرمیوں میں نتھیا گلی میں رہائش ہوتی اور موسم سرما پشاور میں گزارتے۔ بچے چھوٹے تھے۔اُس وقت صرف چار بچے تھے۔

ملازمت کے دوران اپنی دیانت ، نیک طینت،فرض شناسی اور سچائی کی وجہ سے ہردلعزیز رہے۔لارڈ صاحب ہمیشہ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اوراحترام سے پیش آتے اورانعامات سے نوازتے۔آپ نے ملازمت کے دوران اپنے دینی فرائض کو بھرپور ادا کیا اوراتوار کے دن کوتبلیغ احمدیت کیلئے وقف رکھا۔ پشاور کے گردونواح کے گاؤں میں مولویوں سے مناظرے ومباحثے کئے۔اسلامیہ کالج پشاور کے ہوسٹل میں اتوار کے دن جا کرنوجوانوں کوتبلیغ کی جس کے نتیجہ میں کافی تعداد میں طالب علموں نے احمدیت قبول کی۔الحمدللہ علی ذالک۔

ہمارا گھر بمقام ہوتی ضلع مردان جس کا نام دارالافضال رکھا تھا،خاکسارہ نے اسی گھر میں آنکھ کھولی، پلی بڑھی، کھیلی کودی،تعلیم حاصل کی،تربیت پائی اورشادی کر کے اُس گھر سے وداع ہوئی۔

میرا بچپن قابلِ رشک تھا۔اتنا پیارا ماحول، پیار ومحبت، دودو مائیں، بڑی امی سے دو بڑے بھائی اورایک پیار کرنے والی بہن تھیں۔ بڑے بھائی کی شادی اُس وقت ہوئی تھی جبکہ میری عمر تین سال تھی۔ بھابی چچازاد بہن ہیں۔وہ بھی پیار کرنے والی پیاری اورہنس مکھ ہیں۔ہم بچوں سے سب پیار کرتے تھے۔

ہمارا یہ گھر بہت ہی خوبصورت بنا ہوا تھا۔والدین کے اکثر دوست اور ملنے والے آتے تو گھر میں پھرتے اورتعریف کرتے۔اس گھر کے دو حصے تھے۔دونوں بالکل ایک جیسے بنوائے تھے۔حتیٰ کہ درخت بھی ایک جیسے لگوائے تھے۔ایک گھر دوسرے گھر کی تصویر تھا۔والد صاحب نے گھر کافی سوچ سمجھ کرنہایت دُوراندیشی اورانصاف سے بنوائے تھے۔

ہماری بڑی والدہ صاحبہ حضرت والد صاحب کی چچازاد بہن تھیں اورقاضی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ دو بہنیں تھیں،کوئی بھائی نہیں تھا۔ان کی بڑی بہن دوسرے چچا کے بیٹے سے بیاہی تھیں اورقاضی محلہ میں رہتی تھیں۔ان کے باقی رشتہ دار بھی اُسی محلہ میں رہتے تھے۔والد صاحب

اور چچا جان احمدی ہونے کی وجہ سے اُن کے منظورِ نظر نہیں تھے اور جب بھی موقع ملتا مخالفت پر تلے رہتے۔ جب والد صاحب نے اپنی ہی زمین میں اپنی الگ مسجد بنوانی چاہی تو انہی رشتہ داروں کی ایماء پر ساتھ والے پڑوسیوں کو جھوٹ پر اُکسایا کہ جھوٹا مقدمہ دائر کردیں کہ یہ زمین اُن کی ہے۔ کچھ عرصہ یہ مقدمہ چلا آخر جھوٹوں کو شکست ہوئی اور والد صاحب نے ایک خوبصورت مسجد تین کمروں اور برآمدے اور پکے صحن پر مشتمل بنوائی۔ مسجد کے بائیں طرف کی زمین میں تین بڑے بڑے کمرے، ایک غسل خانہ و باورچی خانہ پر اور برآمدے پر مشتمل ایک حجرہ سا بنوا دیا۔ مسجد اور حجرے کے صحن کو الگ الگ کرنے کیلئے ایک چھوٹی سی جالی دار سیمنٹ کی دیوار بنوائی اور ایک عدد کنواں بھی کھدوایا۔ سنا ہے کہ اس کنوئیں میں والد صاحب نے نمک ڈلوایا تھا۔ گلی کے لوگ بہت شوق سے کنوئیں کا پانی لیکر جاتے۔ نمازوں کے اوقات کے علاوہ بھی گلی کی طرف کا دروازہ کھلتا۔ مسجد کی صفائی اور حفاظت کیلئے ہمیشہ ایک احمدی خادم حجرہ کے حصہ میں رہائش رکھتا جو مسجد کی صفائی اور حفاظت کا خیال رکھتا۔

حجرہ میں اکثر احمدی احباب آکر رہتے جن کے کھانے پینے کا انتظام ہمارے گھر سے ہوتا۔ حجرہ میں صاف ستھرے بستر مہمانوں کیلئے موجود رہتے۔ بچپن میں مجھے یاد ہے کہ کئی دفعہ نوکر چھٹی پر گیا ہوتا اور مہمان حجرے میں موجود ہوتے تو میں بھی گھر کی ملازمہ کے ساتھ مہمانوں کا کھانا لے جانے میں مدد کرتی یا صبح ناشتہ لے جاتے وقت دودھ لے جایا کرتی۔ بعض اوقات کسی احمدی کو نوکری کے سلسلہ میں مردان میں رہنا پڑتا اور کوئی اور رہائش نہ ملتی تو ہمارے حجرے میں کئی ماہ تک قیام کرتے اور کھانے پینے کا انتظام ہمارے گھر سے کیا جاتا۔

والد صاحب کو ہمیشہ سے پھلدار پودے لگانے کا شوق تھا۔ مسجد کے بڑے گیٹ کے سامنے امرود کا درخت اور انگور کی بیل لگوائی تھی اور ایک کھجور کا درخت بھی لگوایا تھا۔

پراونشنل امیر ہونے کی وجہ سے حضرت والد صاحب پندرہ دن پشاور میں گزارتے یا دوروں پر ہوتے۔ کوہاٹ بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، ہری پور ہزارہ، ایبٹ آباد، مانسہرہ اور ان کے علاوہ

بیشمار گاؤں میں جانا پڑتا۔کسی کی وفات پر جنازہ پڑھانے کیلئے بھی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ آپ پہنچ جائیں اور جنازہ پڑھائیں۔

پشاور میں آپ کا اپنے گھر کے نچلے حصہ میں ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں آپ رہائش رکھتے تھے۔دوست احباب سے ملاقات کرتے اور اپنی لائبریری میں بیٹھ کر تصنیف کا کام کرتے۔ آپ کا یہ گھر مسجد احمدیہ پشاور کے ساتھ ہی جڑا ہوا تھا۔

مسجد احمدیہ پشاور آپ نے بڑی تگ ودو اور مخالفت کے طوفان میں تعمیر کروائی تھی۔ یہ مخالفت صرف غیر احمدیوں کی نہیں تھی بلکہ غیر مبائعین اور شیعوں کی بھی تھی۔ بحر حال اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت قبول فرمائی اور مسجد احمدیہ کے مناروں سے آپ نے اذان کی آواز بلند کی۔الحمدللہ علی ذالک۔

پشاور میں جب آپ موجود رہتے تو نمازیں پڑھاتے اور خطبات جمعہ و درس قرآن دیتے۔اسی مسجد کے احاطے میں مربی سلسلہ کی رہائش کا انتظام تھا۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ نے بھی لمبا عرصہ پشاور میں گزارا اور احباب جماعت پشاور کی تربیت فرمائی۔

میں اپنے رہائشی خوبصورت گھر کا ذکر کرتے کرتے مسجد ہوتی اور مسجد پشاور محلہ گلبادشاہ جی کا ذکر اس لئے کر رہی ہوں کہ حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ کا حال اُس سچے مومن کا سا تھا جن کا دل مسجد میں اٹکا رہتا تھا۔مردان تشریف لاتے تو مردان میں احمدیہ مسجد بکٹ گنج روزانہ جاتے اور مردان کے احباب سے ملاقات کرتے۔مردان کے قریبی گاؤں کے احباب جماعت کی خبر گیری کرتے ،کہیں کوئی وفات ہوتو چاہے کچا راستہ ہونے کی وجہ سے پیدل جانا پڑے، جنازہ پڑھانے آپ ضرور پہنچتے۔

چنانچہ وفات سے چند دن پہلے محترم دلاور خان صاحب کی وفات چار باغ کے گاؤں میں ہوئی تو اُن دنوں میں میرے شوہر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب چونکہ مردان آئے ہوئے تھے اس لئے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ محترم دلاور خان صاحب کے جنازے پر اکٹھے گئے۔ جنازہ پڑھانے کے بعد اُس دن واپس آئے۔اکثر گاؤں میں بسیں وغیرہ کافی دور کھڑی

ہوتیں اور مسافروں کو لمبی مسافت پیدل طے کر کے منزلِ مقصود پر پہنچنا پڑتا۔

حضرت والد صاحب ؓ نے کبھی بھی اپنے کسی سفر کی تکلیف کا اس رنگ میں ذکر نہیں کیا۔ تھکاوٹ تو ضرور ہوتی۔ رات کو پسند فرماتے کہ بیوی یا بچوں میں سے کوئی ان کی ٹانگیں دبائے۔

اگرچہ آپ نے اپنی جوانی میں کئی دفعہ مردان سے پشاور کا سفر پیدل طے کیا اور پشاور کے گاؤں میں جاتے ہوئے لمبے سفر پیدل طے کئے۔ ہزارہ میں اکثر پہاڑی علاقوں میں آپ پیدل جاتے۔ آپ نے ایک دفعہ یہ ذکر کیا کہ مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ پودینے کی چٹنی ہو اور مکئی کی روٹی۔ اتنے میں کہتے ہیں کہ ایک صاف ستھرے پتھر پر کسی نے جنگلی پودینے کی چٹنی بنا چھوڑی تھی اور مکئی کی روٹی بھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اردگرد کوئی نظر نہ آیا۔ میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے وہ روٹی اور چٹنی کھائی۔ ہزارہ کے علاقے میں ان دنوں میں چکی کے آٹے میں اکثر کنکر ہوتے تھے جو روٹی چباتے وقت دانتوں کے نیچے آتے۔ لیکن اُس روٹی میں کوئی کنکر محسوس نہیں ہوا۔

حضرت والد صاحب نے خدا کے گھروں کی تعمیروں میں ہر طرح کے نامساعد حالات کا شیر بن کر مقابلہ کیا۔

پشاور شہر کی مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں دشمنوں کے منصوبے یہ تھے کہ آپ کو اس میں اذان نہیں دینے دیں گے۔ اُنہی دنوں آپ کے بھائی نے کہیں سفر پر جانے سے پہلے آپ کو اپنی بندوق دی کہ آپ اپنے پاس رکھ لیں۔ آپ گھر جا رہے تھے اور بندوق آپ کے ہاتھ میں تھی۔ ایک معاند نے آپ کو دیکھ لیا اور پوچھا کہ:

''قاضی صاحب! آپ بندوق کہاں لیکر جا رہے ہیں؟''

آپ نے جواب دیا کہ:

''گھر لے جا رہا ہوں، کام کی چیز ہے۔''

وہ معاند گھبرا کر اپنے ساتھیوں کو بتانے چلا گیا۔ جن کا ارادہ یہ تھا کہ جونہی مسجد میں اذان دی

جائے تو وہ مسجد پر حملہ کر کے اُس کو نیست و نابود کر دیں گے، بندوق دیکھ کر اُس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ حملہ کا ارادہ جان لیوا ہوسکتا ہے کیونکہ اُس نے خود قاضی صاحب کو اپنے گھر اسلحہ لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا۔

اسی طرح مسجد سول کوارٹرز کی تعمیر کے موقع پر بھی شر پسندوں کا ہجوم آیا۔آپ کو اطلاع دی گئی۔آپ مسجد سے نیچے اُتر آئے، ان کے سرغنے سے بات چیت کی اور ان کا جوش سرد پڑ گیا اور شر پسند واپس چلے گئے۔

کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، ایبٹ آباد، مانسہرہ میں مساجد بنوانے کی کوشش کی۔جہاں احباب جماعت کا پرخلوص تعاون شامل رہا، وہاں کامیابی ہوئی۔ایبٹ آباد کی مسجد کیلئے زمین خریدی اور اپنی خریدی ہوئی زمین میں سے کچھ حصہ دے دیا۔لیکن وہ مسجد نہ بن سکی جس کا آپ کو افسوس رہا۔ صوبہ سرحد میں جہاں آپ نے مساجد بنوائیں ان شہروں میں احمدیہ قبرستان کیلئے بھی زمینیں خریدیں۔ پشاور میں بھی قبرستان کیلئے زمین خریدنے کی تگ و دو کی اور زمین خریدی اور اس کی چاردیواری بنوائی۔ اس قبرستان میں کئی اوّلین بزرگان دفن ہیں۔ان میں حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔آپ موصی تھے لیکن قادیان لے جانا ممکن نہ تھا اور ربوہ ابھی معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔اس لئے پشاور کے احمدیہ قبرستان میں دفنایا گیا۔

حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی کی زندگی کا ہر لمحہ بامقصد گزرا۔ انہوں نے 1902 میں بعمر 18 سال احمدیت قبول کی اور احمدیت کی سچائی پر تادم واپسیں قائم رہے اور زندگی کا ہر لمحہ تبلیغ دین اور احباب جماعت کی تربیت کی فکر میں گزرا۔خلیفۃ المسیح کے ہر حکم کو آگے پہنچانے کی کوشش کی۔پمفلٹ اور رسائل و مضامین اور خطبات کے ذریعہ خلیفہ وقت کا پیغام احباب جماعت تک پہنچایا۔آپ کا اردو، فارسی اور پشتو کا کلام صرف احمدیت کی تائید و تبلیغ میں ہی ہے۔

جماعت کے ہر فرد کی تربیت کرتے ہوئے آپ اپنی اولاد اور ازواج کو نہ بھولے اور ان کے علاوہ اپنے بھائی کے گھرانے کی تربیت کا بھی خاص خیال رکھا۔اپنی دونوں بیویوں اور بچوں کے

لئے مکانات کی تعمیر کرواتے وقت عقل و تدبر اور نہایت دور اندیشی سے ہر پہلو پر غور کر کے تعمیر کروائے۔ اب جب میں سوچتی ہوں تو حیران ہوتی ہوں کہ آپ نے ترتیب اور سہولت کو مدنظر رکھ کر اور دونوں بیویوں کی خوشی اور حق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ گھر ایسی جگہ تعمیر کروائے کہ ایک ایسی زمین خریدی جو کہ گلی محلوں سے دور بھی تھی اور نزدیک بھی۔ لمبائی میں کوئی چار کنال یا اس سے شائد زیادہ ہوا اور چوڑائی شائد ایک کنال ہو۔ ایک سرے کے قریب کوئی چار قدم پر چچا جان کا دروازہ تھا اور سامنے لمبی سی گلی میں چچا جان کے زمیندار اور کچھ اور غریب ہمسائے تھے۔ گلی کے آخر پر والد صاحب کی اپنی بنوائی ہوئی مسجد اور حجرہ تھا، جس کے ساتھ جڑے ہوئے والد صاحب کے مکانات تھے جو کرایہ پر دئے ہوئے تھے اور کچھ چچا جان کے تھے۔ کوئی 200 گز کی دوری پر پکی سڑک گزرتی تھی۔ گویا کہ اُس زمانے میں یہ حصہ محلہ سے دُور تھا اور سامنے کھیت تھے۔

مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ نقشہ کس عمارت سے متاثر ہو کر والد صاحب نے بنوایا ہوگا۔ مغلیہ دور کی عمارات کی ہلکی سی جھلک بھی تھی۔ سامنے لمبائی میں 3 بڑے کمرے ایک طرف بیچ میں چھت کو جانے والی آرام دہ اور چوڑی سیڑھیاں۔ ساتھ جڑی ہوئی دوسرے گھر کی سیڑھیاں اور تین بڑے بڑے کمرے۔ آخر میں غسل خانے، کمروں کے آگے کوئی 10 فٹ چوڑا طویل برآمدہ ایک سرے سے دوسرے گھر کے آخری سرے تک۔ اس خوبصورت سرخ اینٹوں والے برآمدے کو آٹھ عدد گول ستونوں نے سہارا دیا تھا۔ ستونوں کے درمیان محراب بنے تھے۔ ان ستونوں کو سُرخ سیمنٹ سے پلستر کروایا گیا تھا۔ برآمدے سے ہر کمرے کے سامنے اُترنے کیلئے تین تین سیڑھیاں بنی تھیں۔ گھر کو اُونچا کر کے بنوایا گیا تھا۔ برآمدے سے نیچے کوئی 5 فٹ چوڑی سُرخ اینٹوں کی لمبی سی پٹی یا فٹ پاتھ بنوایا تھا۔ اس کے بعد دونوں گھروں کے اپنے اپنے چوکور صحن تھے۔ دونوں گھروں کو الگ الگ کرنے کیلئے درمیان میں چوڑائی میں کوئی آٹھ فٹ پکی سڑک جیسی سرخ اینٹوں کی برآمدے سے لیکر کنوئیں تک بنوائی تھی۔ اینٹوں کی اس سڑک کے دونوں طرف لکڑی کے مضبوط شہتیر لگوا کر اُن پر لکڑیوں کی چھت بنوائی تھی۔ جس پر انگور کی بیلیں چڑھائی تھیں۔

انگور کے موسم میں یہ واقعی انگور کی چھت نظر آتی تھی جس میں سے سبز اور کالے خوشے لٹکتے ہوئے بہت اچھے لگتے تھے۔ گرمیوں میں دونوں طرف کی خواتین انگور کی بیلوں کے نیچے چار پائیاں ڈال کر بیٹھتی اور سلائی کڑھائی میں مشغول ہوتیں اور پیار و محبت کا ماحول ہوتا۔

اس بڑے برآمدے کے بالکل سامنے صحن کے دوسری طرف ایک اور طویل برآمدہ بنوایا تھا۔ اُس کے بھی چار محراب اور چار ستون ایک طرف اور چار محراب اور چار ستون دوسری طرف تھے۔ اس برآمدے کے بیچوں بیچ دو ٹائلٹس اور دو غسلخانے بنے ہوئے تھے اور ایک سرے پر باہر جانے کیلئے راستہ بھی تھا۔ جس کا ایک ایک دروازہ صحن میں کھلتا اور پھر ڈیوڑھی اور پھر باہر کی طرف کھلنے والا دروازہ بنوایا تھا۔ کوئی غیر مرد بآسانی اندر نہیں آسکتا تھا۔

دونوں گھروں میں برآمدے سے اُتر کر ایک باورچی خانہ اور لمبا سا گودام بنوایا تھا۔ گویا دونوں باورچی خانے طویل فاصلے کے باوجود آمنے سامنے تھے۔

دونوں گھروں کے صحن میں دو بڑے بڑے تالاب بنوائے تھے۔ اس خیال سے کہ نلکوں میں پانی آئے گا تو تالاب میں بچے گرمی میں نہائیں گے۔

کنوئیں سے بھی نل کے ذریعہ تالاب میں پانی پہنچانے کا انتظام تھا۔ یہ مکان 1936ء میں بنوایا تھا۔ والد صاحب نے شروع میں ان تالابوں میں سنہری مچھلیاں ڈلوائی تھیں جو غالباً پل نہ سکیں۔ تالاب میں پانی بھرنا اور اُس میں نہانا بھی زیادہ دیر تک نہ چل سکا کیونکہ ایک طرف کے بچے تو بڑے تھے اور دوسری طرف کے بچے بھی کھیل اور نہانے کے اس شغل سے بیزار ہو چکے تھے۔

والد صاحب نے دائیں طرف والا گھر بڑی والدہ صاحبہ اور ان کے بچوں کو دیا تھا جو گلی کے نزدیک تھا اور قاضی محلہ بھی زیادہ دور نہیں تھا۔ بڑی والدہ صاحبہ بسہولت اپنی بہن اور دوسرے رشتہ داروں سے ملنے جا سکتی تھیں۔ چچا جان کا گھر بھی چار قدم پر تھا اور چچا جان کی بڑی بیٹی کی شادی بڑی امی کے بیٹے محمود احمد صاحب سے ہو چکی تھی۔ چچا جان اور بڑی امی آپس میں چچازاد تھے۔

چنانچہ بڑی امی جان کو گھر کا دایاں حصہ ملا تھا۔ گلی کی طرف ان کا ایک دروازہ باہر جانے کیلئے کھلتا تھا۔ پھر ایک لمبی ڈیوڑھی اور ایک اور دروازہ جو گلی میں کھلتا تھا اس میں لمبی سی ڈیوڑھی کے اُوپر لڑکوں کیلئے علیحدہ بیٹھک تھی۔ جس میں ان کے عزیز رشتہ دار یا وہ دوست آتے جن سے گھر والوں کا پردہ ہوتا۔

والد صاحب کا اپنا کمرہ بائیں طرف والے گھر کے آخر پر تھا۔ غسل خانہ اُس کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ ان کی نایاب کتابوں کا ذخیرہ بھی تھا۔ ان کا خوبصورت پلنگ اور ساتھ ہی سرہانے کی طرف بڑا سا سٹڈی ٹیبل ہوتا تھا۔ اس کے اُوپر قلمدان میں دو سیاہی کے دوات کے ہوتے تھے اور ہولڈر نما پین ہوتے تھے۔ میز پر اُن کے لکھنے لکھانے کے رجسٹر پڑے ہوتے تھے یا زیر مطالعہ کتب اور قرآن شریف کے نسخے پڑے ہوتے تھے۔

آپ اپنے کمرے میں سے نکل کر جب بھی باہر مسجد یا کہیں بھی جاتے تو بڑی امی کے گھر سے ہو کر جاتے ان کی خیریت دریافت کرتے اپنے بیٹوں پر نظر رکھتے۔ صبح کی نماز کیلئے جاتے ہوئے خود ان کو آواز دیکر اُٹھاتے۔ اذان کیلئے بھائیوں کی باری مقرر ہوتی۔ اگر بھائی نماز میں سستی کرتے یا وقت پر نہ پہنچتے تو آپ سختی سے پیش آتے اور نصیحتاً سمجھاتے۔

بڑے بھائیوں کی تربیت کی خاطر ان کو قادیان پڑھنے کیلئے بھیجا۔ خدا کے فضل سے بڑے بھائی کی تین بیٹیاں مخلص احمدی خاندانوں میں بیاہی ہیں اور ان کی اولاد بھی جماعت سے محبت اور اخلاص کا تعلق رکھنے والی ہے۔ الحمدللہ۔

ہماری بڑی بہن جو ہماری بڑی والدہ صاحبہ کی اکلوتی بیٹی تھیں، ان کے بچے بھی نیک اور مخلص احمدی ہیں۔

آپ جب باہر سے گھر آتے تو تب بھی بڑی امی کے گھر کے راستے سے ہو کر گھر آتے۔

مکان نمبر 2

حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ کی دوسری شادی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی دوسری بیٹی سے 1924ء میں ہوئی۔آپ کا نکاح قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خود پڑھایا تھا۔

حضرت مولوی محمد الیاس صاحب نے 1909ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیعت کی تھی۔آپ نیک، متقی اور پارسا احمدی تھے اور بہترین داعی الی اللہ تھے۔آپ کا تعلق چار سدہ سے تھا۔احمدیت قبول کرنے کے بعد (مولویوں) کی شدید مخالفت کی وجہ سے آپ کوئٹہ مع اہل وعیال تشریف لے گئے۔آپ کے بھائی وہاں پہلے سے جا کر رہائش اختیار کر چکے تھے۔کوئٹہ میں آپ عرائض نویس تھے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے چھ بیٹیوں اور چھ بیٹوں سے نوازا تھا جن میں ہماری والدہ صاحب (حضرت قاضی صاحب کی دوسری بیوی) کا دوسرا نمبر تھا۔آپ کے گھر کا ماحول بہت پاکیزہ تھا۔آپ نے اپنی اولاد کی بہت اعلیٰ تربیت کی۔بیٹیوں کو گھر میں ہی اردو اور فارسی پڑھائی۔سب کو قرآن شریف باترجمہ پڑھایا اور بیٹیاں ہر لحاظ سے سگھڑ ماحول میں پروان چڑھیں۔بیٹے بھی نیک اور مخلص احمدی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔

آپ کے دو چھوٹے بیٹے محترم عبد السلام خان صاحب (والد صاحب ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب) تھے، دوسرے بیٹے عبد القدوس خان صاحب، سب سے چھوٹے تھے۔دونوں بھائی خادم دین اور مخلص احمدی تھے۔(محترم عبد القدوس خان صاحب پشاور کے امیر بھی رہ چکے تھے)

حضرت مولوی محمد الیاس صاحب کی وفات 1948ء میں پشاور میں ہوئی۔جنازہ کے موقع پر حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔آپ نے حاضرین کو فرمایا کہ:

''اگر کسی نے ولی اللہ کو دیکھنا ہو تو ان کا چہرہ دیکھ لیں۔''

ہماری دوسری والدہ صاحبہ جن کا نام محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ تھا ان کو حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ نے

نہایت دور اندیشی سے بائیں طرف والے مکان میں منتقل کروایا۔اس مکان کے تین کمروں میں سے والد صاحب کا کمرہ آخری کمرہ تھا۔درمیانی کمرے میں بچے اور ہماری والدہ صاحبہ ہوتی تھیں۔تیسرا کمرہ بڑے بھائی مکرم قاضی بشیر احمد صاحب کو دے رکھا تھا جو ہم سب میں سب سے بڑے بھائی تھے۔چھوٹے بھائی قاضی مسعود احمد تین بہنوں کے بعد پیدا ہوئے اور پھر ایک چھوٹی بہن بنام مکرمہ قدسیہ نسرین ہیں۔

بڑی والدہ صاحبہ کے بچے بڑے تھے بھائی اور بہن کی شادی ہو چکی تھی۔ایک بھائی کی شادی 1955 میں ہوگئی،لیکن ہم سب ابھی چھوٹے تھے اور ماں باپ دونوں کی تربیت اور توجہ چاہتے تھے۔اس لئے والد صاحب نے اس گھر میں رہائش رکھی لیکن اُن بچوں سے بھی کبھی غافل نہ ہوئے بلکہ باہر جانے کی آمدورفت ان کے گھر میں سے ہو کر رکھی۔یہاں تک کہ محترم چچا جان قاضی محمد شفیق صاحب کے گھر کی خبر بھی رکھتے کیونکہ ان کی اہلیہ 1949 میں فوت ہوگئیں تھیں۔انہوں نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے تھے۔سب سے چھوٹا بیٹا 3 سال کا تھا۔آپ نے ہمیشہ ان بچوں کا خیال رکھا اور ان کی تربیت کی بھی کوشش کی۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی نسل خدا کے فضل سے نیک اور مخلص احمدی ہے۔

محترم قاضی محمد شفیق صاحب کی بڑی بیٹی ہمارے بھائی مکرم قاضی محمود احمد صاحب سے 1944 میں بیاہی تھیں۔ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ایک لڑکا گود لیا تھا وہ بھی خدا کے فضل سے احمدی ہے۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم قاضی محمد اسماعیل صاحب مرحوم سے ہماری چھوٹی بہن قدسیہ نسرین کی شادی 1967 میں ہوئی۔تین بچے ہیں۔تینوں بچے نیک اور مخلص احمدی ہیں۔دوسرا بیٹا محترم قاضی محمد اسرائیل صاحب،تیسرا بیٹا محترم قاضی محمد ایوب صاحب اور چوتھا بیٹا محترم قاضی محمد قاسم جان صاحب۔ان سب کی اولاد مخلص احمدی ہے۔الحمدللہ۔

ہماری والدہ صاحبہ نیک اور مخلص احمدی خاتون تھیں۔نہایت لائق،قابل،بہترین منتظمہ اور مہمان نواز تھیں۔ان کے ہر کام میں سلیقہ ہوتا تھا جس کا مشاہدہ میں بچپن سے کرتی آرہی تھی۔جو

کام بھی کرتیں نہایت سلیقے اور لگاؤ سے کرتیں ۔ بہترین اخلاق کی مالک تھیں ۔ اگر چہ آپکا تعلق اس خاندان سے نہیں تھا جس سے بڑی والدہ صاحبہ کا تعلق تھا۔لیکن آپ کے اخلاق سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ قاضی خاندان کی خواتین آپ سے میل جول اور پیار و محبت سے پیش آتیں۔ آپ سے اپنے مسائل کے لئے مشورے لیتی اور آپ ہر ایک کے راز کو اپنے تک ہی محدود رکھ کر ان کو بہترین مشورے دیتیں اور ان کی مہمان نوازی کرتیں۔

ہماری والدہ صاحبہ نے بڑی والدہ صاحبہ سے بڑی بہن جیسا سلوک رکھا، بڑی والدہ صاحبہ اپنے ضروری مسائل میں والدہ صاحبہ سے مشورہ لیتیں اور اس پر عمل کرواتیں۔ ہر شام ہم بہنیں اور والدہ صاحبہ ان کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اور وہ ہمیں قاضی خاندان میں پرانے گزرے ہوئے واقعات سناتیں۔ کبھی وہ ہماری طرف آجاتیں۔ ان کے بچوں کی ہم سب بہت عزت کرتے اور دونوں بڑے بھائی اور بہن بھی ہم سے پیار کا سلوک کرتے۔

سردیوں کے دنوں میں سب سے بڑے بھائی محترم قاضی محمد احمد صاحب مرحوم چلغوزے لے آتے اور ہم سب ملکر کھاتے ۔ ان کو جب بھی تنخواہ ملتی تو ہم کو چمکتا ہوا چاندی کا روپیہ دیتے۔ بہت فیاض اور مہمان نواز تھے۔ ان کی بیوی قاضی خاندان میں سے تھیں، احمدی تھیں۔ مہمان نواز، بہت عزت کرنے والی سلجھی ہوئی عادات کی مالک تھیں۔ وہ تقریباً میری ہم عمر یا شاید کچھ چھوٹی ہوں گی۔ شادی کے بعد وہ ہم سب میں گھل مل گئیں۔

یہ ہمارے والد صاحب کی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ ہمارا گھر پر سکون تھا، ہر بچے سے پیار کیا جاتا اور ہر بڑے کی عزت اور فرمانبرداری ہوتی۔ ہماری بڑی والدہ صاحبہ بھی محلے کی خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کرتی تھیں۔ چونکہ محلہ بھر میں کنواں ہمارے گھر میں ہی تھا یا پھر چچا جان کے گھر میں تھا۔ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کے گھر کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ محلے کی عورتیں آکر کنوئیں سے پانی نکالتی تھیں اور گرمیوں کے دنوں میں کنوئیں کے کنارے توت کے درختوں کے گھنے سایے میں ستانے بیٹھ جاتیں۔ ہماری والدہ صاحبہ کے ساتھ اپنے گھریلو مسائل بھی زیر بحث لاتیں اور مفید مشورے

لیتیں۔ بڑی والدہ صاحبہ محلے کی چھوٹی بچیوں کوقرآن کریم پڑھاتیں۔

ہماری والدہ صاحبہ جن کو ہم اماں جی کہتے تھے،آپ کا سگھڑاپا،سلائی میں مہارت ،نہایت نفیس کڑھائی اور بنائی مشہور تھی۔ آپ نے خاندان کی کئی لڑکیوں کوشلوار قمیض کاٹنا اور سلائی کرنا سکھایا۔آپ بہت باریک اوراعلیٰ کڑھائی کرنا جانتی تھیں اور دوسروں کوسکھاتی تھیں۔کپڑوں پرموتی ،ستارے ٹانکنا،سلمے کا نفیس کام،سویٹر،جراب اور دستانے بننا سب کچھ اماں جی کو آتا تھا۔دوسروں کی لڑکیوں واپنی بیٹیوں کوبھی سکھاتی تھیں۔ مجھے یاد ہے میں بہت شوق سے اماں جی اور بڑی بہن کے سلائی کے شاہکار دیکھتی تو دل میں سوچتی کہ کب بڑی ہوں گی کہ یہ سب کچھ کرسکوں 9-10 سال کی عمر ہوگی کہ امی نے مجھے کروشیا کرنا سکھایا اور چھوٹی چھوٹی سلائیاں جن سے جراب بُنے جاتے ،اُن سے سویٹر بننا سکھایا۔ بڑی بہنوں کو فارغ اوقات میں سلائی کڑھائی کرنے پرحوصلہ افزائی اور رہنمائی کرتیں۔ بڑی امی کی دونوں بہوؤں کوبھی ہرقسم کی سلائی سکھائی۔ ہماری والدہ صاحبہ پورے خاندان میں ذہین اور قابل مشہور تھیں۔میری بڑی بہن بی بی عائشہ بیگم صاحبہ کوبھی اپنےنقش قدم پر چلایا۔وہ ہماری نانی اورخالاؤں تک کیلئے سلائی اورکڑھائی کرتی رہتیں۔ہاتھ میں نفاست تھی۔ باریک کڑھائی سے خوبصورت پھول بناتی تھیں۔میں نے اپنی نانی جان صاحبہ کے دوپٹے کیلئے لیس بنائی اوردوپٹے پرکڑھائی بھی کردی تو وہ بہت خوش ہوئیں اوراپنی دوسری نواسیوں کودکھایا کہ دیکھواُس نے چھوٹی عمر میں اتنا اچھا کام کیاہے۔غرضیکہ ہماری والدہ صاحبہ کی نیکی اور تقویٰ خاندان بھر میں مشہور تھااور کھانے پکانے میں ان کی مہارت غرضیکہ گھر کا ہرقسم کا کام نہایت سلیقے سے کرتی تھیں۔

ہماری والدہ صاحبہ وقت کی بہت پابند تھیں۔ چونکہ حضرت والدصاحب کا وقت بہت ہی قیمتی تھا۔آپ ناشتہ کرنے کے بعد اکثر اوقات سلسلہ کے کاموں کیلئے گھر سے باہر چلے جایا کرتے تھے۔ مسجد احمدیہ یا احمدیہ احباب سے ملنے ملانے، بیمار پرسی اوراس کے علاوہ غریب اور بیواؤں کی خبر گیری کرنے نکل جایا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ دوپہر کا کھانا12 بجے تک تیار کرلیا کرتی تھیں اور

والد صاحب سے ملنے اگر کوئی آجاتا تو والد صاحب کی عادت تھی کہ مہمان کیلئے فوراً ہی چائے شربت منگوا لیا کرتے تھے۔ اگر کھانے کا وقت ہوتا تو کھانا منگوا لیتے۔ اُس زمانہ میں چونکہ فریج کی سہولت موجود نہیں تھی اس لئے ہر کھانا تازہ پکتا۔ اماں جی کو جلدی اور اچھا کھانا تیار کرنے میں مہارت تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں بھنا ہوا چوزہ تیار ہو جاتا اور ساتھ گرما گرم روٹی نہایت اہتمام سے مہمان کو پیش کرنے کیلئے بھجوا دیا جاتا۔

ہماری نانی جان صاحبہ جو حضرت مولوی محمد الیاس صاحب کی بیوہ تھیں، وہ بھی بہت نیک، تقویٰ شعار اور سگھڑ خاتون تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ وہ تہجد میں بہت گریہ وزاری کرتیں اور میں اکثر جاگ کر اُن کو دیکھتی اور پھر اُن سے دُعا کی درخواست کرتی۔ وہ ہمیشہ نماز کیلئے پاک صاف کپڑے پہنا کرتیں۔ ان کے چہرے سے نور برستا تھا۔

ہماری سب سے چھوٹی خالہ جان، جن کا نام محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ تھا، نوجوانی ہی میں فوت ہو گئی تھیں۔ ان کا ایک بچہ دو سال کا تھا جس کی دیکھ بھال آپ کر رہی تھیں۔ اُس بچے کے ساتھ اتنی محنت کرتیں کہ ہم حیران رہ جاتے۔ اس کو ہر صبح نہلا کر اُس کے چہرہ اور جسم پر کریم لگاتیں اور نہایت شفقت اور محبت سے اُسے تیار کر کے ناشتہ کرواتیں۔ اس کو دعائیں اور نماز سکھائی۔ اس طرح اُس کو بچپن میں صاف ستھرا رہنے اور تقویٰ کی راہوں پر چلنے کی تربیت دی۔ خدا کے فضل سے وہ بچہ نیک اور متقی ہے۔ اُن کا نام مکرم محمد عالم درانی صاحب ہے اور ان کی شادی ہمارے بھائی مکرم قاضی بشیر احمد صاحب کی بڑی بیٹی سے ہوئی ہے۔ ان کے تین بچے ہیں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا، یہ سب بچے نیک اور مخلص احمدی ہیں۔

ہماری نانی جان صاحبہ مرحومہ جب کبھی ہمارے گھر تشریف لاتیں تو ہم سب اُن کی عزت کرتے۔ حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ سے عمر میں چھوٹی ہوں گی لیکن والد صاحب ان کی بہت عزت اور احترام کیا کرتے۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا کہ ان کے کھانے کی ٹرے تیار ہوتی تو والد صاحب خود وہ ٹرے اُٹھا کر ان کے سامنے رکھتے اور بات چیت بہت مختصر اور باادب کیا کرتے۔

ہماری نانی جان صاحبہ خوش شکل اور خوش مزاج خاتون تھیں۔ ہم سب اُن کے آ جانے سے خوش ہوتے۔ چھ جوان بچوں کا غم دیکھ چکی تھیں لیکن بہت کم ذکر کرتیں۔ البتہ اپنی چھوٹی بیٹی جمیلہ کا کبھی کبھار ذکر کیا کرتی تھیں۔ ان کی تمام اولاد نیک اور متقی تھی لیکن اس بیٹی کا تقویٰ میں بہت اُونچا مقام تھا۔ ان کی وفات پر اُن کی نیکی اور تقویٰ کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ آپ موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے نام کا کتبہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان بزرگوں کی نیک، متقی اور مخلص احمدی نسل اس دُنیا میں قائم رکھے اور ان کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت والد صاحبؓ ہر مظلوم کی مدد کیلئے ہمیشہ تیار رہتے۔ خصوصاً بیواؤں اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے۔ تین بیوہ غیر احمدی خواتین رشتہ داروں کے بارے میں جانتی ہوں اور مجھے یاد ہے کہ جب بھی اُن میں سے کوئی گھر میں آ جاتیں تو والدہ صاحبہ اُن کی ہر طرح دلجوئی اور مہمان نوازی کرتیں لیکن والد صاحب پھر بھی مزید تاکید فرماتے کہ ان کی خاطر و مدارت میں کوئی کسر نہ رہے۔ حضرت والد صاحبؓ کی وفات کے بعد یہ علم ہوا کہ والد صاحب ان کی خیریت جاننے اور ان کی مدد کرنے ان کے دروازے پر جایا کرتے تھے۔ اگر کسی چیز یا دوائی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو وہ مہیا فرما کر بھجوا دیتے۔

حضرت والد صاحبؓ کا پُر رعب وجود دونوں گھروں کیلئے ایک سایہ رحمت تھا۔ بچوں سے پیار و شفقت کرتے لیکن خلافِ شرع یا کسی قسم کی بدتمیزی برداشت نہیں کرتے تھے۔ کبھی کسی چھوٹے نے بڑے سے گستاخی کی تو سختی سے خبر لیتے۔ لیکن بچوں کے کھیل کود سے ناراضگی کا اظہار نہ کرتے۔ ہماری ہر حرکت سے باخبر رہتے۔ ایک دفعہ میں کتابیں کھولے بیٹھی ہوئی تھی اور سلیٹ پر گڑیا بنا رہی تھی۔ مجھ سے سلیٹ لیکر دیکھا تو مسکرا کر فرمایا کہ گڑیا اچھی بنائی ہے کیا سکول کا کام کر چکی ہو؟ میں دل میں ڈر گئی تھی کہ ڈانٹ پڑے گی۔ میری لکھائی اتنی اچھی نہیں تھی تو میرے لئے خود قلم تراشا اور تختی پر لکیریں لگائیں اور پہلی لائن خوشخط لکھ کر دی کہ اب اس پر خشک قلم پھیر کر باقی تختی پر

لکھو۔چھوٹے بھائی مسعود احمد کو بھی خوشخطی سکھائی۔

حضرت والد صاحبؓ کا خط بہت خوبصورت تھا اور خطاطی بھی کرلیا کرتے تھے۔اپنے قلم کو خود تراش کر خوبصورت خطاطی میں الفاظ لکھ کر پھر ان کے ارد گرد نہایت مہارت سے خط کھینچ کر اُن خالی جگہوں میں پھول بھر دیا کرتے تھے۔

انہوں نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو بھر پور استعمال کیا۔پراونشل امیر جماعت ہونے کی ذمہ داری بھی خوب نبھائی۔ ہر ضلع سے باخبر رہے۔سال میں کئی دفعہ دو اڑھائی سو میل کا سفر کر کے احباب جماعت کی خبر گیری کرنے جایا کرتے۔ایک طرف کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں کے ساتھ سرائے نورنگ کے احمدیوں سے ملنے جاتے تو دوسری طرف ضلع ہزارہ میں ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ اور بالاکوٹ تک جاتے۔بالاکوٹ کے مکرم محمد زمان صاحب کو بچپن سے بیٹا بنایا ہوا تھا۔اکثر اُن کے گھر جا کر ٹھہرتے۔آپ کی وفات کے بعد جب ہمارا وہاں جانا ہوا تو مکرم محمد زمان صاحب نے ہمیں بتایا کہ حضرت قاضی صاحب مجھ سے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے۔ان کی بیگم صاحبہ نے بتایا کہ حضرت قاضی صاحب جب بھی ہمارے گھر تشریف لاتے تو ہمارے بچے نہا دھو کر اچھے کپڑے پہن کر اُن کے سامنے جاتے اور سلام کرتے۔ہر بچے کو حضرت قاضی صاحب انعام کے طور پر کچھ رقم دے دیتے۔

اسی طرح شمالی صوبہ سرحد کے قصبوں میں جہاں احمدی تھے اُن سے ملنے اور اُن کے حالات سے باخبر رہنے کیلئے جاتے تھے۔ٹوپی صوابی اسماعیلہ، بٹ خیلہ وغیرہ جاتے۔وہاں مخالفت بھی زیادہ تھی اور راستے بھی رُکاوٹوں اور کچی سڑک والے تھے۔آپ نے ہمیشہ بیواؤں اور یتیموں کا خاص خیال رکھا۔نوکروں سے بہت شفقت اور پیار کا سلوک کرتے۔

ہمارے دور کے رشتہ داروں میں ایک خاتون بیوہ ہوگئی تھیں۔اُس کے رشتہ دار اُس سے اُس کا گھر ہتھیا لینا چاہتے تھے۔آپ نے اس کا مقدمہ لڑا۔مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے خود ان کا مقدمہ لڑا یا چچا جان جو کہ ایک کامیاب وکیل تھے،اُن کے ذریعہ مقدمہ لڑا اور جیت لیا لیکن مجھے یاد ہے کہ

وہ خاتون بہت خوش ہوئیں اور دعائیں دے رہی تھی۔

رشتہ داروں میں دو بیوہ خواتین مع اپنی بیٹی کے اپنے چھوٹے سے گھر میں رہتی تھیں۔ آپ باہر دروازے سے ان کی خبر گیری کرتے اور ضروریات زندگی پوری کرنے میں مدد دیتے۔

کئی یتیموں کو تعلیم دلوائی اور ہمیشہ ان کی تربیت کی طرف توجہ رکھی۔ ہماری والدہ صاحب میں بھی یہ تمام صفات پائی جاتی تھیں۔ ہمارے گھر کا دروازہ ہر فقیر کیلئے کھلا ہوتا تھا۔ اکثر فقیرنیاں کھانا وغیرہ کھا کر بھی جانے کا نام نہ لیتیں اور ستانے بیٹھ جایا کرتیں۔

ہمارے خاکروب کو کبھی بھی زمین پر بیٹھنے نہیں دیا۔ اس کے ساتھ عزت کا سلوک ہوتا تھا۔ بعض لوگ یہ بات پسند نہیں کرتے کہ خاکروب ان کے برتن کو ہاتھ لگائیں لیکن والد صاحب یہ کہتے تھے کہ ہمیں ان کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ یہ ہمارے گھروں کو گند سے پاک کرتے ہیں۔ یہ ان کا ہم پر احسان ہے۔ ہمیں ان کی قدر اور عزت کرنی چاہئے۔ یہ بھی ہماری ہی طرح کے انسان ہیں۔

ہماری ایک خادمہ کو چیچک نکل آئی۔ یہ غالباً 1961 یا اس سے آگے پیچھے کا سال تھا۔ چیچک ارد گرد پھیلی ہوئی تھی۔ خادمہ کے چیچک سے سب پریشان تھے کہ گھر کے اور افراد کو بھی یہ بیماری نہ ہو جائے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ میں اس کا خیال رکھوں گا۔ کیونکہ مجھے چیچک نہیں ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ:

''آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے''۔

اُس خادمہ کو کھانا اور دوائی دینے کا خیال آپ نے رکھا اور باجماعت نمازوں میں اُس کے لئے خود بھی دُعا کی اور سب گھر والوں سے بھی دعائیں کروائیں۔ خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور اُس خادمہ کو کامل شفا ہوگئی۔

آپ نے کبھی بھی کسی وبا ٹائیفائیڈ، ہیضہ وغیرہ کے زمانے میں بچاؤ کا ٹیکہ نہیں لگوایا۔ ہمیشہ اسی ایمان پر قائم رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ان کے حق میں پورا ہوگا اور ہمیشہ پورا ہوا۔

حضرت والد صاحب کی والدہ صاحبہ کو دو دفعہ طاعون کا پھوڑا نکلا تھا۔ والد صاحب نے خود اُن کی تیمارداری کی۔ان کے اپنے گھر لا کر اُن کا علاج کروایا اوران کے لئے دردِدل سے دعائیں کیں۔دونوں دفعہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو شفا دی اوراس کے بعد کافی عرصہ وہ زندہ رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت،قربت اور تعلیم وتربیت کی برکت سے صحابہؓ کے گھر کے ماحول جنت نظیر تھے۔ میں نے کبھی بھی اپنے والد صاحب کو اپنی دونوں بیویوں سے اُونچی آواز میں بات کرتے نہیں سنا۔ دونوں مائیں جب بھی کوئی معاملہ پیش کرتیں تو الگ ہوکر یا کمرے میں بات کرلیا کرتیں۔

حضرت والد صاحب بدرسومات اور شرک کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ چنانچہ ہم سب کی شادیوں پرکوئی مہندی وغیرہ کی رسم نہ ہوئی نہ ہی رخصتی کے موقع پر دولہا عورتوں میں آیا۔ باہر سے دُولہا رخصت ہوجایا کرتا اور دُلہن پردے اور برقع میں دُعاؤں کے ساتھ رخصت ہوتی۔ ہمارے غیر احمدی رشتہ داروں میں جب بھی کوئی شادی وغیرہ ہوتی تو رسومات بھی ہوتیں۔ ہم لوگ صرف شادی میں شامل ہوتے۔ والد صاحب اکثر پشاور چلے جایا کرتے تھے اس طرح اُن لوگوں کو شکوہ نہ ہوتا کہ آپ موجود تھے اور نہیں آئے۔اس حدیث نبویؐ پر عمل کیا کہ اگر کوئی برائی نظر آئے تو اُس کو روکنے کی کوشش کرو۔ اگر نہیں تو دل میں ہی بُرا سمجھ لو۔

حضرت قاضی صاحبؓ کی زوجہ اوّل

آپ کا نام محترمہ مشعل بیگم صاحبہ تھا اور آپ حضرت والد صاحبؓ کی چچازاد بہن تھیں۔آپ نہایت خوش اخلاق اور خوش طبیعت خاتون تھیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے دس بچوں سے نوازا۔اُن میں سے تین بچوں کو اللہ تعالیٰ نے لمبی عمریں عطا کیں۔

محترم قاضی محمد احمد صاحب

آپ ہمارے سب سے بڑے بھائی تھے۔آپ کی شادی اپنے خاندان میں ہوئی تھی۔خدا تعالیٰ نے تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوزا۔بیٹیوں میں سعیدہ بیگم صاحبہ بیگم مکرم داؤد احمد صاحب کینیڈا میں مقیم ہیں۔آپ کے تین بچے ہیں۔سب خدا تعالیٰ کے فضل سے نیک اور مخلص احمدی ہیں۔

محترم قاضی محمود احمد صاحب

آپ کی شادی محترم چچا جان قاضی محمد شفیق صاحب کی بڑی بیٹی سے ہوئی۔ایک بیٹا ہے، جو شادی شدہ ہے اور مخلص احمدی ہے۔

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ

آپ کی شادی مکرم محمود احمد خان صاحب (ابن محترم خان امیر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ آف اسماعیلہ) سے ہوئی محترم خان امیر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔آپ جوانی میں ہی وفات پا گئی تھیں۔آپ کی تمام اولاد نیک اور مخلص احمدی ہے۔جیسا کہ میں نے شروع کے صفحات میں ذکر کر دیا ہے کہ ہماری بڑی والدہ صاحبہ اور ہماری والدہ صاحبہ آپس میں بہنوں کی طرح پیار و محبت سے رہتی تھیں۔ایک دوسرے کی عزت کرتی تھیں۔

گھر دونوں کے علیحدہ علیحدہ تھے لیکن ہم سارا دن زیادہ تر اُن کے ہاں ہی گزارتے۔دونوں بڑے بھائی بہت پیار سے پیش آتے تھے۔اور بہن بھی بہت پیار کرنے والی تھیں۔

میرا بچپن ان کے صحن میں رسی کودتے ہوئے گزرا۔ اُن کے توت کے درخت پر چڑھنا میرا بہترین مشغلہ تھا۔ ہماری حرکات پر آپ ناراض نہیں ہوتی تھیں نہ ہی کبھی ہمیں ڈانٹا۔

ہماری والدہ صاحبہ اُن کا بہت ادب کرتی تھیں۔ ہم سب بچے بھی اُن سے محبت اور ادب سے پیش آتے۔ کبھی کبھی جب آپ اکیلی ہوتی تھیں تو ہم سے کوئی نہ کوئی ان کے پاس رات گزار لیتا تھا۔ میں کچھ شرارتی تھی ایک دفعہ رات کو ان کے پاس سوئی ہوئی تھی۔ اچانک ان کے خراٹوں کی آواز سے گھبرا کر چیخ مار کر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ مجھے سلانے لگیں۔ میں نے رونا شروع کر دیا کہ یہاں کوئی چیز غرّا رہی ہے۔ اگلے دن انہوں نے ہنس ہنس کر اُمی جان کو یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ آئندہ اس کو نہ بھیجنا۔ یہ مجھے سونے نہیں دیتی ہے۔ غرضیکہ میری کسی بات سے ناراض نہیں ہوتی تھیں۔

میری شادی کے بعد میں ان کو کمزور لگی تو پریشان ہو کر میری والدہ صاحبہ سے کہنے لگی کہ چھوٹی عمر میں گھر کی ذمہ داریوں میں پڑ گئی ہے تو کمزور ہو گئی ہے۔

والدہ صاحبہ نے محلے کی کئی لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھایا اور تلے کا کام بھی سکھایا۔ حضرت قاضی صاحب ؓ کی دوسری شادی حضرت محمد الیاس صاحب کی دوسری بیٹی محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ سے 1924ء میں ہوئی۔ ہمارے نانا جان اور نانی جان نے اپنی تمام اولاد کی تربیت بہت پیار و محبت سے کی اور اپنے بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیمات سے مرصع کیا۔ قرآن کریم باترجمہ، خوش الحانی اور حسن تلفظ کے ساتھ سکھایا۔ فارسی پڑھائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے درس دیکر اُن کو پڑھنے کی عادت راسخ کروائی۔ ہر بچہ پنج وقتہ نماز گزار اور تہجد گزار تھا۔ بیٹیوں میں ہر بیٹی اعلیٰ اخلاق کی مالک تھی۔ جہاں جہاں بیاہی گئیں اُن خاندانوں میں پیار و محبت سے اپنے لئے ایک عزت کا مقام بنایا۔ ہر بیٹی گھر گرہستی کو اچھی طرح سمجھنے والی اور گھروں کو جنت نظیر بنا دینے والی تھی۔ ہر ایک کے گھر میں احمدیت کی تعلیم کے ہر پہلو پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ سب بہنیں باحیا تھیں اور اپنی اولاد کو بھی باحیا اور باپردہ رہنے کی تربیت دی۔

ہماری والدہ صاحبہ علی الصبح اُٹھتیں۔ اکثر میں ان کی تلاوت کی آواز سے جاگ جاتی۔ میرے

بعد ایک چھوٹا بھائی اور ایک بہن تھی۔اُن میں سے کسی ایک کو گود میں لیکر تلاوت کرتیں۔اس کے بعد زیر لب دعائیں کرتی رہتی اور ساتھ ساتھ ناشتے کی تیاری وغیرہ میں مصروف ہو جاتیں۔

میرے سکول جانے کے دنوں میں چونکہ میرا اسکول دور تھا اس لئے مجھے تانگے میں جانا ہوتا۔ میرے لئے آپ سب سے پہلے ناشتہ تیار کرتیں اور سکول میں دوپہر کے کھانے کیلئے پراٹھا آملیٹ یا کچھ اور مزیدار سا پکا کر میرے ٹفن میں ڈال دیتیں۔

حضرت والد صاحب کا ناشتہ ان کے کمرے میں الگ سے دیا جاتا۔ باقی ہم سب کیلئے باورچی خانے میں چھوٹی چھوٹی پیڑھیاں رکھی ہوتی تھیں۔اُن پر بیٹھ کر ہم سب بچے ناشتہ کرتے۔

سردیوں میں باورچی خانے میں نیچے دری بچھا کر اُس پر نرم گدا ڈال دیا جاتا۔ہم سب اُس پر بیٹھ کر امی کے ہاتھ کے گرم گرم پراٹھوں کا لطف اُٹھاتے۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ناشتے کے بعد بچوں سے قاعدہ یا قرآن مجید بھی باورچی خانے میں ہی سنا اور پڑھایا جاتا۔ جب ناشتے سے فراغت ہوتی تو باورچی خانے کے ہر کونے میں صفائی کرواتیں۔صاف ستھرا باورچی خانہ اور اُس کا فرش دُھلا ہوا پسند کرتیں۔خود یا ملازمہ سے کروالیتیں یا بہنوں میں سے کسی کی ڈیوٹی لگ جاتی۔

محلے کی لڑکیاں قرآن کریم پڑھنے کیلئے آئی ہوتیں۔اُس کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوتیں۔ کئی لڑکیوں نے آپ سے قرآن شریف پڑھا،سلائی سیکھی۔آپ کی رضائی کی سلائی بھی مشہور تھی۔ کروشیا،سویٹر،جراب اور دستانے بُننا سردیوں کے موسم میں آپ کے دلچسپ مشاغل تھے۔ہماری والدہ صاحبہ کو بہت باریک تارکشی کے پھول بنانے آتے تھے۔کپڑے کے بیچ میں سے دھاگے نکال کر اُن میں خوبصورت پھول ڈال کر چار چاند لگواتیں۔اپنے پاس چھاپے رکھے ہوئے تھے۔ دُور دُور سے محلہ کی خواتین آکر اپنے دوپٹوں پر پھولوں والے چھاپے امی جان سے لگوالیتیں۔پھر اُن کو کشیدے سے کاڑھ لیتیں۔یہ سب امی جان اپنے شوق کی وجہ سے کرتیں۔

کپڑوں کی سلائی بھی خود کیا کرتی تھیں۔ہم سب کے کپڑے سیتی تھیں۔میری بڑی بہن

محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ کو بھی ہر ہنر سکھایا۔ وہ بھی تعلیم کے بعد گھر میں فارغ اوقات میں سلائی کرتیں۔تمام خالاؤں کیلئے برقعوں کے رومال پر ہمرنگ پھول کاڑھ دیتیں جو شاہکار ہوتے تھے۔ اپنے کپڑوں کے دامن پر تارکشی کے باریک اور خوبصورت پھول کاڑھتیں غرضیکہ ہمارے گھر میں ہر بندہ مصروف ہوتا تھا۔نہایت پاکیزہ ماحول تھا۔ دونوں طرف نمازوں کی پابندی۔ رمضان کے مبارک مہینہ میں تلاوت کلام پاک اور عبادات میں ہر چھوٹا بڑا ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہوا نظر آتا۔

اُن دنوں میں ٹی وی جیسی کوئی فضولیات نہیں تھیں۔خاندانی لڑکیاں اکثر اپنے فارغ اوقات میں سلائی کڑھائی میں مقابلے کرتیں۔ ہمارے گھر میں وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ دوپہر کا اور شام کا کھانا ہمیشہ وقت پر تیار ہوتا۔ رات کو دیر تک جاگنے کا رواج نہ تھا۔ہم سب کھانا وغیرہ کھا کر نمازوں سے فارغ ہو کر کچھ دیر کیلئے بڑی امی کے پاس جا کر بیٹھ جاتے۔ وہ خاندان بھر کے گزرے ہوئے واقعات سناتیں۔ہنسی خوشی سب لوگ آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک سو جاتے۔

میری خالہ زاد بہن محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ جو کہ چھوٹی خالہ جان کی بیٹی ہیں ،ان کے والد صاحب محترم محمود احمد خان صاحب سے ہماری بڑی امی کی اکلوتی بیٹی محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ کی شادی ہوئی تھی۔ ہماری بہن جب بھی آتیں تو وہ بھی ساتھ آجاتیں۔ ہم سب ان کے ساتھ بہت پیار کرتے۔اکٹھے کھیلتے۔ان کو بھی امی جان نے کروشیا سکھایا تھا۔بچپن میں ہی وہ خوبصورت رومال بنا لیتیں۔ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی کروشیا اور سویٹر بنا سیکھ لیا۔

میری بڑی بہن محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ کے بعد محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ مجھ سے بڑی ہیں۔بچپن سے محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ کی دوستی ہم دونوں سے تھی۔

طاہرہ بیگم صاحبہ کی شادی کے بعد وہ میکہ سمجھ کر زیادہ دنوں کیلئے آتیں۔امی جان کو تو اُن سے پیار تھا ہی ، والد صاحب بھی اُن سے بہت پیار کرتے تھے۔شادی کے بعد اُن کی پہلی بیٹی کی پیدائش کے بعد وہ آئیں تو اُس بچی سے والد صاحب بے حد پیار کرتے۔اُس کا نام توحیدہ بیگم

صاحبہ ہے اور آپ مکرم مسعود احمد سعید صاحب کی بیگم ہیں۔

محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ آج کل کینیڈا میں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے 3 بیٹیوں اور دو بیٹوں سے نوازا ہے۔ تمام اولاد لائق، قابل اور نیک، مخلص احمدی ہے۔ میری بہن رضیہ بیگم صاحبہ اور میری شادی ایک ہی دن ایک ہی گھر میں ہوئی۔ رضیہ بیگم صاحبہ مکرم بھائی خلیل احمد خان صاحب سے بیاہی تھیں اور خاکسارہ کی شادی ان کے چھوٹے بھائی مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب سے ہوئی۔ رضیہ بیگم صاحبہ زیادہ تر گھر کے کاموں میں امی جان کی مدد کرتی تھیں۔ سلائی کڑھائی میں بھی ماہر تھیں۔ کھانا ذائقہ دار بنایا کرتی تھیں۔ رضیہ بیگم صاحبہ کے بعد خاکسارہ زبیدہ ناہید کا نمبر ہے۔ میرے بعد مکرم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب اور ان کے بعد چھوٹی بہن عزیزہ قدسیہ نسرین صاحبہ ہیں۔

مکرم مسعود احمد صاحب کی شادی محترمہ یاسمین صاحبہ جو کہ ہماری خالہ زاد بہن ہیں، سے ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے چار بیٹیوں اور ایک بیٹے ڈاکٹر نادر احمد قاضی سے نوازا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ سب نیک اور مخلص احمدی ہیں۔ بھائی مسعود احمد آج کل شکاگو جماعت کے صدر ہیں اور ایک کامیاب کارڈیالوجسٹ ہیں۔ ماشاءاللہ۔

محترمہ بہن قدسیہ نسرین صاحبہ کی شادی محترم بھائی قاضی محمد اسماعیل صاحب سے ہوئی۔ آپ محترم چچا جان قاضی محمد شفیق صاحب کے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ کے تین بچے ہیں۔ ڈاکٹر قاضی منظور احمد صاحب جو کہ بھائی مسعود احمد صاحب کے داماد ہیں، ان کے چار بچے ہیں۔ بیٹی محترمہ بینا قاضی ڈاکٹر ہیں۔ ان کی شادی عزیزم فواد احمد صاحب سے ہوئی ہے اور ایک چھوٹا بیٹا فاروق احمد ہے۔ خدا کے فضل سے سب بچے نیک اور مخلص احمدی ہیں۔

بہن بھائی بہت پیارے ہوتے ہیں۔ ان سے جو قدرتی محبت ہوتی ہے وہ کبھی مٹ نہیں سکتی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ باوجود ذاتی مصروفیات ہونے کے بھی بڑھتی جاتی ہے۔ بچپن کا دور ہمیشہ یاد رہتا ہے۔

ہم سب کے ایک نہایت پیارے اور حسین بھائی محترم قاضی بشیر احمد صاحب تھے۔ آپ

ہماری والدہ صاحبہ کے پہلوٹے بیٹے تھے۔آپ کا وجود بہت سی خوبیوں سے بھر پور تھا۔آج کل ایسی خوبیوں کا پایا جانا ناممکنات میں سے ہے۔ ماں باپ کی آنکھوں کا تارا تھے۔اپنے بڑے بھائیوں کے ہمدرد، خیر خواہ اور دوست تھے۔ اپنی بڑی بہن آمنہ بیگم صاحبہ سے بیحد پیار کرنے والے بھائی تھےاور ہم چاروں بہنوں سے بھی بیحد شفقت اور محبت کرتے تھے۔مکرم قاضی بشیر احمد صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی سے ایک پُرشفقت باپ اور عزیز دوست جیسا سلوک رکھا۔

آپ کا وجود تمام خاندان کیلئے ایک نعمت خداوندی تھا۔جب بھی ان کو کسی بہن یا بھائی کی کسی خواہش کا علم ہوتا تو اُسے ضرور پوری کرتے۔مجھ سے تقریباً 16 سال عمر میں بڑے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ اپنی نوکری سے جب بھی گھر تشریف لاتے تو ایک خوشی کی لہر سے ہر ایک کا چہرہ روشن ہوتا۔ان کا سلام کرنے کا انداز نہایت ہی پیارا تھا۔ ہر چھوٹے بڑے کو زور سے السلام علیکم کہتے۔ ملازموں، ہمسائیوں سے ایسے ملتے جیسے بچھڑے ہوئے دوست ہوں۔آپ کو اپنی ماں سے جو پیار تھا وہ ایسا انوکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی یقیناً پسند آیا اور اس کے بدلے میں ان کو شہادت کا انمول انعام عطا فرما دیا۔

اپنی امی جان کے ہاتھ چومتے، ان کو آنکھوں سے لگاتے، ان کے پاؤں چومتے اور ان پر سر رکھتے۔امی جان کے منہ سے نکلی ہوئی ہر خواہش کو پیار سے پورا کرتے۔

کوئٹہ میں ٹرانسفر ہوا تو وہ دور چلے گئے۔امی جان کو بہت یاد آتے تھے۔اکثر امی جان ان کو پیار سے پشتو میں ہی خط لکھا کرتی تھیں تا کہ اپنے جذبات محبت کے اظہار میں کوئی کمی نہ ہو۔آپ بھی نہایت ہی پیار بھرا خط پشتو میں ہی جواباً ارسال کرتے۔عموماً خط ملتے ہی کسی نہ کسی طریقے سے ملاقات کیلئے آ پہنچتے۔اکثر آرمی کا کوئی چھوٹا جہاز کسی کام کے سلسلہ میں جب پشاور شہر کی طرف آتا تو اس میں بیٹھ کر آجاتے۔کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں آئے۔ ہر ایک کیلئے تحفے ساتھ لیکر آتے۔

آپ کے آنے کا ایک بہت پیارا انداز تھا۔ اِدھر ہم بہن بھائی ترسے بیٹھے ہوتے اور آپ آتے ہوئے چچا جان کے گھر سے ہو کر اس کے بعد بڑی والدہ صاحبہ اور پھر بڑے بھائیوں قاضی

محمد احمد صاحب اور قاضی محمود احمد صاحب سے ملکر گھر آتے۔

ہماری والدہ صاحبہ باورچی خانہ میں بیٹھ کران کے پسندیدہ کھانے پکاتیں۔آپ بار باران کے پاس جا کر اپنی مخصوص پیڑھی پر بیٹھ جایا کرتے۔ہم سب بھی آپ کی باتیں سننے اور آپ کی صحبت سے لطف اندوز ہونے کیلئے باورچی خانہ میں اکٹھا ہوجاتے۔

آپ کی بات کرنے کا انداز نہایت مسحور کن تھا جس میں مزاح کا ایک پیار بھرا امتزاج تھا۔ اپنے واقعات نہایت دلچسپ انداز میں سناتے۔ بڑے بھائیوں کی محفل میں بیٹھتے تو قہقہے صاف سنائی دیتے۔بچپن کی شرارتوں کو یاد کرتے۔کوئی بھی ان کی محفل سے اُٹھ کر جانے کو تیار نہ ہوتا۔

ایک دفعہ آپ آئے تو بڑی والدہ صاحبہ کے دونوں بیٹے گھر میں موجود نہیں تھے۔ چنانچہ ہم بہنوں میں سے بہن رضیہ بیگم کی ڈیوٹی لگی کہ وہ بڑی والدہ صاحب کے پاس جا کر سوئیں۔رضیہ بیگم نے مجھ سے بہت منتیں کیں اور کئی لالچ دیکر مجھے راضی کرلیا کہ میں وہاں جا کر سوؤں۔ حالانکہ دونوں گھر جڑے ہوئے تھے صرف دو تین کمروں کا ہی فاصلہ تھا۔لیکن بھائی کی جدائی بمشکل برداشت ہوتی تھی۔ان دِنوں سکول جانے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔

ان کے تحفے بہت قیمتی ہوتے تھے اور لسٹ میں بڑے بھائی سرفہرست ہوتے تھے۔ اگر ہماری والدہ صاحبہ کیلئے بھی کوئی کپڑا وغیرہ لاتے تو بڑی والدہ صاحبہ کو بھی کبھی مایوس نہ کرتے۔

گلی میں سے گزرتے تو غریب ہمسائیوں کو کچھ رقم دیتے، گھر کی ملازمہ کو ذرا ذرا سی بات پر انعام دیتے اور ساتھ ہی امی جان کو تاکید کرتے کہ اس کی تنخواہ بڑھا دیں۔

جس تانگے میں آئے ہوتے اُس کو روک رکھتے اور کرایہ سے کہیں بڑھ کر رقم دیکر رخصت کرتے۔

اپنے پیارے اور نہایت قابل احترام والد کی بہت قدر و عزت کرتے۔حضرت والد صاحب کیلئے اکثر اعلیٰ قسم کے کوٹ کا کپڑا لایا کرتے۔والد صاحب ہمیشہ منع کرتے کہ ہم سب کے پاس ہر چیز موجود ہے اس لئے تکلیف نہ کیا کریں۔

آپ کی شادی ستمبر 1958 میں مکرم و محترم خواص خان صاحب کی بیٹی عزیزہ مجیدہ بیگم صاحبہ

سے ہوئی۔ آپ مکرم خلیل احمد خان صاحب اور ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کی بہن ہیں۔ بھائی قاضی بشیر احمد صاحب شہید نے اپنی بیوی سے مثالی پیار کیا۔ اگر آرمی میں ہونے کی وجہ سے کسی کورس پر جانے کے باعث دور گئے ہوتے تو روزانہ ایک خط بھیجتے۔ مجیدہ بیگم صاحبہ بھی روزانہ انتظار میں بیٹھی ہوتیں جب تک کہ اس دن کا خط نہ پہنچتا۔ بعض اوقات ڈاکیہ اگلے دن دو خط دے جاتا۔

آپ کو خدا تعالیٰ نے تین بچوں سے نوازا۔ محترمہ زاہدہ بیگم صاحبہ جو کہ محترم محمد عالم درانی صاحب (جو ہمارے خالہ زاد بھائی ہیں) سے بیاہی ہیں۔ آپ کے تین بچے ہیں۔ محترم ڈاکٹر مبشر احمد قاضی صاحب۔ آپ بھی تین بچوں کے باپ ہیں۔ ماشاءاللہ۔

مکرمہ ثمینہ بیگم صاحبہ جنکی شادی مکرم سلیم احمد شاہ صاحب سے ہوئی ہے۔ ان کے دو بیٹے ہیں۔ ماشاءاللہ۔ سب امریکہ میں رہتے ہیں۔ آپ ان تینوں بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔

ہمارے پیارے بھائی قاضی بشیر احمد صاحب شہید پشتو اور اردو میں شاعری بھی کرتے تھے۔ اپنی شہادت سے پہلے جوڑیاں محاذ پر جانے سے قبل اپنے گھر پشاور چند دن کی چھٹی لیکر آئے تھے۔ آپ نے ایک ٹیپ ریکارڈر خریدا اور اس میں اپنے نہایت درد بھرے اشعار اپنی خوبصورت آواز میں ریکارڈ کئے۔ آپ کی بیگم اپنے کاموں میں مصروف ہوتیں اور سمجھتی کہ شاید ان کی گنگنانے کی عادت ہے، کچھ گنگنا رہے ہوں گے۔ آپ کی شہادت کے بعد جب ٹیپ ریکارڈر میں آپ کی نظم سنی گئی تو یوں لگا کہ جیسا گویا آپ کو یقین تھا کہ آپ اس جنگ میں شہید ہو جائیں گے اور بیوی اور اپنے پیارے بچوں سے بچھڑ جائیں گے۔ جب آپ کو محاذ پر بھجوایا گیا تو آپ نے وہیں پر اپنی بیگم اور بچوں کو بلوالیا اور کھاریاں چھاؤنی میں ٹھہرایا۔ بعد ازاں بیوی بچوں کو لاہور لے گئے اور اپنی بیگم کیلئے ان کی پسند کے خوبصورت زیورات سنار کو آرڈر دیکر بنوائے۔ یہ زیورات آپ کی شہادت کے بعد ملے۔

مکرم کرنل سید نصیر احمد شاہ صاحب سے آپ کی بہت دوستی تھی۔ محاذ پر جاتے ہوئے راولپنڈی ان سے ملاقات کیلئے گئے۔ مکرم شاہ صاحب کی اہلیہ آپا طاہرہ صاحبہ کے پاس حضرت مسیح موعودؑ کے

کپڑوں کا تبرک تھا جو آپا طاہرہ صاحبہ مرحومہ نے آپ کو دیا کہ اسے جیب میں رکھ لیں۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ تبرک کا کپڑا خون سے رنگا ہوا باقی اشیاء کے ساتھ آپ کی جیب سے ملا۔ اپنے پیاروں کی جدائی نا قابل برداشت ہوتی ہے لیکن صبر بھی اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔

میں اپنی والدہ صاحبہ کے بارہ میں پریشان ہوگئی تھی کہ وہ یہ صدمہ کیسے برداشت کریں گی۔ جب میں گھر میں داخل ہوئی تو دل کانپ رہا تھا کہ والدہ صاحبہ کو کس حال میں پاؤں گی۔ لیکن میری والدہ صاحبہ تو خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بارعب، باعزت اور پرنور شخصیت سے نوازا تھا۔ آپ ایک روحانی اور فرشتہ سیرت باپ کی بیٹی تھیں اور ایک صحابی کی بیوہ تھیں۔ کوئی جزا فزا نہیں کی۔ صبر سے خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہمارے والد صاحب کی وفات پر بھی آپ نے اسی طرح صبر کا نمونہ دکھایا۔ تمام نمازیں وقت پر ادا کرتیں اور ہم سب کو بھی اس کی ہدایت کرتیں۔ لیکن آنسو تو انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے اور بہہ ہی جاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے غالباً 1950 یا 1951 کا واقعہ ہوگا، رمضان کا مہینہ تھا، دوپہر کو ہم سب سوئے ہوئے تھے اچانک میری آنکھ اپنی والدہ صاحبہ کی مدھم سی سسکیوں کی آواز سے کھل گئی۔ آپ دُعائیں کر رہی تھیں اور آنسو آپ کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ میں نے پوچھا تو جواباً بتایا کہ میں تمہارے بھائی کیلئے دُعا کر رہی ہوں۔ میں اُٹھی اور کمرے سے باہر دیکھا تو والد صاحب بھی نماز پڑھنے والے تخت پر سجدہ ریز تھے۔ سجدے سے فارغ ہوئے اور تیار ہو کر روزے کی حالت میں ہی کڑکتی ہوئی دھوپ میں چل پڑے۔ ہوا یہ تھا کہ بھائی قاضی بشیر احمد صاحب آرمی کی کسی ٹریننگ کی غرض سے مری گئے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ واپسی پر آرمی کے جوانوں سے بھرا ہوا ٹرک پہاڑ سے نیچے گہرے کھڈ میں گر گیا ہے۔ متعدد جوان اس حادثہ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ بعد میں بھائی صاحب کی ہی زبانی علم ہوا کہ وہ دو تین لاشوں کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ اُٹھانے والوں نے آپ کو بھی لاش ہی سمجھا کہ آپ کی اُنگلی ہلی۔ فوراً آپ کو راولپنڈی کے سی. ایم. ایچ ہسپتال میں، مع دیگر زخمیوں کے، علاج کیلئے داخل کر دیا گیا۔ میرے بھائی کی چھ یا سات پسلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔

بائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹی تھی اور بایاں ہاتھ تین جگہ سے ٹوٹ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کی درد بھری دعائیں سن لیں جس سے آپ کی جان بچ گئی۔

ہمارے والد صاحب راولپنڈی پہنچ گئے اور ان کو دیکھ کر واپس آئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد جب آپ بات کرنے کے قابل ہو گئے تو والدہ صاحبہ بھی ان کو دیکھنے گئیں۔ بعد ازاں محترمہ والدہ صاحبہ دو تین مرتبہ راولپنڈی انہیں دیکھنے گئیں۔

مجھے یاد ہے کہ شروع میں بھائی صاحب کسی اور سے خط لکھوا کر بھجوایا کرتے تھے اور اپنی خیریت کی اطلاع دیتے تھے۔ بعد میں خود ہی خط لکھنا شروع کیا اور ڈرائینگ بنا کر وضاحت کرتے کہ پسلیاں جڑ رہی ہیں، ہاتھ کے آپریشن کے بعد ہڈیاں جڑ رہی ہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ کتنا عرصہ لگا لیکن جب آپ گھر آئے تو لاٹھی کے سہارے چلتے تھے۔ گھر میں ایک ڈیڑھ ماہ آرام کیا پھر واپس اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آرمی میں ترقی بھی نصیب ہوئی۔ اپنے افسروں میں ہر دلعزیز تھے اور ماتحتوں سے شفقت اور عزت سے پیش آتے۔

آپ جب بھی چھٹی پر گھر آتے تو والدہ صاحبہ کے لئے سال بھر کی دوائیاں خرید لیا کرتے اور روزمرہ کے استعمال کی بھی بہت سی دوائیاں لایا کرتے۔ امی جان بھی ڈاکٹر ہی بنی ہوئی تھیں۔ انجکشن لگانا بھی ہسپتال کی کسی نرس سے سیکھ چکی تھیں۔ محلہ کی غریب خواتین خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی بیمار ہونے کی صورت میں ان کے پاس لایا کرتیں اور امی جان وقت بے وقت انکو دوا دے دیا کرتیں۔

ڈاکٹر اگر کسی مریض کو انجکشن لکھ دیا کرتا تو اُسے لگوانے کیلئے مریض کو ہسپتال جانا پڑتا یا کسی کمپونڈر سے لگوانا پڑتا جو ہر انجکشن لگانے کی کچھ فیس لیا کرتے تھے۔ اب چونکہ امی جان مفت انجکشن لگا دیا کرتی تھیں اس لئے محلہ کے لوگوں کیلئے بہت سہولت اور آسانی کا باعث ہوئیں۔ لوگ دعائیں دیتے ہوئے جاتے اور کہتے کہ آپ کا ہاتھ بہت ہلکا ہے بالکل تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

ایک دفعہ ہیضہ پھیلا ہوا تھا محترم بھائی قاضی بشیر احمد صاحب چند دنوں کیلئے آئے ہوئے تھے۔ آپ ہیضہ سے بچاؤ اور علاج کی متعدد دوائیاں لائے تھے۔ ہمارے پڑوس میں ایک عورت

شدید ہیضہ میں مبتلا تھی۔ رشتہ دار سورۃ یاسین پڑھ رہے تھے۔ امی جان کو معلوم ہوا تو فوراً امرت دھارا بھجوا دیا اور کمزوری دور کرنے کیلئے Coramin کے قطرے بھجوا دیئے۔ خدا تعالیٰ نے اس عورت کو شفا دی اور جب وہ صحت مند ہوئی تو اس نے امی جان کیلئے ایک مرغی بھجوائی۔ امی جان نے مرغی واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو پکا کر اس کی یخنی پی لو تمہیں طاقت کی ضرورت ہے۔

آپ کی ایک الماری ہمیشہ دوائیوں سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔ جس میں ایمرجنسی، چوٹ وغیرہ کی پوری دوائیوں آیوڈین، سپرٹ اور پٹیاں وغیرہ موجود ہوتیں۔

محترم پیارے بھائی جب بھی گھر آتے تو نہایت خوبصورت اور اعلیٰ قسم کے برتنوں کے سیٹ خود خرید کر لا کر الماریوں میں اپنے ہاتھ سے سجا کر رکھتے۔ ان کی کوشش اور خوشی اسی میں تھی کہ امی جان خوش ہوں۔ امی کی ہر خوشی پوری کر کے انہیں سرور اور اطمینان قلب ملتا۔ ہم سب بہن بھائیوں کا بھی بہت خیال رکھتے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی خواہش کا خیال رکھتے۔

خود بھی خوش لباس تھے، خوش طبیعت تھے اور دوسروں کو بھی خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ اپنے پیاروں کو ہر خوشی دینے کی کوشش کرتے۔

محترم بھائی قاضی بشیر احمد صاحب شہید کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بیحد محبت و عقیدت تھی۔ قادیان میں تعلیم کے دوران حضور اقدسؓ آپ سے خصوصی پیار فرماتے تھے۔ ہمیں ایک واقعہ سنایا ایک دفعہ آپ کو حضور اقدسؓ کو کوئی خط پہنچانا تھا صبح کی نماز کے بعد جب حضور اقدسؓ درس سے فارغ ہوئے تو پہرہ دار سامنے نظر نہیں آیا۔ آپ نے بھاگ کر حضرت اقدسؓ کے ہاتھ میں خط تھما دیا۔ حضورؓ نے خط لیا اور نہایت شفقت اور پیار سے پیش آئے۔

ربوہ میں جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت اقدس کے پہرہ داروں کے طور پر ڈیوٹی دینے والوں میں اپنا نام شوق سے لکھواتے اور ڈیوٹی کے دوران جو بات چیت حضورؓ سے ہوئی ہوتی وہ شام کو ہم سب کو سنا کر لطف اندوز ہوتے۔

آپ کی شادی کے بعد آپ کی پوسٹنگ کرم ایجنسی ملیشیا میں بطور میجر سیکنڈ ان کمانڈ کے ہوئی

تھی۔ خاکسارہ کوہاٹ میں تھی۔ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب انچارج ڈاکٹر کے طور پر لیاقت میموریل ہاسپٹل کوہاٹ میں تعینات تھے۔ غالباً 1960ء جون کا مہینہ تھا۔ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مع حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ اور بیٹے مکرم مصطفیٰ صاحب اور چھوٹی بیٹی کے پاڑہ چنار میں میرے بھائی کی دعوت میں جاتے ہوئے راستے میں ہمارے ہاں قیام فرما ہوئے۔ غالباً دو یا تین دن ہمارے ہاں گزار کر ہمارے غریب خانہ کو رونق بخشی اور پھر پاڑہ چنار میں بھائی بشیر احمد صاحب کے پاس پہنچے۔ بھائی بشیر احمد صاحب نے بڑی عزت اور عقیدت و محبت سے رکھا۔ جہاں چند دن ٹھہرنے کا پروگرام تھا وہاں بھائی بشیر احمد صاحب کے اصرار پر غالباً 15 دن گزارے۔ واپسی پر پھر ہمارے گھر قیام کیا۔ پاڑہ چنار کا سفر تقریباً 150 میل بنتا ہے۔ سارا پہاڑی علاقہ اور سرسبز و شاداب راستہ ہے۔ وہاں کے خوشگوار موسم میں کافی سکون ملتا ہے۔ محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے جاتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ آپ کا اور آپ کے بھائی کا پیار محبت اور خلوص ہمیں دوبارہ یہاں لائے گا۔ بھائی صاحب جب بھی ربوہ جلسہ کے موقع پر جاتے تو ملاقات کے لئے اندر بلاتے اور یہی شفقت کا سلوک قاضی مسعود احمد صاحب اور ہم سب سے رکھا۔

آپ کی شہادت 4 ستمبر 1965 کو ہوئی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات نومبر 1965 میں ہوئی۔ ہم لوگ جنازہ میں پہنچے اور دو تین دن ربوہ میں رہے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ سے بھی ملنے گئے۔ آپ دونوں مبارک وجودوں نے باوجود اتنے بڑے صدمے کے میرے بھائی کی شہادت پر دُکھ اور غم کا اظہار فرمایا۔ میری امی جان اور بھابی مجیدہ صاحبہ کے نام تعزیت کے خطوط بھی ارسال فرمائے۔

اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی محترم بھائی بشیر احمد صاحب شہید کی پرخلوص محبت اور پیار دل میں تازہ ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ ہم سب بہن بھائی مل کر ان کی یادوں کو کتابی شکل میں محفوظ کر لیں۔ انشاءاللہ۔

تین چار سال پہلے ان کی بیگم مجیدہ بیگم صاحبہ سے ملاقات کے دوران انہوں نے بھائی

صاحب کے چند خطوط سنائے جو بھائی صاحب نے آرمی کورس کے دوران تحریر کئے تھے۔ ان خطوط میں بھائی صاحب نے اپنی بیوی بچوں کی جدائی کے نا قابل برداشت احساسات لکھے تھے۔ موقع برموقع اپنے پیارے اشعار اور دوسرے اشعار بھی لکھے ہوتے۔ ہم دونوں اور انکی بیٹی عزیزہ زاہدہ (جو اپنے والد سے 6 سال کی عمر میں جدا ہوئی تھی) کی آنکھیں ان کی یاد میں ڈبڈبا آئیں اور دل اُنکی یاد میں تڑپ اُٹھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرماوے اور ان کی اولاد در اولاد کو ہمیشہ نیکی اور تقویٰ کی راہوں پر چلائے۔ اور یہ سب خادمان دین احمدیت ہوں۔ آمین ثم آمین۔

محترم بھائی بشیر احمد صاحب کی شہادت پر مکرم ڈاکٹر فضل دین صاحب تھانہ مالاکنڈ ایجنسی نے درج ذیل نظم لکھی جو کہ 12/ اکتوبر 1965ء کے اخبار شہباز میں شائع ہوئی:

4 ستمبر 1965 کا غمگین دن

میرے پیارے میجر قاضی بشیر احمد شہید کی یاد میں

ان کی میت دیکھ کر....

اے شہید وطن تیرے خوں کی قسم
زندہ رکھیں گے تیرا نام ہم
اک ستارہ ہے تو اہل دیں کیلئے
اک نظارہ ہے ذوق یقیں کیلئے
جان دی تو نے جس سرزمیں کیلئے
اس پر پڑنے نہ دیں گے کسی کے قدم
اے شہید وطن تیرے خوں کی قسم

موت تیری نئی زیست کا نام ہے
تجھ کو حاصل شہادت بھرا جام ہے
تیرے سوکھے لبوں پر یہ پیغام ہے
یوں ہی بڑھتے رہیں گے ہمارے قدم
اے شہید وطن تیرے خوں کی قسم

ہم کو لٹتی ہوئی بستیوں کی قسم
ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی قسم
ان کی لٹتی ہوئی عصمتوں کی قسم
اِک سمندر لہو کا بہا دیں گے ہم
اے شہید وطن تیرے خوں کی قسم

کیا سبق دیں گے ہم اہل ایماں کو
رکھ سکیں گے نہ اگر حق کے فرمان کو
منہ دکھائیں گے کیا جا کے رضوان کو
سر کٹے نہ اگر دُشمنوں کے قلم
اے شہید وطن تیرے خوں کی قسم

کفر کو جب زمین سے مٹا دیں گے ہم
جب تیرے خوں کا بدلہ چکا دیں گے ہم
دشمن کی زمین پر پرچم لگا دیں گے ہم
پھر نہ ہوگا ہمیں تیرے مرنے کا غم
اے شہید وطن تیرے خوں کی قسم

حضرت قاضی صاحبؓ کے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام ڈاکٹر مسعود احمد قاضی صاحب ہے۔ والد صاحب کو عزیزم مسعود احمد قاضی بہت پیارے تھے اور مسعود احمد اکثر والد صاحب کے ساتھ ہی سویا کرتے تھے۔ بچپن میں مسعود احمد صاحب کو کالی کھانسی ہوئی تو والد صاحب نے خود مسعود احمد کا خیال رکھا۔ اپنے پاس سلاتے اور دوا پلاتے۔ مسعود احمد قریباً چار سال کے ہوں گے کہ ربوہ کے سفر پر ساتھ لے گئے۔ اکثر سفروں میں مسعود احمد ساتھ جایا کرتے تھے۔ بچپن سے ہی ان کی خصوصی تربیت پر توجہ دی۔ قرآن کریم باترجمہ پڑھایا، فارسی پڑھائی۔ فارسی کی کتب گلستان، بوستان اور دیگر کئی کتب بھی پڑھائیں۔

بچپن سے ہی مسعود احمد کو مطالعہ کا شوق دلایا۔ رسالہ تشحیذ الاذہان کے علاوہ رسالہ خالد بھی جاری کروایا۔ بچپن میں ہی آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتب مبارکہ پڑھنے کیلئے دیا کرتے تھے اور سمجھاتے بھی تھے۔

جلسہ کے موقع پر ربوہ میں جب صوبہ سرحد کے احباب کی ملاقات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ہوتی تو حضرت والد صاحب حضور اقدس کے بائیں طرف بیٹھے ہوتے اور ہر ملاقاتی کا تعارف کرواتے۔ ہر ایک حضور اقدس سے اپنی باری آنے پر مصافحہ کرتا۔ اکثر مسعود احمد بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ ہی بیٹھے ہوتے اور جلسہ کے بعد آ کر ہمیں بتاتے۔ اسی طرح محترم والد صاحب جب دیگر احباب اور بزرگوں سے ملنے جایا کرتے تو مسعود احمد کو ساتھ لے جاتے۔ اس طرح مسعود احمد کو اپنے دوست احباب سے خوب واقف کروا دیا تھا۔

مسعود احمد جب اسکول میں پڑھتے تھے تو والد صاحب اکثر ہیڈ ماسٹر صاحب سے ملنے جاتے اور سکول کے حالات سے اپنے آپ کو باخبر رکھتے۔

حضرت والد صاحب میں یہ عادت تھی کہ اکثر خاموش رہتے اور کوئی نہ کوئی کتاب آپ کے زیر مطالعہ رہتی۔ باہر کے حالات ہمیں مسعود احمد کی زبانی معلوم ہوتے۔

بھائی مسعود احمد 1945 میں پیدا ہوئے۔ آپ بڑے بھائی قاضی بشیر احمد صاحب شہید سے

17-18 سال چھوٹے تھے۔ دونوں بھائیوں کا آپس میں بہت پیار تھا۔ پشاور میں بھائی بشیر احمد صاحب کی پوسٹنگ تھی۔ اور آپ کو پشاور ہی میں خیبر میڈیکل کالج میں داخلہ ملا تھا۔ محترم بھائی جان نے اصرار کر کے آپ کو ہوسٹل میں جانے سے روکا اور اپنے گھر میں ہی رکھا۔ جس سے دونوں بھائیوں کے پیار اور دوستی کے رشتہ میں مزید مضبوطی آئی۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ قاضی بشیر احمد صاحب کو شہادت کا عظیم درجہ ملے چنانچہ بھائی بشیر احمد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بُلا لیا اور بھائی مسعود احمد اکیلے رہ گئے۔

محترم قاضی بشیر احمد صاحب شہید کے بچوں سے آپ نے ہمیشہ پیار ومحبت اور شفقت کا سلوک رکھا۔ ڈاکٹر مسعود احمد کارڈیالوجسٹ ہیں اور بھائی قاضی بشیر احمد صاحب کے فرزند عزیزم ڈاکٹر مبشر احمد قاضی صاحب بھی کارڈیالوجسٹ ہیں۔ الحمدللہ۔

دونوں کا شمار امریکہ کے کامیاب ڈاکٹروں میں ہوتا ہے۔ قاضی مسعود احمد صاحب جماعت شکاگو کے امیر ہیں۔ آپ نے ماشاء اللہ نیک اور مخلص اولاد پائی ہے۔ قاضی مبشر احمد صاحب بھی دینی خدمات میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اپنے گھر میں نماز سینٹر قائم کیا ہے اور سرگرمی سے جماعتی کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ آپ کی اولاد بھی نیک اور مخلص ہے۔ ماشاءاللہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قاضی بشیر احمد صاحب شہید کی نیک متقی اور خادمِ دین نسل کو دنیا میں پھیلائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بھائی قاضی مسعود احمد صاحب کو اعلیٰ صحت والی درازی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ کی شادی اپنی خالہ زاد بہن یاسمین صاحبہ سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیاں اور ایک بیٹے سے نوازا ہے۔ بیٹا عزیزم نادر یوسف قاضی ڈاکٹر ہے۔ خدا کے فضل سے دو داماد ہیں۔ پہلے داماد بہن قدسیہ نسرین و چچازاد بھائی قاضی محمد اسماعیل صاحب مرحوم کے بیٹے ڈاکٹر منظور احمد قاضی ہیں۔ دوسرے داماد ڈاکٹر فیضان احمد صاحب ہیں ان کی بیگم عزیزہ لبنیٰ قاضی بھی ڈاکٹر ہیں۔ ان کی دو بچیاں زیرِ تعلیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے حضرت والد صاحب کے پانچوں داماد نیک اور مخلص احمدی ہیں۔سب سے بڑی بہن آمنہ بیگم صاحبہ کے شوہر خان محمود احمد خان صاحب ولد محترم خان امیر اللہ خان صاحبؓ (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) تھے۔آپ خود بھی تہجد گزار تھے اور بچوں کو بھی نماز کا پابند بنایا۔سب کے سب نیک اور مخلص احمدی ہیں۔

بہن عائشہ بیگم صاحبہ کے شوہر محترم اطہر ظہور بٹ صاحب مرحوم نیک اور صالح انسان تھے۔ پولیس میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ پاکستان پولیس کے کورس کی اکثر کتابیں آپ نے تصنیف کیں۔ اخبار الفضل، رسالہ مصباح اور لاہور میں بھی آپ کے علمی ودینی مضامین چھپا کرتے تھے۔

میری اور میری بڑی بہن رضیہ بیگم صاحبہ کی شادی محترم خواص خان صاحب کے صاحبزادوں سے ہوئی۔مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ کے شوہر مکرم خلیل احمد خان صاحب دوسال قبل وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ ایک نیک مخلص اور باعمل انسان تھے۔اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے پیار ومحبت اور فیاضی سے پیش آتے تھے۔اپنے سسر حضرت قاضی صاحبؓ اور ساس صاحبہ کا بھی بیٹوں کی طرح خیال رکھا۔ ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائی ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سے بہت پیار کیا۔ ہر بہن بھائی کا بھر پور حق ادا کیا۔

مکرم بھائی خلیل احمد صاحب کو جب لیبیا میں ملازمت کا موقع ملا تو وہاں ان کی کمپنی کو مزدوروں کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے پاکستان آکر اپنے آبائی گاؤں سے دور کے رشتہ داروں کو اکٹھا کیا۔مردان کے ہمسائیوں میں سے بھی کئی غرباء کے ویزے لگوا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ان سب کی دعائیں لیں اور ان سب کی زندگیوں میں انقلاب لانے کا باعث بنے۔خدا ترس، نیک اور متقی انسان تھے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند فرمائے اور جنت الفردس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔

خاکسارہ زبیدہ ناہید کی شادی مکرم ومحترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب سے ہوئی ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے دونوں بھائیوں مکرم خلیل احمد

خان صاحب اور مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی طرح ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلنے والے نیک اور مخلص احمدی اور باعمل انسان ہیں۔

تینوں بھائیوں کا خلفاء احمدیت سے نہایت اخلاص اور محبت کا تعلق رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اطاعت اور فرماں برداری کی توفیق دی۔ حضورؒ نے 'نصرت جہاں سکیم' کے تحت سب سے پہلے بھجوائے جانے والے ڈاکٹروں میں مکرم ڈاکٹر صاحب کو بھی خط ارسال فرمایا کہ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب مع فیملی گھانا (افریقہ) جانے کی تیاری کر لیں۔ اُن دنوں مکرم ڈاکٹر صاحب سول سرجن کے طور پر بنوں میں خدمت کر رہے تھے۔ آپ نے ڈیڑھ سال کی چھٹی کی درخواست دی اور ربوہ کیلئے روانہ ہو گئے تا کہ حضور اقدسؒ سے ملاقات کر سکیں اور ہدایات لے لیں۔ حضور اقدسؒ مکرم ڈاکٹر صاحب کے اس فیصلے سے بہت خوش ہوئے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے دفتر تحریک جدید میں جا کر مزید معلومات حاصل کیں اور واپس بنوں گئے۔ آپ کی چھٹی کی درخواست منظور ہو گئی تھی۔ ہم دونوں سامان وغیرہ سمیٹ کر پشاور گئے اور وہاں اپنے مکان کے ایک کمرے میں سامان رکھوایا اور گھانا جانے کی تیاریاں مکمل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میں نے اپنی والدہ صاحبہ، بہنوں اور رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کے والد صاحب مکرم و محترم خواص خان صاحب اس وقت حیات تھے مگر والدہ صاحبہ 1965ء میں وفات پا چکی تھیں۔ آپکے والد صاحب آپ کے اس فیصلے سے بہت خوش تھے کہ آپ نے خلیفۂ وقت کا حکم مان کر خدمت دین کو ترجیح دی ہے۔ آپ نے اپنے والد صاحب کی دعائیں لیں۔

میری محترمہ والدہ صاحبہ بھی ہم سے ملاقات کیلئے مردان سے پشاور مع بہنوں کے تشریف لائیں۔ حضرت والد صاحب 1963ء میں فوت ہو گئے تھے۔ بڑے بیٹے محترم قاضی بشیر احمد صاحب 1965ء میں شہید ہو چکے تھے۔ چھوٹے بیٹے محترم قاضی مسعود احمد صاحب خیبر میڈیکل کالج پشاور سے ڈاکٹری کی ڈگری لے کر جون 1970ء میں مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے امریکہ روانہ ہو چکے تھے۔

میری والدہ صاحبہ خاموش طبیعت اور صابرہ خاتون تھیں ۔ جب آپ مع بھائی خلیل احمد خان صاحب اور بہن رضیہ بیگم، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کیلئے ایبٹ آباد گئی تھیں تو حضور اقدسؒ نے امی جان سے ذکر فرمایا تھا کہ وہ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کو افریقہ بھجوار ہے ہیں۔امی جان نے کہا تھا کہ ٹھیک ہے۔

محترمہ والدہ صاحبہ دل کی مریضہ تھیں ۔ ہماری رخصتی کے بعد آچانک ان کی طبیعت خراب ہوئی اور 22 دن ہسپتال میں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں داخل رہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اس شدید بیماری کے حملہ سے تندرست ہو کر واپس آئیں ۔ الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خلیفہء وقت نے ہمیں اس قابل سمجھا اور خدمت دین کا یہ قیمتی موقع میسر آیا۔ مارچ 1971ء میں ہم مع چار بچوں کے اس بابرکت مہم پر گھانا (مغربی افریقہ) روانہ ہوئے۔ گھانا کے شہر اکرا (Acra) میں تقریباً 15 دن گزارے۔ گھانا کے امیر و مشنری انچارج مکرم بشارت احمد بشیر صاحب دور کے علاقوں کے دورہ پر تھے۔ وہاں سے تشریف لائے تو ہمیں اپنے ہمراہ سالٹ پانڈ کے مشن ہاؤس لے گئے ۔ غالباً ہمارے لئے جگہ کا انتخاب ہو رہا تھا۔

ہمارے گھانا پہنچے سے چند روز پہلے مکرم و محترم ڈاکٹر سید مجتبیٰ صاحب بھی مع اپنی فیملی کے وقف کر کے وہاں تشریف لائے تھے۔ محترم امیر صاحب نے ان کے بھی رہنے وغیرہ کا بندوبست کیا تھا۔ اور ان سے چند ماہ قبل مکرم و محترم بریگیڈیر ڈاکٹر غلام محمد صاحب وقف کر کے تشریف لائے تھے اور کوکوفو جگہ پر ہسپتال کا آغاز کیا۔

محترم امیر صاحب کی یہ ذمہ داری تھی کہ جس ڈاکٹر کی بھی جہاں ضرورت ہوتی وہاں ان کو پہنچا کر ان کے ہسپتال اور رہائش کا مکمل انتظام کرنا اور ضرورت کی تمام اشیاء بھی فراہم کروانا تھا۔ چنانچہ ہم بھی ان تمام مراحل میں سے گزرے ۔ جب تک کہ ہماری رہائش اور ہسپتال کیلئے مناسب جگہ کا انتظام نہیں ہوا تھا تو ہم سالٹ پانڈ میں ایک ہفتہ گزار کر کماسی کے مشن ہاؤس چلے گئے ۔ تقریباً ایک ماہ وہاں قیام کرنے کے بعد محترم امیر صاحب ہمیں گھانا کے ایک اور شہر ٹیچیمان (Techiman) لے

گئے جو کماسی سے 80 میل دور تھا۔ وہاں لے جا کر ہمیں ہسپتال اور گھر دکھائے۔ مکرم ومحترم عبد الوہاب آدم صاحب مرحوم ومغفوران دنوں ٹیچان میں ہی متعین تھے۔ انہوں نے ہمارا بہت خیال رکھا۔

محترم امیر صاحب مسلسل اس کوشش میں رہے کہ محترم وزیر صحت صاحب کو لاسکیں تا کہ احمدیہ ہسپتال کا باقاعدہ افتتاح ہو سکے۔ غالباً اپریل یا مئی کے مہینہ میں وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے۔ وزیر صحت مع اپنے سرکاری سٹاف کے آئے۔ مکرم ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب بھی، مع فیملی اور دیگر احباب جو کماسی میں تھے، تشریف لائے۔ ہسپتال کا افتتاح ہوا اور باقاعدہ اجازت ملی۔ الحمدللہ۔ خدا کے فضل سے یہ چھوٹا سا ہسپتال کامیابی سے چل پڑا۔ ایک ڈاکٹر (مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب)، ایک نرس، ایک مرد نرس اور ایک اردلی دن رات اپنے کام میں مصروف رہتے۔ ایک آدھ میل کے فاصلہ پر ہولی فیملی ہسپتال موجود تھا جہاں کئی نرسیں اور دو ڈاکٹرز کام کرتے تھے۔ ایک روز اس ہسپتال کے دونوں ڈاکٹرز چھٹی پر تھے۔ رات کو اُس ہسپتال میں ایک مریض آیا جس کا آپریشن کرنا بہت ضروری تھا۔ ہسپتال کے سٹاف کے چند ممبرز رات ہمارے گھر میں آئے اور مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب سے درخواست کی کہ وہ ان کے ساتھ ان کے ہسپتال میں چل کر وہ آپریشن کر دیں۔ ڈاکٹر صاحب چونکہ سول سرجن تھے اس لئے آپ نے وہ آپریشن اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیابی سے کر لیا۔ اس کے بعد بھی دو تین مرتبہ ہولی فیملی ہسپتال والوں نے مکرم ڈاکٹر صاحب کو آپریشن کیلئے اپنے ہسپتال میں بلایا۔ اس طرح ان سے دوستی ہوگئی۔ ان میں زیادہ تعداد امریکن نرس عورتوں کی تھی جو وہاں سالہا سال سے کام کر رہی تھیں۔ اُن کے پاس ہر سہولت موجود تھی۔ کافی بڑا ہسپتال تھا اور رہائش گاہ میں بھی بجلی و پانی کی سہولت موجود تھی۔ اس کے مقابلہ میں احمدیہ ہسپتال میں سہولتوں کا فقدان تھا لیکن خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت شامل حال تھی۔ احمدیہ ہسپتال میں بھی ہر قسم کے آپریشن ہونے لگے اور مریض بفضلہٖ تعالیٰ شفایاب ہو کر جاتے۔ الحمدللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ڈیڑھ سال بعد ڈاکٹر کیلئے رہائشی گھر تعمیر کرنے کی اجازت

مرحمت فرمائی۔کرایہ کی جگہ پر رہنے سے کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

زیرِتعمیر احمدیہ مسجد ٹیچیمان کیلئے کافی بڑی اراضی خریدی تھی۔اسی میدان میں ایک رہائشی گھر کی تعمیر کیلئے وقارِعمل شروع کروایا گیا۔ڈاکٹر صاحب نے خود بھی نگرانی کی اور وقارِعمل میں بھی حصہ لیتے رہے۔اس طرح تقریباً چھ ماہ کے عرصہ میں دو بیڈ روم،ایک ڈرائینگ روم،باورچی خانہ،غسل خانہ اور اس کے آگے کافی بڑا برآمدہ بن گیا۔برآمدے کو جالی لگوا دی گئی تاکہ مچھروں سے بچا جا سکے۔بجلی جنریٹر سے حاصل کی جاتی رہی اور پانی بارش سے۔1973ء میں شہر میں نلکے لگوا دئے گئے۔ہمارے گھر کے نلکوں میں 20 جون کو پانی جاری ہوا۔

پاکستان میں نوکری سے ہر چھ ماہ کی چھٹی لی جاتی رہی۔ڈھائی سال گزرنے کے بعد مفتی محمود وزیر اعلیٰ سرحد کی حکومت صوبہ سرحد میں قائم ہوئی تو ہمیں وارننگ کے خطوط موصول ہوئے کہ جلد سے جلد حاضر ہوں۔چنانچہ ہم نے حضور اقدسؒ سے پاکستان واپس جانے کی اجازت حاصل کی اور ستمبر 1973ء میں بخیریت واپس پاکستان آئے۔الحمدللہ۔مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مع اپنی جرمن اہلیہ محترمہ خدیجہ بیگم صاحب کے اگست میں ٹیچیمان تشریف لے آئے تھے اور چارج سنبھال لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ باوجود چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہونے کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حالات کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا فرمائی اور اپنی تائید ونصرت فرمائی اور خدمت دین کی توفیق دی۔

خاکسارہ،میری بیٹی فوزیہ بشریٰ اور بیٹے منصور احمد نے بھی گھانا میں کافی بچیوں کو نماز سکھائی اور قصیدہ کے اشعار یاد کروائے۔وہاں سکول کے یونیفارم میں بچیاں صرف ایک قمیض پہنتی تھیں۔خاکسارہ نے ان کے لئے خود کپڑا خرید کر شلواریں سیں اور پہننے کا طریق سکھایا۔گھانا کی احمدی خواتین نے بھی خاکسارہ سے شلواریں سینی سیکھ لیں اور اپنی بچیوں کیلئے شلواریں سینے لگیں۔اس طرح ٹیچیمان کی احمدی بچیاں مسجد جاتے وقت شلوار پہننے لگیں۔ویسے وہاں کے لباس میں وہ ایک چادر سی لپیٹ کر اپنی ٹانگیں ڈھک لیا کرتی تھیں۔سکول کی لڑکیوں کے یونیفارم میں وہ چادر بھی شامل نہیں تھی۔خدا تعالیٰ کے فضل سے خاکسارہ کو ہمیشہ ہی تھوڑی بہت خدمت دین کی توفیق ملتی

رہی۔الحمدللہ۔

مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے ہر جگہ نماز باجماعت میں شمولیت اختیار کی اور جہاں چھوٹی جگہوں پر مسجد کی سہولت موجود نہیں تھی تو اپنے گھر یا کسی اور احمدی کے گھر میں نماز باجماعت کا اہتمام کروایا۔ جماعتی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

خاکسارہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پشاور میں سیکرٹری نمائش کا عہدہ ملا۔ یہ غالباً 1961ء کا زمانہ تھا۔ بعد میں 1979 میں صدر حلقہ کے طور پر بھی کچھ عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ 1982ء میں بعد ریٹائرمنٹ ہم پشاور سے اسلام آباد منتقل ہو گئے اور E/7 کے سیکٹر میں اللہ تعالیٰ نے دو گھر عطا فرما دیئے۔ خاکسار کو چار حلقہ جات کے صدر کے طور پر خدمت کی توفیق ملی بعد ازاں سیکرٹری وصایا اسلام آباد اور بطور نائب صدر بھی خدمت سرانجام دی۔ 1992ء میں بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ اسلام آباد شہر و ضلع کام کا آغاز کیا جو کہ نہایت کامیاب رہا۔اس طرح پانچ سال کامیابی سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ فرض نبھایا۔الحمدللہ علیٰ ذالک

محترمہ صدر صاحبہ لجنہ پاکستان حضرت مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا صاحبہ) نے پانچ دفعہ خوشنودی کی شیلڈیں عطا فرمائیں۔ تین سال کے بعد صدر لجنہ کے انتخاب میں دوبارہ اللہ تعالیٰ نے خدمت کی توفیق دی۔اس طرح پانچ سال کامیابی سے یہ فرض نبھایا۔الحمدللہ علی ذلک۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے دعوت الی اللہ کے پروگراموں میں بھرپور حصہ لیا۔ دور دور کے گاؤں میں مفت علاج کیلئے جاتے۔ ہر اتوار کو میڈیکل کیمپ لگانے کیلئے ایک ٹیم ساتھ لے جاتے جس میں زیر تعلیم میڈیکل کے طلبہ بھی حصہ لیتے۔ ساتھ ساتھ وقف نو کے سیکرٹری کے طور پر بھی کام کیا۔ مکرم ڈاکٹر عبدالباری صاحب آپ کے نائب کے طور پر آپ کے ساتھ خدمت سرانجام دیتے۔ بعد ازاں مکرم ڈاکٹر عبدالباری صاحب کو یہ کام سونپ دیا گیا۔

اپنے حلقہ میں ہمیشہ نماز فجر پڑھاتے رہے۔ نیز کچھ عرصہ صدر احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن بھی رہے۔

2002میں لندن آنے کے بعد خدا تعالیٰ نے مسجد فضل لندن کے قرب میں رہائش عطا فرمادی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنے اور آپؒ کی روحانیت سے پرعلم وعرفان کی مجالس سے مستفید ہوئے۔الحمدللہ۔

اب بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو ہمارے پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت قیادت میں بھی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔الحمدللہ علی ذلک۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور نیک اولاد در اولاد عطا فرمادی۔الحمدللہ۔

ہم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے 7 بچوں سے نوازا۔سب سے بڑی بیٹی عزیزہ فوزیہ بشریٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خصوصی توجہ اور شفقت کے سایہ میں خدمت دین کے لاتعداد مواقع پائے۔الحمدللہ۔اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے زیر سایہ بھی خدا کے فضل سے ہر آن اس کوشش میں لگی رہتی ہے کہ خدمت کا موقعہ حاصل کر سکے۔کئی سالوں سے رمضان المبارک میں درس القرآن کا رواں انگلش ترجمہ کررہی ہے۔ماشاءاللہ۔

عزیزہ فوزیہ کے چاروں بچے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی 'اردو کلاس' کی ابتدائی کلاسوں سے لے کر آخری کلاس تک شامل ہوتے رہے اور حضورؒ کی دعائیں و پیار حاصل کیا۔الحمدللہ۔خدا تعالیٰ کے فضل سے عزیزہ فوزیہ بشریٰ کے بچے خلافت سے مضبوط تعلق رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلائے اور وہ خادمان دین ہوں۔آمین۔

ہمارا بیٹا منصور احمد جو کہ امریکہ میں مقیم ہے،جس جماعت میں رہتا ہے وہاں مسجد سے مضبوط تعلق قائم رکھتا ہے۔فلوریڈا میں رہتے ہوئے مسجد جانے کیلئے تقریباً 200 میل کا سفر طے کرنا پڑتا تھا۔مسجد کی صفائی اور مسجد میں اذان دینے کا اس کو بہت شوق ہے۔احمدی احباب سے قریبی محبت کا تعلق رکھتا ہے۔1995ء میں ایکسیڈینٹ کی وجہ سے ایک ماہ کومہ میں ہسپتال میں داخل رہا۔میامی کی جماعت نے ہم دونوں کا وہاں جانے پر ہمارا اور منصور احمد کا بہت خیال رکھا اور خدمت کی۔مکرم

عبد العزیز صاحب صدر جماعت میامی کی بیگم صاحبہ محترمہ خالدہ عزیزہ صاحبہ روزانہ ہسپتال تشریف لاتیں اور ہمارے لئے کھانا لیکر آتیں۔اسی طرح محترم آفاق صاحب کی بیگم محترمہ عصمت صاحبہ نے بھی بہت خدمت کی اور پیار کا سلوک کیا۔اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر فرد کو اجر عظیم عطا فرمائے۔آمین۔

عزیزم منصور احمد کی معجزانہ شفا کے بارے میں الگ سے تفصیل سے لکھوں گی کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کی خاص دعاؤں کو سنا اور آپؒ کی تجویز کردہ ہومیوپیتھی دواؤں میں شفا ڈالی۔والدین، بہنوں اور پورے خاندان کی متضرعانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور عزیزم منصور احمد کو خارق از قیاس شفا عطا فرمادی۔الحمدللہ علی ذالک۔

باقی بچیوں عزیزہ رضوانہ بشریٰ،امۃ المتین، درثمین، امۃ النور کوثر اور امۃ الشکور ارم کو بھی ہمیشہ خلافت سے پیار و محبت کا تعلق رہا ہے۔یہ سب بچیاں ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلنے والی نیک،عبادت گزار،اور مکمل باپردہ رہنے والی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے شوہر بھی نیک وصالح عطا فرمائے ہیں۔ثم الحمدللہ رب العالمین۔

سب بچیوں اور منصور احمد کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ سے خصوصی پیار و محبت کا تعلق اُس وقت پیدا ہوا جب حضور اقدسؒ پشاور کے دورہ پر خلافت سے ایک سال قبل تشریف لائے تھے۔غالباً خدام الاحمدیہ صوبہ سرحد کا سالانہ اجتماع تھا۔حضور اقدسؒ نے ہمارے ہاں مع ایک غیر ملکی مہمان کے تین دن قیام فرمایا۔بچے ان سے بہت بے تکلف ہو گئے تھے۔یہ پیار و محبت اور حضور کی خصوصی شفقت وفات تک جاری رہی۔عزیزہ امۃ الشکور ارم کی شادی میں حضور اقدس ؒ کا بھرپور پیار و شفقت شامل حال رہا۔حضورؒ عزیزہ امۃ الشکور ارم کو ہمیشہ 'بیٹی' کہہ کر پکارتے۔الحمدللہ۔

عزیزہ فوزیہ بشریٰ اور ان کی بچیوں عزیزہ ثمر شاہ، درشہوار اور سلمہ شاہ اور بیٹے سجیل احمد نے حضور اقدسؒ کا خصوصی پیار اور شفقت حاصل کی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کی اردو کلاس کے ابتدائی بچوں میں شامل تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بھی سب بچوں کو خدا کے فضل سے وہی اطاعت، محبت اور وفا کا تعلق ہے اور سب بچے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقت و محبت کے حصول میں کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلائے اور قابل رشک خدمات کی توفیق اور سعادت عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالی کا مبارک سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اعلیٰ صحت والی مبارک زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔ اللّھم آمین۔

حضور اقدس حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں خطبات کا جو مبارک سلسلہ شروع فرمایا تھا اس میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کے بارہ میں مندرجہ ذیل ذکر خیر فرمایا:

''حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے 1898 میں ایک رؤیا دیکھی تھی کہ میں ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر روبہ مشرق کھڑا ہوں میرے دونوں ہاتھ پوری وسعت کے ساتھ شانوں کے برابر پھیلے ہیں اور میرے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر سورج کا زرّیں کرہ بلور کی طرح چمکدار موجود ہے اور چاند کا کرہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر تین فٹ کی بلندی پر آ پہنچا ہے۔ مشرق سے ایک دریا پہاڑ سے جانب جنوب ہو کر نکلتا ہے۔ دور دریا اور پہاڑ کے درمیان ایک وسیع میدان اور سبزہ زار ہے۔

بعد میں اس رؤیا کی یہ تعبیر کھلی کہ پہاڑ سے مراد عظمت اور رفعت ہے، سورج سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور چاند سے مراد حضرت مسیح موعودؑ بدر کامل ہیں۔ دریا سے مراد علوم آسمانی ہیں جو مشرق کی طرف سے مغرب کو فیضیاب کر دیں گے اور چاند کا تین فٹ دور ہاتھ سے بلند ہونا یہ ظاہر کرتا تھا کہ تین سال کے بعد احمدیت نصیب ہو گی۔

1898 میں یہ خواب دیکھی چنانچہ 1902 میں ان کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔''

(خطبہ جمعہ از الفضل انٹرنیشنل لندن مورخہ 2 نومبر تا 8 نومبر 2012) ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 200 تا 202 روایت حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ)

حضور اقدس حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت خطبہ جمعہ 7 دسمبر 2012 از جرمنی ذکر فرمایا:

''حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن کی بذریعہ خط جنوری 1902 کی بیعت ہے اور دسمبر 1902 میں دستی بیعت کی کہتے ہیں مجھے دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری محافظت پر دو فرشتے مقرر کئے ہیں۔ ایک کا نام محمد صدیق ہے اور والد صاحب کی شکل پر ہے اور دوسرے کا نام غلام صمدانی ہے۔ مصائب اور تکالیف میں فرشتہ والد صاحب میں متشکل ہو کر نظر آتا ہے۔ نیز آپ کے والد صاحب نے آپ کو کہا کہ نماز میں دو بار کم از کم الحمد للہ رب العالمین پڑھا کرو۔ جس پر میں ہر نماز میں عمل کرتا ہوں۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ۷ صفحہ 201 روایت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ)

9 مارچ 2012ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت مسیح موعود کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کا یوں ذکر فرمایا:

''حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ (یہ مردان کے تھے) فرماتے ہیں کہ آپ نے دوران سیاحت میں ہندوستان میں بمبئی، کراچی، دہلی، آگرہ شملہ اور کلکتہ کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ بلوچستان میں سبّی، کوئٹہ اور مستونگ دیکھے۔ افغانستان میں جلال آباد، کابل اور چار لیکار نعمانی دیکھے۔ پنجاب میں کوہ مری، قادیان، گورداسپور، امرتسر، راولپنڈی، سیالکوٹ، لاہور اور وزیر آباد دیکھے۔ سرحد کی تمام ایجنسیاں دیکھیں اور سوات، جموں کشمیر دیکھا۔ روضہ بل میں حضرت یوز آصف، یسوع یوسف علی کی قبریں دیکھیں جو محلہ خانیار میں واقع ہیں۔ جب خاکسار نے بیعت کی تو اسی دن سے تمام

اسلامیہ سکول کے طلباء میں شہر پشاور اور تمام محلہ کے طلباء میں قادیانی، قادیان اور مرزا قادیان کے نام سے مشہور ہوگیا۔ (یعنی جس دن سے بیعت کی اسی دن سے ایسا اظہار کیا کہ سارے سکول میں مشہوری ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ) اگر فٹ بال فیلڈ میں جاتا تو تمام شاہی باغ میں یہی چرچا تھا اور اس طرح احمدیت کی خوب شہرت ہوئی اور لوگوں نے سوالات کرنے شروع کئے۔ روزمرہ مباحثہ اور سوالات اور جوابات کا اکھاڑہ جم جاتا۔ (اسکول میں جاتے تھے تو) سکول میں شاہی باغ میں اور جہاں بھی موقع پیش آتا سوال اور جواب کا سلسلہ چل جاتا۔ رفتہ رفتہ یہ چرچا عام ہوتا گیا۔ میرے سکول اور شہر کے دائرے سے نکل کر اطراف پشاور اور پھر اطراف سرحد میں پھیل گیا۔ کیونکہ ملازمت کے دوران میں تمام اضلاع سرحد کے دوروں پر آنریبل چیف کمشنر صوبہ سرحد کے ساتھ جایا کرتا تھا۔ سرحد کی ایجنسیوں میں بھی جانے کا اتفاق ہوتا۔ اسلامیہ کالج اور مشن کالج میں تمام اضلاع کے لڑکے پڑھتے۔ میں بورڈنگوں میں جا کر ان سے ملتا اور تبلیغ کرتا تھا۔ میرے ذریعہ سے احمدیت کو تمام سرحد میں شہرت ملی۔ بذریعہ اشاعت، تحریر و تقریر بھی کثرت سے معمر لوگ بھی داخل احمدیت ہوتے گئے۔ جو لوگ میرے ذریعہ احمدی ہوئے یا پھر ان کے ذریعہ احمدی ہوئے ان کی تعداد دو اڑھائی صد افراد پر مشتمل ہے۔ ان میں سے کچھ تو فوت ہو گئے ہیں کچھ حیات ہیں (لیکن کہتے ہیں کہ کچھ ان میں سے خلافت ثانیہ میں) پیغامی ہو گئے اور کچھ جماعت میں موجود ہیں۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 198-197، روایت حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ)

13 اپریل 2012ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حالات صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر محترم قاضی محمد یوسف

صاحبؓ کے بارہ میں فرمایا:

''قاضی محمد یوسف صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے قریباً 27سال سرکاری ملازمت کی اور 15روپے ماہوار سے 200روپے ماہوار تک تنخواہ پائی بلکہ زیادہ۔ ہر مشکل و تکلیف میں جہاں کوئی دوست کام نہ آسکا وہاں اللہ تعالیٰ ہی کام آتا رہا۔ میرے سب کام اس کے فضل سے پورے ہوئے۔ بڑے بڑے ابتلاء آئے جو آسانی سے گزر گئے۔ بیگانوں نے تو کرنا ہی تھا خود اپنوں نے بھی میرے ساتھ سالہاسال تک برادران یوسف جیسا سلوک روا رکھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر معاند و حاسد کو اس کے حسد و عناد میں ناکام رکھا۔ میری دعائیں سنیں۔ اللہ کے حق میں میری خیر مدنظر تھی۔ کہتے ہیں کہ اہل لاہور نے توہین رسولؐ کا ایک بہتان میرے ذمہ باندھا اور احرار سرحد نے میرے قتل کیلئے ایک بے گناہ شخص کو میرا سر بازار قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے میری بریت کیلئے پستول میں گولی ٹیڑھی کر دی اور پستول چل نہ سکا۔ قاتل کو مکرم ارباب محمد عجب خان صاحب احمدی نے گرفتار کر لیا جسے حوالہ پولیس کیا۔ گورنمنٹ سرحد نے اسے 9سال کیلئے جیل میں بند کر دیا۔ دشمن ناکام ہو گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ تھا اور اب بھی ہے۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام پورا ہوا کہ:

''آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 199-200)

○○

نظم برائے زبیدہ بیگم - شادی کے بعد 1958ء

(از والد محترم حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ)

یارب رہے سلامت میری زبیدہ بیگم
با عز و با کرامت میری زبیدہ بیگم

توحید پر ہو ایماں اور شرک سے گریزاں
سچ سے رکھے محبت میری زبیدہ بیگم

اے میرے رب رحمٰن دے اس کو علم قرآں
اور اتباع سنت میری زبیدہ بیگم

کہتی رہے ہمیشہ صَلِّ علیٰ محمد
بھیجے سلام و رحمت میری زبیدہ بیگم

صبح سویرے اُٹھ کر پہلے پڑھے نمازیں
قائم رکھے تلاوت میری زبیدہ بیگم

شوہر کی خیر خواہ ہو ہر طرح با وفا ہو
دائم ہو با دیانت میری زبیدہ بیگم

ہو صادقہ امینہ دِل میں نہ رکھے کینہ
سچ کی کرے اطاعت میری زبیدہ بیگم

ماں باپ سے محبت گھر کے بڑوں کی عزت
سمجھے بڑی سعادت میری زبیدہ بیگم

چھوٹوں پہ مہرباں ہو ہمدرد و بیکساں ہو
رکھے ہر اِک سے اُلفت میری زبیدہ بیگم
رنج و محن جو آئیں مانگے بہت دعائیں
صدقہ ہو ردِّ کلفت میری زبیدہ بیگم
سادہ لباس رکھے، سادہ خوراک رکھے
سادہ رکھے طبیعت میری زبیدہ بیگم
خود اپنا کام کرنا ہر صبح و شام کرنا
سستی سے رکھے نفرت میری زبیدہ بیگم
عورت کا عمدہ زیور اخلاق میں سراسر
اخلاق بد ہے لعنت میری زبیدہ بیگم
سب وشتم کی خصلت اور بد دعا کی عادت
ہے شیوۂ رزالت میری زبیدہ بیگم
الفت رکھو حیا سے نفرت رکھو جفا سے
نیکوں سے رکھو صحبت میری زبیدہ بیگم
کھایا کرو غذائیں بن جائیں جو دوائیں
عمدہ رہے گی صحت میری زبیدہ بیگم
جو بھی بدی سکھائے بد کام کو بلائے
بھیجو تم اس پہ لعنت میری زبیدہ بیگم

ہر نیک کام کرنا اللہ کا نام لینا
میری ہے یہ نصیحت میری زبیدہ بیگم

کرتے ہیں جو برائی اُن سے کرو بھلائی
اپنی رکھو یہ عادت میری زبیدہ بیگم

یوسف کی ہے نصیحت اپناؤ احمدیت
شیوہ رہے اطاعت میری زبیدہ بیگم

○○

نعت در شان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فخر الرسل خیر الورٰے	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	بدر الدجا شمس الضحیٰ
	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
عکسِ جمیع انبیاء	آئینۂ کُل اصفیا	سر چشمۂ بحر الہدیٰ
	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
آں خاتم پیغمبراں	آں والدِ روحانیاں	آں رونق اُم القریٰ
	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
آں رحمۃٌ للعٰلمین	آں شارعِ شرع متین	آن بہتر از بر ما سویٰ
	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
تصویر اوصافِ حمید	تفسیر قرآنِ مجید	بہر امانت مجتبیٰ
	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
آں سقط روح الامین	آن سبط وحی مبین	ماضل صاحب ما غویٰ
	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
گلدستۂ ہر نوع گل	مجموعہِ جملہ رُسُل	آن مظہر ربّ العلیٰ
	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	

گوید ہمیں یوسفؔ گدا در ہر نفس صبح و مسا

صَلِّ عَلیٰ صَلِّ عَلیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ

○○

لوحِ مزار حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(مدفون بالاکوٹ ضلع ہزارہ صوبہ سرحد۔ پاکستان)

(از: حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

سید احمد بریلوی غازی	ہست مدفون اندریں مرقد
مومن و متقی ولی اللہ	بُد مجدد براس سیز دہ صد
آمد از ہند با گروہ کثیر	بہر امداد مردم سرحد
جنگ باسکھ نمود گشت شہید	باد راضی از خدائے احد
بست و چارم بد از مہِ ذیقعد	سال درغم بدانِ در ابجد

کاف و حارا کشیدہ گو یوسف

رحمت رب بود بایں شہد

○

لوحِ مرقد حضرت مولوی سیدنا محمد اسمٰعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(مدفون بالاکوٹ ضلع ہزارہ صوبہ سرحد۔ پاکستان)

(از: حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آہ حضرت محمد اسمٰعیل	دہلوی مولوی مجاہد دین
بود سالار فوج غازی ہا	بہر دفعہ سِکھّانِ قوم لعین
شُد مقابل بہ شیر سنگھ اینجا	او و اصحاب او چو شیر غزین
بودُ روز آدینہ بست و چہار	از مہِ ذی قعد بہ چاشت قرین
کشتہ شد اوُ و اصحاب اوُ	جائے شاں شد مقام علیّین

سرِ دل را بُریدہ گو یوسفؔ

کہ باد ماوائے شاں بہ عرشِ بریں

○

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دورۂ صوبہ سرحد کے موقع پر آپ کی تصویر حضرت سید احمدی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے ساتھ ہے۔ یہ کتبے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ نے لگوائے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اشعار سے ہی مزیّن ہیں۔

خاکسارہ زبیدہ ناہید

○○

سیرت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحریر کردہ:

محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب۔ سابق امام مسجد فضل لندن

مکرم و محترم بشیر احمد رفیق صاحب سابق امام مسجد لندن حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (الانعام:۹۸)

سورۃ انعام کی ان آیات میں ستاروں کو رہنمائی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں بحر و بر سے مُراد انسانوں کے دو طبقے عوام الناس اور علماء ہیں۔ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ (النحل:۱۷)

کہ راتوں کے مسافر ستاروں کی مدد سے اپنی راہ متعین کرتے ہیں۔

سورہ صٰفّٰت کی آیت ۷ اور ۸ میں ستاروں کو آسمان کیلئے زینت اور حفاظت کا ذریعہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ الْکَوَاکِبِ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ

ترجمہ: یقیناً ہم نے نزدیک کے آسمان کو ستاروں کے ذریعہ ایک زینت بخشی۔ اور (یہ) حفاظت کے طور پر ہے دھتکارے ہوئے شیطان سے۔(الصّٰفّٰت: آیات ۷ تا۸)

جن دانشوروں کو کبھی رات کی تنہائیوں میں آسمان میں چمکتے ہوئے ان آبدار موتیوں کی چمک دمک مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے اس کے حُسن و جمال کا منظر ایسے رنگ میں پیش کیا ہے جو دن پر ترجیح رکھتا ہے۔ ایک شاعر اس منظر سے متاثر ہو کر کہتا ہے ؎

کھاتا ہے دن بھی تاروں بھری رات کی قسم

رات کے اسی حسین منظر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں ؎

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیوں کہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمال یار کا

احمدیت کے آسمان پر جو چاند طلوع ہوا اور جس کی ضیاء پاشی سے سارا عالم بُقعۂ نور بن گیا۔ اس کی تمام تر چمک دمک اور روشنی اُس روحانی سورج سے مستعار ہے جو حجاز کے اُفق پر طلوع ہوا لیکن جو چمک اور روشنی اور نور آمنہ کے اُس آفتاب میں ہے، اسے سورج سے تشبیح دوں تو تشبیح کا حق ادا نہیں ہوسکتا کہ جو نُور آمنہ کے لعل میں ہے وہ سورج میں کہاں۔ جس چاند نے اُس آفتاب کی روشنی کا مشاہدہ فرمایا تھا، وہ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

فارسی کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

آں شہ عالم کہ نامش مصطفیٰ
سید عُشاقِ حق شمس الضحٰے
حُسن روئے او بہ ازصد آفتاب و ماہتاب
خاک کُوئے او بہ ازصد نافۂ مشک تتار

یعنی وہ دنیا کا بادشاہ جس کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے وہ خدائے واحد و یگانہ کے عاشقوں کے سردار اور چاشت کے سورج ہیں (چاشت کا سُورج اس لئے فرمایا کہ تاروشنی کی حدّت اور تمازت کا تصور نہ ہو) اُس کے چہرے کا حُسن سو سورجوں اور چاندوں سے بڑھ کر ہے اور اسکے کوچے کی خاک تاتار کے سینکڑوں نافوں سے بڑھ کر ہے۔

اس سُورج کے بعد چاند طلوع ہوا جس کی اپنی کوئی روشنی نہ تھی۔ سب اس سورج سے مستعار تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ ملا ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شعاعوں کے انوار کی وجہ سے ہے۔ جیسے فرمایا۔

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

لیکن اس اندھیری اور تاریک و تار رات میں جب یہ چاند اپنے ستاروں کے جلو میں جلوہ فگن ہوا تو پھر آسمان کی سج دھج نے دُنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم (حدیث)

یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے، ہدایت پاجاؤ گے۔

آپؑ کے اس منور چاند حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مسیح وقت اب دُنیا میں آیا
خدا نے عہد کا ہے دن دِکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے جانثار عشق و وفا کے پیکر عشق محمدیؐ میں سرشار اور دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غم خوار ساتھی عطا فرمائے تھے کہ جو حضرت محمد مطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کا عکس کامل تھے۔ یہ صحابہ کرام آسمانِ احمدیت پر تابندہ اور روشن اور روشنی بخش کہکشاں کی طرح آج بھی اپنی چمک دمک دکھا رہے ہیں اور اُن کے ایمان افروز واقعات پڑھ کر اور سُن کر آج بھی

مومنوں کے دلوں میں گرمئ ایمان پیدا ہوتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی یادوں کو تازہ کیا جائے اور اُن کے ذکر کو زندہ کیا جائے تا ہماری آنے والی نسلیں ان کے اُسوہ حسنہ پر چل کر صدق وصفا اور قربانیوں کے اعلیٰ نمونے پیش کر سکیں ۔قرآن کریم نے بھی اپنے آباء کے ذکر کرنے کی مومنوں کو تلقین کی ہے۔سیرت وسوانح کا کام کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحریر سے ہوسکتا ہے آپ فرماتے ہیں:

''جو قارئین مختلف قسم کی تصانیف کا تجربہ رکھتے ہیں وہ مجھ سے اس امر میں اتفاق فرمائیں گے کہ تصانیف کی مختلف انواع میں سب سے مشکل اور دقت طلب نوع کسی کی سوانح حیات کی تصنیف ہے۔بعض ایسی شخصیات کی سوانح حیات کی تیاری میں بھی جو اپنی ہم عصر اور ہم قوم شخصیات میں کوئی غیر معمولی عظمت کا مقام نہ رکھتی تھیں۔ان کے سوانح نگار کو بھی سالہا سال تک محنت اور کاوش کا سامنا کرنا پڑا۔چنانچہ ''لارڈ فشر'' کے سوانح نگار ایڈمرل بیکن نے ہمہ وقت کام کرنے کے باوجود اس کام پر دس سال صرف کر دیئے۔ یہ مثال محض اس لئے پیش کی جارہی ہے کہ ایک سوانح نگار کی مشکلات کا کچھ اندازہ ہو سکے۔'' (سوانح فضل عمر جلد ا صفحہ 20)

تمام بکھرے ہوئے مواد کی تلاش، ترتیب اور پھر تحریر آسان کام نہیں۔ پھر اس بات کا بطور خاص خیال رکھنا کہ تحریر میں جس شخص کی سوانح لکھی جارہی ہو، ان کے بارہ میں مبالغہ آرائی نہ ہو بلکہ ہر بات واقعہ اور حادثہ سچائی پر مبنی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیرت وسوانح نگاری کے سلسلہ میں جو قیمتی ارشادات اور رہنمائی فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:

''یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک کسی شخص کی سوانح کا پورا نقشہ کھینچ کر نہ دکھایا جائے، تب تک چند سطریں جو اجمالی طور پر ہوں، کچھ بھی فائدہ پبلک کو نہیں پہنچا سکتیں۔اور ان کے لکھنے سے کوئی نتیجہ معتدبہ پیدا نہیں ہوتا۔سوانح عمری سے اصل

مقصد تو یہ ہے کہ تا اس زمانے کے لوگ یا آنے والی نسلیں ان لوگوں کے واقعات یا ہمت یا زہد و تقویٰ یا علم و معرفت یا تائید دین یا ہمدردئ نوع انسان یا کسی اور قسم کی قابل تعریف ترقی کا مقام اپنے لئے حاصل کریں۔ اور کم سے کم یہ کہ قوم کے اولوالعزم لوگوں کے حالات معلوم کر کے اس شوکت و شان کے قائل ہو جائیں جو اسلام کے عمائد میں ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہے تا کہ اس کو حمایت قوم میں ان مخالفین کے سامنے پیش کر سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے اُمور کیلئے کسی قدر مفصل واقعات کے جاننے کی ہر ایک کو ضرورت ہوتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک نامور انسان کے واقعات پڑھنے کے وقت نہایت شوق سے اس کی سوانح پڑھنا شروع کرتا ہے اور دل میں جوش رکھتا ہے کہ اس کے کامل حالات پر اطلاع پا کر اس سے کچھ فائدہ اٹھائے۔ اگر ایسا اتفاق ہو کہ سوانح نویس نے اجمال پر کفایت کی ہو اور زندگی کے نقشہ کو صفائی سے نہ دکھایا ہو تو یہ شخص نہایت ملول خاطر اور منقبض ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اپنے دل میں ایسے سوانح نویس پر اعتراض بھی کرتا ہے۔ اور درحقیقت وہ اس اعتراض کا حق بھی رکھتا ہے کیونکہ اس وقت نہایت اشتیاق کی وجہ سے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ایک بھوکے کے آگے خوانِ نعمت رکھا جائے اور دو ایک لقمہ کے ساتھ ہی اس خوان کو اُٹھا لیا جائے۔ اس لئے ان بزرگوں کا یہ فرض ہے جو سوانح نویسی کیلئے قدم اُٹھائیں کہ اپنی کتاب کو مفید عام اور ہر دلعزیز اور مقبول عام بنانے کیلئے نامور انسان کی سوانح کو صبر اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اس قدر بسط سے لکھیں کہ ان کی زندگی کو ایسے طور پر مکمل کر کے دکھائیں کہ اس کا پڑھنا ان کی ملاقات کا قائمقام ہو جائے، تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا دل خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کیلئے دُعا کریں اور صفحات تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں کہ جن بزرگوں، محققوں نے نیک نیتی اور افادہ عام کیلئے قوم کی ممتاز شخصیتوں کے

تذکرے لکھے ہیں، انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔'' (کتاب البریہ صفحہ 159)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور ہدایات کو حتی الوسع مدنظر رکھتے ہوئے، ہم جس شخصیت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں ان کا نام نامی حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ ہوتی، ضلع مردان کے رہنے والے تھے۔ چونکہ قاضی صاحبؓ کی پیدائش کے لگ بھگ عیسائیوں نے مردان سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ''بغداد'' میں اپنا مشن قائم کر دیا تھا تاکہ افغانوں کو راہ راست سے ہٹا کر اور انہیں اسلام سے منحرف کر کے عیسائیت میں داخل کر سکیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کی مشیت نے یہ پسند کیا کہ ''کاسر صلیب'' کا ایک غلام اسی علاقہ میں جنم لے تا عیسائیت کے سحر کو پاش پاش کرتے ہوئے عیسائیت کی زبردست یلغار کو روک سکے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت قاضی صاحبؓ نے صوبہ سرحد میں اپنی تحریرات، خطابات اور دعاؤں کے ذریعہ عیسائیوں کے خواب کو تتر بتر کر دیا اور فتح نصیب جرنیل ثابت ہوئے اور عیسائیت کے پاؤں صوبہ سرحد (خیبر پختون خواہ) میں جمنے نہ دیئے اور عیسائیت بغدادہ کے اس چھوٹے سے گاؤں سے باہر نہ نکل سکی۔

ان کا مقابلہ ایک ایسی قوت سے تھا جس کی پشت پناہ پر انگریزی حکومت تھی۔ جو مال و دولت سے مالا مال تھی اور جس کا دبدبہ چار دانگ عالم میں تھا لیکن حضرت قاضی صاحبؓ جو خدا کے شیر تھے، ایک لحظہ کیلئے بھی ان سے مرعوب نہ ہوئے اور تحریر و تقریر کے ذریعہ ڈٹ کر انکا مقابلہ کیا اور ان کو عظیم شکست سے ہمکنار کر دیا۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

حضرت قاضی صاحبؓ بڑے مخیر، وسیع النظر اور بلند پایہ کے ایک عظیم دانشور تھے۔ وہ ایک صاحب کردار، خوددار، بہادر اور نڈر انسان ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی منکسر المزاج بھی تھے۔ وہ دوستوں کے دوست اور دشمنوں کیلئے ننگی تلوار تھے۔ اور قرآن کریم کی اس آیت کی عملی تفسیر تھے:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ (الفتح:۳۰)

جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے روحانی فرزند اور غلام حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی عزت کا سوال ہوتا تو حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ وہاں خدا کے شیر بن کر دشمن پر حملہ آور ہوتے اور ہرگز اس بات کو خاطر میں نہ لاتے کہ دشمن کی دنیوی حیثیت اور شان و شوکت کیا ہے؟ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے انہیں بے پناہ عشق تھا اُن کو یاد کر کے اکثر اُن کی آنکھیں نم ہو جایا کرتی تھیں۔

آپ نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی اور مذہبی علم بھی حاصل کیا لیکن ان علوم کا استعمال ایک نیک مقصد کے تابع رکھا۔ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ و شانِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ بیک وقت اردو، فارسی اور پشتو زبان کے پایہ کے شاعر تھے۔

آپ کے برمحل اشعار کو پڑھ کر اور سُن کر دشمن بھی داد دینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ لیکن آپ کی شاعری کا مقصد محض اعلائے کلمۃ الحق تھا۔ گل و بلبل، چاند اور چکور اور عشق و محبت کی لایعنی داستانیں آپ کی شاعری میں داخل نہ ہو سکیں۔ اپنے آقا حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے تتبع میں آپ کی شاعری کا مقصد بالکل وہی تھا جو آپ کے آقا کا تھا یعنی:

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

آپ نے شاعری کے ہر صنف میں طبع آزمائی کی۔ غزل، نظم، قصیدہ اور ضرورت کے وقت ہجو اور مرثیے بھی تحریر کئے۔ لیکن کبھی قصیدہ مصلحت کوشی، خوشامد اور ذاتی منفعت کیلئے نہ لکھا۔ بلکہ صرف اسی قدر تعریف کی جو اُس کا حق تھا۔ مرثیہ لکھنا بڑا مشکل ہے، حالات کو تسلسل کے ساتھ قلمبند کرنا آسان کام نہیں۔ پھر مرثیے عموماً مبالغہ آمیزی کا شاہکار بن جاتے ہیں۔ زیبِ داستاں کیلئے جھوٹے واقعات بھی مرثیہ میں راہ پا جاتے ہیں۔

انیسؔ اور دبیرؔ کے مرثیے اور جوش ملیح آبادی کے مرثیے جہاں اُردو ادب میں ایک بلند حیثیت رکھتے ہیں اور ادبی شہ پاروں میں شمار ہوتے ہیں، وہاں اُن میں بھی کثرت کے ساتھ مبالغہ آرائی

سے کام لیا گیا ہے۔

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ نے شہدائے کابل کے دل ہلا دینے والے مرثیے اُردو، فارسی اور پشتو زبان میں لکھے جن کو پڑھ کر ایک جگہ بھی مبالغہ کا عنصر نظر نہیں آتا۔ ہر بات صحیح، سچ اور اصل واقعات پر مشتمل ہے۔ اس مضمون کے آخر میں شہدائے کابل کے بارے میں آپ کے مرثیے درج کر دیئے جائیں گے۔ انشاءاللہ۔

غرضیکہ آپ علم کا سمندر تھے۔ اُردو، فارسی اور عربی علوم پر درجنوں کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ 1974ء میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں حضرت میرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو جرح کیلئے شیعہ مذہب کی بعض نایاب کتب کی ضرورت پڑی تو یہ کتب حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی لائبریری سے دستیاب ہوئیں۔ مکرمی دوست محمد شاہد صاحب مرحوم مع چند احباب کے 42 نایاب کتب اس کام کیلئے آپ کی لائبریری سے لے گئے جن میں سے کچھ اب فضل عمر لائبریری میں موجود ہیں۔ آپ نے قریباً ایک سو پچیس کُتب و رسائل تحریر کیں۔ عیسائیت آپ کا دلپسند موضوع تھا۔

پنجاب میں جب فتنہ احرار نے جنم لیا اور اس عزم کا اعلان کیا کہ نعوذ باللہ احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے تو حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ بھی میدان میں اُترے اور تقریر و تحریر اور منظوم کلام کے ذریعہ احرار کی منافقت، بددیانتی اور بدکرداری اور بدعملی کو ایسے زوردار انداز میں پیش کیا کہ ان تحریرات کے نتیجہ میں جہاں ایک طرف جماعت احرار کو صوبہ سرحد میں پاؤں جمانے کا موقع نہ مل سکا، وہاں کئی غیر متعصب متلاشی حق احمدیت میں داخل ہو گئے اور احرار کا پانسہ پلٹ دیا گیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ کو حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کے فتح نصیب سپاہی کا خطاب دیا تھا۔ آپ کے اس خط کی نقل آپ کی اپنی تحریر شدہ کتاب ''ظہور احمد موعود علیہ السلام'' میں موجود ہے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی تمام توقعات کو اپنے عمل اور کردار سے سچ کر دکھایا۔

خلافت سے محبت آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خلافت پر ہونے والا ہر حملہ آپ اپنے اوپر حملہ سمجھتے تھے اور جب تک دشمن حملہ آور کو پسپائی میں نہ دھکیل دیتے تھے آپ کو چین نہ آتا۔ خلافت احمدیہ کی حفاظت اور اس سے آپ کی محبت کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے جو یوں ہے:

حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب ؓ پشاوری صوبہ سرحد کے ایک نہایت معزز ماہر تعلیم تھے۔ آپ کی وجاہت اور شان وشوکت سے پشاور میں ہر کوئی واقف تھا۔ حضرت قاضی صاحب ؓ کے والد صاحب کے تعلقات حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب سے 1880ء سے تھے۔ حضرت قاضی صاحب ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا صاحب کے بچوں کے ساتھ ہی بڑا ہوا تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ آپ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب ؓ کے درس القرآن میں احمدیت قبول کرنے کے بعد بھی شامل ہوتے رہے۔ حضرت قاضی صاحب ؓ کا ان کے گھر آنا جانا بالکل اپنے ماں باپ کی طرح تھا۔ حضرت قاضی صاحب ؓ کو ان سے بے حد محبت تھی۔

حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کی دُختر کی شادی جب حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو دُلہن کے ساتھ حضرت قاضی صاحب ؓ مع ایک خاتون کے قادیان گئے تھے۔ حضرت مولانا صاحب ؓ، حضرت قاضی صاحب ؓ کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔

بدقسمتی سے 1914ء میں جب انتخاب خلافت ہوا تو حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب ؓ پیغامیوں سے متاثر ہوئے۔ حضرت قاضی صاحب ؓ کو اس کا بہت صدمہ تھا۔ آپ وقتاً فوقتاً اُن کے ساتھ مناسب انداز میں خلافت کی اہمیت کے موضوع پر تبادلہ خیالات کرتے اور اُن کا عزت و احترام بھی قائم رکھتے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب ؓ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں یہ ذکر کیا، جسے پیغام صلح نے من وعن شائع کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا بلکہ آپ صرف مجدد تھے تو حضرت قاضی صاحب ؓ نے ظاہری احترام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُس مضمون کا ایسا

دندان شکن جواب شائع کروایا کہ پیغامیوں کے حلقوں میں ہلچل مچ گئی لیکن ان کے پاس قاضی صاحبؓ کے دلائل ردّ کرنے کیلئے کوئی جواب موجود نہ تھا۔آپ نے بارہا حضرت مولانا صاحبؓ کو اپنے اقوال یاد دلائے جو وہ انتخاب خلافت ثانیہ سے قبل رکھتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے ہمیشہ حق میں تھے۔

آپ کا یہ جواب کثرت سے شائع ہوا۔اس کی اشاعت سے پیغامیوں میں ہلچل مچ گئی۔

بالآخر حضرت قاضی صاحبؓ کے اصرار پر حضرت مولانا غلام حسن خان صاحبؓ حضرت قاضی صاحبؓ کے ہمراہ دو دفعہ قادیان گئے۔پہلی دفعہ دسمبر 1928ء اور دوسری دفعہ 1939ء میں۔بالآخر حضرت قاضی صاحبؓ، حضرت مولانا صاحبؓ کو بیعت ثانیہ کروانے میں کامیاب ہوئے۔

حضرت قاضی صاحبؓ کا ایک خاص وصف اُن کی انتہائی مہمان نوازی اور دوست نوازی تھی۔محلہ گلبادشاہ میں جماعت کی پہلی مسجد بنوائی۔آپ نے اس مسجد کے ساتھ دو بڑے کمرے مہمانوں کیلئے بھی بنوائے اور فیصلہ کیا کہ جو مہمان آئے تین دن اُن کے قیام و طعام کا بندوبست جماعت کرے گی۔جمعہ کی نماز کے بعد آپ مسجد میں تشریف فرما ہو جاتے۔جماعت کے افراد آپ کے اردگرد آپ کے ارشادات سننے کیلئے حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے۔آپ سب سے پہلے مسجد سے ملحقہ ریسٹورنٹ سے کباب اور سبز چائے یعنی قہوہ منگواتے اور سب کو کھلاتے پلاتے اور اس میں حد درجہ لطف محسوس کرتے تھے۔میں نے بھی ایسی کئی نشستوں میں شرکت کی ہے اور لذّت کام و دہن کے علاوہ حضرت قاضی صاحبؓ کی اعلیٰ و پاکیزہ روحانی گفتگو سے فائدہ اُٹھایا ہے۔

قرآن کریم سے آپ کو عشق تھا۔قرآن کریم کا اکثر حصہ آپ کو یاد تھا۔اس عشقِ کلام الٰہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے درس قرآن میں غیر احمدی علماء تک شامل ہو جایا کرتے تھے۔پشتو زبان میں پہلی تفسیر آپ نے ہی لکھی۔لیکن افسوس ہے کہ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔آپ صاحب رؤیا و کشوف اور صاحب الہام تھے۔آپ کے الہامات و کشوف ہم الگ باب میں درج کریں گے جن سے آپ کے روحانی مقام کا اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت قاضی صاحبؓ پر قاتلانہ حملے بھی ہوئے۔عیسائیوں،شیعوں اوراحراریوں نے آپ پر بار بار ناروا حملے کئے۔لیکن خدا کے شیر بھی کبھی ڈرتے ہیں؟ آپ نے اُن کے حملوں کی ذرہ بھی پرواہ نہ کی اور ہر میدان میں ان کو شکست فاش سے ہمکنار کیا۔

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

غرض حضرت قاضی صاحبؓ صفاتِ حسنہ اسلامیہ کا ایک نادر شاہکار تھے۔آپ نے تقریر و تحریر اور شاعری کے ذریعہ صوبہ سرحد میں بالخصوص اور ہندوستان میں بالعموم احمدیت کا پیغام پہنچایا اور اپنی تمام تر استعدادوں کو صرف اور صرف ایک مقصد کے حصول میں لگایا، یعنی اعلائے کلمۃ الحق۔اگر میں انہیں افغانوں میں احمدیت کے قیام کے سلسلے میں افغان احمدیوں کا 'باوا آدم' کہوں تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔صوبہ سرحد کے بے شمار متمول اور شہ زور خاندانوں میں احمدیت پھیلانے اور احمدیت کا رُعب صوبہ سرحد میں قائم کرنے کے سلسلہ میں آپ کی خدمات تاریخ احمدیت کا ایک سنہری باب ہیں۔آپ پچاس سال سے زیادہ عرصہ صوبہ سرحد کے پراونشنل امیر رہے۔

حضرت قاضی صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے بھی خوب نوازا تھا۔ سُرخی مائل گورا رنگ،مناسب قدوقامت اور مضبوط جسم تو تھا ہی، اس پر آپ خوش لباس بھی تھے۔ اپنے وقت کے لحاظ سے عمدہ کپڑے کا کوٹ زیب تن فرماتے تھے۔کپڑے ہمیشہ صاف ستھرے پہنتے تھے۔صفائی سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔آپ کا گھر بھی آپ کی خاص توجہ سے صاف ستھرا ہوتا تھا۔گھر کے صحن میں ایک تالاب بنوا کر اس میں سُنہری مچھلیاں چھوڑ رکھیں تھیں۔گھر کے صحن میں پھلدار درخت بھی اُگائے تھے۔اور اس طرح آپ کا گھر جنت ارضی کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرتا تھا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے کمال کا حافظہ دیا تھا۔سینکڑوں حوالے زبانی یاد ہوتے تھے۔کتابیں لکھتے وقت اکثر حوالے اپنی یادداشت سے ہی لکھ دیا کرتے تھے۔آپ کی اس غیر معمولی یادداشت کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں یوں کیا:

”جلسہ کے دنوں میں جماعتی ملاقاتوں کے وقت جماعتوں کے اُمراء اپنی جماعت کے ممبران کا تعارف کرواتے ہیں۔ان میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امیر صاحب کے ذہن سے کسی کا نام محو ہوگیا یا وہ سرے سے کسی ملاقاتی کو پہچانتے ہی نہیں۔لیکن حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ تمام صوبہ سرحد کے ملاقاتیوں کا تعارف کراتے وقت نہ صرف اس کا نام بتاتے ہیں بلکہ اُن کے والد اور خاندان کا بھی بتاتے ہیں اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ انہیں کسی کا نام یاد نہ رہا ہو یا خاندان کا ذکر نہ کر سکے ہوں۔“

غرض حضرت قاضی صاحبؓ صفات حسنہ کا ایک حسین گلدستہ تھے۔آپ کو مساجد کی تعمیر اور مساجد کی آبادی سے خاص لگاؤ تھا۔آپ نے صوبہ سرحد میں کئی مساجد تعمیر کرائیں۔ان میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔حتیٰ کہ ہوتی مردان میں اپنے سکونتی گھر سے بالکل ملحق ایک مسجد بنائی۔آپ کے مساجد سے اس عشق کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے یہ چاہا کہ آپ کی وفات بھی مسجد میں ہی ہو تا آپ کی رُوح بیت اللہ سے سیدھی بہشت کو سدھارے۔آپ پر یہ مصرعہ خوب صادق آتا ہے کہ:

”خوش فکر و بذلہ سنج ہنر پرور و غیور“

آپ نے ایک فارسی نظم کے آخر میں فرمایا:

بعد رحلت سوئے اللہ میرویم
بہر و ملش روح من مشتاق ہست

پیدائش اور ابتدائی زندگی و خاندانی حالات

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی پیدائش یکم ستمبر 1883ء کو ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام قاضی محمد صدیق صاحب تھا۔ آپ ہوتی مردان کے محلہ قاضی خیل میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب انتالیسویں پشت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

حضرت قاضی صاحبؓ اپنے والد گرامی قاضی محمد صدیق صاحب کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے والد صاحب یعنی قاضی محمد صدیق صاحب 1351 ہجری میں تولد ہوئے۔ یہ اپنے والد کے منجھلے بیٹے تھے اور والد کی وفات کے وقت 4 سال کے تھے۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ البتہ سایۂ عاطفتِ جدّی سر پر موجود تھا۔ آپ کے ماموں قاضی محمد خلیل صاحب نے، جو ایک عالم فاضل انسان تھے اور وسیع معلومات رکھتے تھے، آپ کو اپنی زیر تربیت رکھا اور قرآن کریم ناظرہ پڑھایا۔ قاضی محمد صدیق صاحب نے قرآن کریم کے علاوہ فقہ حنفیہ اور بعض فارسی کتب پڑھیں۔

ایک دفعہ قاضی محمد مستعان صاحب کو پادریوں سے گفتگو اور مباحثہ کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ مزید مباحثات کی تیاری کیلئے آپ اپنے بھائی محمد صدیق صاحب یعنی میرے والد صاحب کو اپنے ساتھ پشاور لے گئے اور یہ دونوں بھائی کوچہ گل بادشاہ پشاور شہر میں رہائش پذیر ہو گئے اور محلہ گل بادشاہ کی مسجد کی امامت کے فرائض بھی سرانجام دینے لگے۔ اسی محلہ میں مسجد کی دیوار کے ساتھ حضرت میرزا محمد اسماعیل صاحب کا مکان تھا جو ایک با اخلاق، دینی علم رکھنے والے اور نہایت خوش طبع انسان

اور صوفی منش تھے، ان سے بھی واقفیت ہوگئی۔ محترم قاضی محمد مستعان صاحب اور محترم قاضی محمد صدیق صاحب، دونوں نے ملکر عیسائی مذہب کی بعض کُتب کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ ان کتب کے مطالعہ سے دونوں بھائیوں کو عیسائیت کے بارہ میں مزید معلومات حاصل ہوگئیں اور دونوں بھائی پادریوں کے مقابلے کیلئے تیار ہوکر میدان میں اُترے۔ حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''میرے والد صاحب قاضی محمد صدیق صاحب نے 1878ء میں شادی کی۔ اس شادی سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور آپ کی یہ بیوی جلد ہی جوانی میں فوت ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد والد صاحب نے 1887ء میں دوسری شادی کی۔ ان خاتون کا نام عارفہ بیگم تھا۔ میرے والد صاحب دوسری شادی کے بعد پشاور مستقل رہائش کیلئے تشریف لے گئے اور محلہ گل بادشاہ پشاور شہر میں مکان خریدے اور رہائش اختیار کی۔ یہ خاتون ہماری والدہ تھیں۔ پاکیزہ خصلت، نیک سیرت، ہمدرد و خوش اخلاق، باہمت و محنت کش، صابرہ اور خدا ترس، نرم دل اور غریب پرور، پابند صوم و صلوٰۃ، تہجد گذار اور پارسا خاتون تھیں۔ امور خانہ داری سے خوب واقف تھیں۔ فقہ کی بعض کتب فارسی میں پڑھی تھیں۔ خط و کتابت کرسکتی تھیں۔ غریب بچوں کا مفت علاج بھی کراتی تھیں۔ ہم نے اپنی والدہ صاحبہ سے قرآن کریم پڑھا، نماز سیکھی اور مختصر قرآنی سُورتیں یاد کیں۔

ہمارے والد صاحب خوش طبع، محنت کش اور غریب دوست انسان تھے۔ قدوقامت کشیدہ قریباً 6 فٹ، مضبوط وجود، قوی ہیکل، گندم گوں مائل بہ سفیدی رنگ تھا۔ بہت مہمان نواز تھے۔ دوسری بیوی سے آپ کی مندرجہ ذیل اولاد ہوئی:

(۱) قاضی محمد یوسف (خاکسار راقم الحروف) بروز اتوار 1883ء بمقام ہوتی تولد ہوا۔

(۲) میرے بھائی قاضی محمد شفیق 1894ء میں پیدا ہوئے۔ قاضی محمد شفیق کا پہلے محمد اسحٰق نام رکھا گیا۔ لیکن والد صاحب پیار سے محمد شفیق ہی پکارتے تھے۔ بعد میں یہی نام پڑ گیا۔

(۳) بی بی مریم جو 1898 میں پیدا ہوئیں اور مردان کے مکرم ڈاکٹر مزمل شاہ صاحب سے اُن کی شادی ہوئی۔ ایک لڑکا نثار احمد پیدا ہوا جس کے آٹھویں دن وہ اچانک وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارا اصل جدی مکان، جس میں ہم سب حصہ دار تھے، اس پر میرے چچا قاضی محمد مستعان نے قبضہ کر لیا۔ چنانچہ خاکسار نے ہوتی میں چھ مرلہ اراضی پر 1909ء میں اپنا مکان تعمیر کیا۔ ہمارے والدین اسی مکان میں آباد ہو گئے اور پشاور سے ہم مستقلاً ہوتی مردان منتقل ہو گئے۔ میرے والدین کبھی ہوتی میں رہتے تھے۔ خاکسار کے احمدی ہونے یعنی 1902ء کے بعد سے میرے والد صاحب مجھ سے ناراض ہو کر پشاور چلے گئے۔ اس ایک سال کے دوران میں انہوں نے مجھ سے بول چال بھی بند کر دی تھی۔

ایک دفعہ میرے چچا پشاور آئے ہوئے تھے۔ جب انہیں میرے احمدی ہونے کا علم ہوا تو والد صاحب کی موجودگی میں مجھ سے پوچھا کہ بیٹا! احمدی کسے کہتے ہیں؟ خاکسار نے جواب دیا کہ احمدی حضرت احمد علیہ السلام کے مریدوں کو کہتے ہیں۔ چچا نے پوچھا کہ حضرت احمد علیہ السلام آپ کو کیا تعلیم دیتے ہیں؟ خاکسار نے جواب دیا کہ وہ ہم کو پنج وقتہ نماز کی پابندی، نماز تہجد کی ادائیگی، سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ نیز وہ ہمیں صحبت صالحین اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ قرآن کریم ناظرہ اور اُس کے بعد باترجمہ و تفسیر پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔

میرے چچا نے میرے والد صاحب کو مخاطب کر کے کہا:

''کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا بیٹا ایک شتر بے مہار، بدمعاش اور آوارہ ہو جائے اور یہ نہیں چاہتے کہ وہ صالح مومن بن جائے۔ کیا تم اس وجہ سے اس سے ناراض ہو کہ وہ صحبت صالحین کیوں اختیار کرتا ہے۔ نماز کیوں پڑھتا اور روزے کیوں رکھتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر غور و تدبر کیوں کرتا ہے۔''

چچا جان کی اس گفتگو نے والد صاحب کی طبیعت پر خوشگوار اثر پیدا کیا اور انہوں نے مجھ سے بات چیت شروع کر دی۔

1912ء میں خاکسار کی تحریک پر میرے بھائی قاضی محمد شفیق صاحب نے بھی قادیان کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے دوران بیعت کر لی۔ الحمدللہ۔

ایک دن میرے والد صاحب ایک مجمع میں تشریف فرما تھے کہ مولوی مظفر احمد صاحب کلانوری احمدی نے بآواز بلند والد صاحب کو کہا کہ ''قاضی صاحب مبارک ہو۔'' میرے والد صاحب نے اس مبارکباد کی وجہ دریافت کی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کا دوسرا صاحبزادہ بھی احمدی ہو گیا ہے۔ اس وقت تو والد صاحب خاموش رہے۔ لیکن گھر آکر بے حد ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ مجھے عام مجمع میں بے عزت کیا گیا۔ جب ہم نے بازار جہانگیر پورہ سے کچھ آگے بازار دال گراں میں مرزا عبدالرحیم کے بالا خانہ میں انجمن بنالی اور وہاں درس القرآن شروع کیا تو 1915ء اور 1916ء میں والد صاحب بھی اس درس القرآن میں شامل ہوتے تھے۔

1914ء میں خاکسار نے پشتو زبان میں چند تبلیغی رسائل لکھے جن کا ہمارے والد صاحب نے بھی بغور مطالعہ کیا۔ ان کے پڑھنے سے ان کے تمام شکوک وشبہات دُور ہو گئے۔ ان دنوں جب کوئی اُن سے آکر ملتا اور پوچھتا کہ آپ کے بچے احمدی ہو گئے ہیں؟ تو آپ وہ رسائل اٹھا کر اُنہیں دیتے اور فرماتے کہ اگر تمہیں انکا جواب آتا ہے تو مقابل پر لکھو۔

15فروری1918ء کو آپ پر نمونیہ کا حملہ ہوگیا اور حالت دن بدن بگڑنے لگی۔19فروری1918ء کو ہم سب آپ کے اردگرد موجود تھے۔آپ چارپائی پر سر مغرب کی طرف کر کے لیٹے ہوئے تھے اور پاؤں مشرق کی طرف تھے۔فرمانے لگے:

''دیکھو کتنی خوبصورت مسجد بن گئی ہے اور کیسے عمدہ ستارے ہیں۔''

خاکسار نے دریافت کیا کہ مسجد کہاں ہے؟ تو مشرق کی طرف اشارہ کیا۔جہاں اب مسجد احمدیہ پشاور موجود ہے۔اس وقت ہم نے ابھی کوئی مکان یا جگہ مسجد کیلئے نہیں خریدی تھی۔

کچھ دیر کے بعد چارپائی سے اُٹھے۔خاکسار نے پکڑ کر اُٹھایا اور فرمایا ہمارا مکان تو آسمان پر ہے۔

22فروری کو صبح چار بجے کے لگ بھگ خاکسار کو اشارہ کیا کہ دائیں طرف کھڑے ہو جاؤ اور برادرم قاضی محمد شفیق کو بائیں طرف کھڑا کیا اور اپنے دونوں ہاتھ دایاں میرے ہاتھ میں اور بایاں برادرم قاضی محمد شفیق کے ہاتھ میں دیکر کبھی میری طرف دیکھتے اور کبھی برادرم قاضی محمد شفیق کی طرف۔پھر ایک لمبا سانس لیا۔کلمہ شہادت پڑھا اور اپنی جان اللہ کے سپرد کر دی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

آپ کی پیدائش اور عہد طفولیت

آپکے والدین نیک اور پارسا تھے۔قرآن کریم ناظرہ آپ نے اپنی والدہ صاحبہ سے پڑھا۔ والد صاحب سے فقہ،احادیث کی کتابیں اور فارسی کی چند کُتب پڑھی تھیں۔

آپ کی پیدائش سے قبل آپ کی والدہ صاحبہ نے خواب دیکھی کہ ایک معمر سفید ریش بزرگ خواب میں انہیں دو نہایت خوبصورت مکئی کے بُھٹے دیتے ہیں، جب آپ مصلہ پر بیٹھی ہوئی

تھیں۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئیں تو آپ کے دل میں خواب کی یہ تفہیم آئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو زندہ رہنے والے خوبصورت لڑکے عطا فرمائے گا۔ آپ کے بعد آپ کے دو بھائی پیدا ہوئے لیکن بچپن میں ہی فوت ہو گئے اور آپ کے چوتھے بھائی قاضی محمد شفیق صاحب خدا کے فضل سے زندہ بچے۔

مشن سکول پشاور میں داخلہ

1896ء میں آپ کو پشاور کے مشہور مشن سکول میں جماعت اول میں داخل کیا گیا۔ چونکہ آپ کا خط بیحد خوشخط تھا، نیز آپ نے گھر پر فارسی اور بعض عربی کی کتب پڑھی ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن رسا عطا فرمایا تھا اس لئے پہلے سال ہی میں آپ کلاس کے مانیٹر بن گئے۔ چونکہ یہ مشن سکول تھا اس لئے اس میں بائیبل پڑھنے پڑھانے پر زور تھا۔ آپ نے پہلے ہی سال میں تورات کے دس احکام زبانی یاد کر لئے۔ تورات کے مطالعہ میں دلچسپی ظاہر کی اور جلد جلد ترقی کی۔ ہر مضمون میں اوّل آنے لگے اور داخلہ کے دوسرے سال ہی تورات کی کتاب پیدائش عروج وغیرہ پڑھ لئے اور انعامات حاصل کئے۔ 1898ء میں آپ تیسری جماعت میں پہنچے تو انجیل، متی، مرقس اور یوحنّا پڑھے اور سالانہ امتحان میں آپ کو عیسائیت کے مضامین میں انعامات ملے۔

عیسائی تعلیمات میں آپ کی یہ ترقی دیکھ کر آپ کے ایک مسلمان اُستاد کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں آپ عیسائی نہ ہو جائیں۔ اس لئے انہوں نے آپ پر زور دینا شروع کیا کہ آپ مشن سکول چھوڑ کر اسلامیہ سکول میں داخلہ لیں۔ چنانچہ وہی اُستاد صاحب آپ کو اسلامیہ سکول لے گئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب سے حضرت قاضی صاحبؓ کو داخل کرنے کی سفارش کی اور انہیں بھی بتایا کہ یہ بچہ عیسائیت کے مضامین میں انعامات لے رہا ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں خدانخواستہ یہ عیسائی ہو کر ضائع نہ ہو جائے۔ اسلامیہ سکول کے ہیڈ ماسٹر حضرت ماسٹر غلام حسن خان صاحب تھے۔ انہوں نے بخوشی آپ کو داخل کرنے کی حامی بھر لی اور فرمایا کہ سابقہ سکول سے School Leaving سرٹیفکیٹ

حاصل کرلو۔ جب قاضی صاحب نے مشن اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے سرٹیفکیٹ کی درخواست کی تو وہ اس بات پر ناراض ہوئے کہ آپ مشن سکول کیوں چھوڑ رہے ہیں۔ آپ کے والد صاحب کو اگلے دن بلوایا اور اُن پر زور دیا کہ لڑکے کو سمجھائیں کہ وہ مشن سکول نہ چھوڑے، ہم اسے وظیفہ بھی دیں گے۔

لیکن حضرت قاضی صاحبؓ نہ مانے اور سکول چھوڑنے پر مصر رہے۔ چنانچہ مشن سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے انہیں سکول چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر دیا۔

چونکہ قانون یہ تھا کہ اگر سکول چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ نہ ملے تو طالب علم کا ایک سال ضائع ہوجاتا تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک سال انتظار کیا۔ اگلے سال آپ نے بغیر سرٹیفکیٹ کے اسلامیہ سکول میں داخلہ لے لیا۔

سال کے اس عرصہ میں آپ نے ایک رؤیا دیکھی جس میں آپ کے عظیم روحانی سفر اور اس میں مقامِ محمود تک پہنچنے کی طرف اشارہ تھا۔ رؤیا یہ تھی کہ آپ نے دیکھا کہ آپ ایک بلند اور اُونچے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں۔ پہاڑ نہایت سرسبز ہے اور شرقاً غرباً واقع ہے۔ جنوب میں ایک نہایت ہی سرسبز اور خوبصورت میدان ہے۔ میدان کے وسط میں ایک دریا ہے۔ دریا کا پانی مشرق سے مغرب کی طرف بہہ رہا ہے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں کو پھیلایا ہوا ہے اور اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کھول کر پھیلایا ہوا ہے۔ آپ نے پھر ایک عجیب منظر دیکھا کہ آپ کی داہنی ہتھیلی پر سُورج جو بلوّر کی طرح چمک رہا ہے رکھا ہوا ہے اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے بدر کامل تین فٹ کے فاصلے پر ہے۔

اس رؤیا میں آپ کی آئندہ روحانی زندگی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قُرب کے پانے کا اِشارہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دونوں ہاتھوں سے نُور کو ظاہر کرنے اور پھیلانے کا کام لینا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے اسلام اور احمدیت کی روشنی اور نور کو نہ صرف اپنے آپ میں پوری طرح جذب کیا بلکہ ایک عالم کو اس سے منور بھی کر دیا۔ عجیب بات ہے کہ جن لوگوں نے بھی ان کو

دیکھا ہے، جس میں یہ عاجز بھی شامل ہے، وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ کے چہرے پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا تھا۔1900ء میں آپ کو اپنے ماموں کے ہمراہ علاقہ جات سوات، دیر اور چترال کی سیاحت کا موقع ملا۔ جس کی تفصیل آپ نے اپنی کتاب ''ظہور احمد موعودؑ'' میں بیان کی ہے۔ ان علاقوں کا کلچر، ثقافت اور اس زمانہ میں وہاں کے حالات کو پڑھنے والے شائقین کیلئے اس کا مطالعہ بہت دلچسپ ہوگا۔

اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں آپ پانچویں جماعت میں داخل ہو گئے۔ اسی سال آپ نے قرآن کریم باترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ آپ کی عمر اُس وقت دس سال کی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چھوٹی سی عمر میں کس قدر علم عطا کیا تھا، اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔

میرٹھ سے اہلحدیث والے ایک اخبار 'شحنہ' شائع کیا کرتے تھے جو کبھی کبھی آپ کے زیر مطالعہ آتا رہتا تھا۔ آپ نے اس وقت حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کا صرف نام ہی سن رکھا تھا اور کچھ معلوم نہ تھا۔ ایک دفعہ آپ نے اس رسالہ میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ اسلام کا ایک شعر لکھا ہوا پڑھا۔ جس کی سُرخی تھی: ''حضرت عیسیٰ کی توہین'' اور یہ شعر اُس میں بطور ثبوت پیش تھا۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

چونکہ جماعت اہلحدیث حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت خلاف تھی، اس لئے انہوں نے اس شعر کا ترجمہ یوں کیا تھا:

''کہ میں سابقہ پیشگوئیوں کے عین مطابق آ گیا ہوں۔ عیسیٰ کون ہوتا ہے جو میرے منبر پر قدم رکھ سکے۔''

اس ترجمہ سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے۔ جب حضرت قاضی صاحبؓ کی نظر سے یہ شعر گذرا تو آپ نے اہلحدیث جماعت

کے پشاور حصہ کے سربراہ میاں فضل الرحمن صاحب سے کہا کہ میں کچھ زیادہ تو نہیں جانتا لیکن فارسی زبان میں خدا کے فضل سے انعامات لیتا رہا ہوں اور سکندر نامہ تک پڑھ چکا ہوں۔ اس لئے فارسی زبان کی رُو سے یہ ترجمہ جو آپ لوگوں نے کیا ہے غلط ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ:

''میں سابقہ بشارات کے عین مطابق آیا ہوں اور عیسیٰ اب کہاں ہیں (یعنی وہ وفات پا چکے ہیں) جو میرے منبر پر قدم رکھیں۔''

شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 'عیسیٰ کجاست' فرمایا ہے یعنی عیسیٰ اب کہاں ہیں؟ اگر آپ کا منشاء یہ ہوتا کہ عیسیٰ کون ہوتا ہے کہ میرے منبر پر قدم رکھے تو آپ کو ''عیسیٰ کیست'' فرمانا چاہئے تھا۔ جس کا ترجمہ ہے کہ عیسیٰ کون ہوتا ہے۔

خیر یہ بات آئی گئی ہوگئی۔ لیکن حضرت قاضی صاحب ؓ کو شدید خواہش پیدا ہوئی کہ جس قصیدہ کا یہ ایک شعر ہے وہ قصیدہ مکمل حاصل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کو یوں پورا کر دیا کہ شاہی باغ پشاور کے فٹ بال گراؤنڈ میں ایک نوجوان عبدالاکبر خان سے ملاقات ہوئی جو احمدی ہو چکا تھا۔ اُس سے اس قصیدہ کا ذکر کیا تو اُس نے آپ کو ازالہ اوہام کی دونوں جلدیں پڑھنے کیلئے دیں جس میں یہ پورا قصیدہ بھی درج ہے۔ آپ نے اس قصیدہ کو بار بار پڑھا اور کثرت مطالعہ سے سارے کا سارا قصیدہ حفظ ہوگیا اور پھر کتاب ''ازالہ اوہام'' کو بھی بار بار پڑھنے کا موقع ملا۔ اس کتاب کو پڑھنے سے آپ کو یہ یقین کامل ہوگیا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام طبعی وفات پا چکے ہیں اور آپ کی طرف منسوب رفع الی اسماء وغیرہ کا عقیدہ غلط ہے اور یہ کہ جس مسیح کے دوبارہ آنے کا ذکر احادیث میں پایا جاتا ہے اس سے مُراد مثیل مسیح کی آمد ہے نہ کہ خود مسیح ناصری علیہ السلام کا نزول۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل مسئلہ آپ کیلئے آسان کر دیا اور آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے حضورؑ کی کتب کے پڑھنے کے نتیجہ میں ایک عشق کی سی کیفیت پیدا ہوگئی اور اس بات کی جستجو پیدا ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کریں۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

دس بارہ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔عموماً اس عمر میں بچوں کو کھیل کود اور شرارتوں سے فرصت نہیں ملتی، چہ جائیکہ دقیق علمی مسائل پر غور وفکر اوران پر تدبر۔لیکن حضرت قاضی صاحبؓ تو پیدا ہی اس لئے کئے گئے تھے کہ اسلام اور احمدیت کے فتح نصیب جرنیل بنیں اور آپ کی تربیت اللہ تعالیٰ خود کررہا تھا۔آپ اس چھوٹی عمر میں بھی مشکل دینی مسائل کو حل کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ایک دن کی بات ہے جب آپ ابھی پانچویں جماعت کے طالب علم تھے کہ آپ نے کلاس میں دینیات کے اُستاد مولوی صبغۃ اللہ صاحب سے کہا کہ کیا آپ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو زندہ مانتے ہیں۔حالانکہ وہ وفات پاچکے ہیں اوران کی وفات کو حتمی طور پر نہایت مدلّل انداز میں حضرت میرزا صاحب علیہ السلام اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں ثابت کر چکے ہیں۔ان کے دلائل کا کسی عالم اور مولوی کے پاس جواب نہیں ہے۔حضرت میرزا صاحب علیہ السلام نے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے کہ:

يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ (آل عمران:۵۶)

یعنی اے عیسیٰ میں تجھے پہلے وفات دوں گا۔پھر تمہارا روحانی رفع کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا ہے اِنِّىْ مُمِيْتُكَ یعنی میں تجھے وفات یا موت سے ہمکنار کروں گا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کے عظیم مفسر اور فقیہ گزرے ہیں۔محترم استاد صاحب نے کہا کہ یہ معنی کہاں لکھے ہیں اور دوسرے دن تفسیر ابن عباسؓ ساتھ لائے، اس کو کھولا اور آیت اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ نکال کر مفسرین کی اس آیت کے بارے میں تاویلات پڑھنی شروع کر دیں اور قاضی صاحب کو مخاطب ہو کر کہا کہ یہ ابن عباس کی تفسیر ہے اس میں کہاں لکھا ہے کہ اس کے معنے اِنِّىْ مُمِيْتُكَ ہے۔قاضی صاحبؓ نے کہا میں کل جواب دوں گا۔

مدرسے سے چھٹی ہوئی تو قاضی صاحب سیدھا گھر آئے، کتاب 'ازالہ اوہام' نکالی۔وہاں لکھا

تھا کہ یہ روایت یعنی اِنِّیْ مُمِیْتُکَ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے اور کتاب التفسیر صحیح بخاری میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِی کے نیچے درج ہے۔آپؓ نے حوالہ نوٹ کرلیا اور اگلے دن دینیات کے پیریڈ میں مولوی صبغۃ اللہ صاحب کو کہا کہ جناب یہ حوالہ صحیح بخاری میں موجود ہے اور فوراً معین حوالہ ان کے آگے پیش کر دیا۔ جناب مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور پھر کبھی بھی اس مسئلہ کو کلاس میں نہ چھیڑا۔لیکن قاضی صاحب کو اس واقعہ کے بعد اس مسئلہ کی مزید تحقیق کا شوق ہو گیا اور پھر کثرت سے ایسی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا جن سے یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا۔ الحمدللہ۔ جب پورا یقین ہو گیا تو آپ کے دل میں بڑی خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات ہو جائے اور آپ ذہنی طور پر بیعت کیلئے تیار ہو گئے۔آپ کی بیعت کی تفصیل آپ کی کتاب ''ظہور احمد موعود'' میں موجود ہے۔

آپؓ کی بیعت

حضرت قاضی صاحبؓ اُن لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ خود احمدیت میں لایا اور بچپن میں ہی ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ آپ کو نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم ہوا بلکہ آپ کی بعض کُتب بھی پڑھنے کا موقع ملا۔ دین کے دقیق معارف کی سمجھ بھلا دس بارہ سال کے ایک بچے کو کیا ہو سکتی ہے لیکن حضرت قاضی صاحبؓ کا تو گویا خمیر ہی دین سے اٹھایا گیا تھا۔اس عمر میں آپ کو رؤیائے صادقہ دکھائی جاتی تھیں اور ذہن دین کے مشکل مسائل کو بغیر کسی اُستاد کی مدد کے حل کرتا چلا جاتا تھا۔

آپ جماعت پنجم کے طالب علم تھے جب آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''ازالہ اوہام'' پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور وفات مسیح ناصری علیہ السلام پر مکمل یقین ہو گیا۔ یہ کتاب آپ کے لئے انمول خزانہ ثابت ہوئی۔

آپ نے اِس کتاب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی قصیدہ زبانی یاد کرلیا۔آپ کو

جب وفات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ سمجھ آ گیا تو آپ نے نہایت دلیری سے اس کا ذکر اپنے ہم مکتبوں اور اساتذہ سے بھی شروع کر دیا اور اپنے دینیات کے اُستاد کو بالکل لاجواب کر دیا اور اس طرح اگلے سال یعنی جماعت ششم میں آپ کے اساتذہ میں ایک احمدی استاد حضرت مولوی خادم حسین صاحب بھیروی کا اضافہ ہو گیا۔ یہ بڑے حلیم الطبع، متقی، نیک اور پارسا انسان تھے۔ انہوں نے حضرت قاضی صاحبؓ کے علمی شغف کو دیکھ کر آپ کو انگریزی زبان میں اپنا شاگرد بنا لیا۔ اس دوران مذہبی علمی گفتگو بھی ہوتی رہی۔

ایک دن تفریح کی گھنٹی بجی تو حضرت مولوی خادم حسین صاحب بھیروی چھٹی جماعت کے کمرے میں تشریف لے گئے اور اپنی جیب سے کئی پوسٹ کارڈ اور لفافے نکال کر میز پر لکھنے بیٹھ گئے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اُن سے کہا کہ کیا میں ان میں سے ایک کارڈ لے لوں۔ میں اپنے گھر ہوتی مردان خط لکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت خادم حسین صاحبؓ نے کارڈ بڑھا کر فرمایا:

''کیا آپ بیعت کا خط لکھنا چاہتے ہیں؟''

حضرت قاضی صاحبؓ نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ بیعت کس کو کہتے ہیں؟ حضرت مولوی خادم حسین صاحبؓ نے فرمایا کہ:

''آپ حضرت احمد علیہ السلام کو اس مضمون کا خط لکھ دیں کہ میں حضرت عیسیٰ ناصری علیہ السلام کو فوت شدہ یقین کرتا ہوں اور حضورؑ کو صادق جانتا ہوں۔ حضور میری بیعت منظور فرما کر امتحان میں کامیابی کی دُعا فرماتے رہیں۔''

چنانچہ حضرت قاضی صاحبؓ نے ایک کارڈ لکھ دیا۔ 21 جنوری 1902ء کو قادیان سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ نے آپ کو جوابی کارڈ ارسال فرماتے ہوئے لکھا کہ:

''حضرت صاحب آپ کی بیعت کو قبول کرتے ہیں اور آپ خط لکھتے رہا کریں''۔

اخبار الحکم قادیان مورخہ 28 جنوری 1902ء کے آخری صفحہ پر نومبائعین میں حضرت قاضی

صاحبؓ کا نام شائع ہوا تھا۔ قاضی صاحبؓ سے قبل پشاور شہر کا کوئی نوعمر لڑکا احمدی نہ ہوا تھا۔ اُن کی بیعت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سکول میں اور باہر پھیل گئی۔ آپ شہر میں جہاں سے بھی گزرتے لوگ قادیانی میرزائی وغیرہ کہتے اور آپ کا مذاق اُڑاتے۔ لیکن اپنی اس نوعمری میں بھی آپ کو لوگوں کی مخالفت کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ تھی۔

بذریعہ خط بیعت کرنے کے بعد آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی اور آپ سفر قادیان کیلئے بے قرار رہنے لگے۔ ایام کرسمس میں تعطیلات تھیں اور سکول بند ہو گئے تھے۔ حضرت قاضی صاحبؓ توکل علی اللہ کر کے تن تنہا 24 دسمبر 1902ء جمعرات کے دن لاہور کا ٹکٹ لیکر ٹرین پر سوار ہوئے اور دوسرے دن لاہور پہنچے۔ پھر لاہور سے امرتسر ہوتے ہوئے بٹالہ پہنچے۔ رات بٹالہ میں گزار دی۔

27 دسمبر 1902ء صبح اُٹھ کر نماز فجر کی ادائیگی کے بعد قادیان کی سڑک پر روانہ ہوئے۔ بٹالہ سے قادیان 12 میل دور ہے۔ راستہ میں ایک ہندو پنڈت اُن کا رفیق سفر ہوا۔ دوران گفتگو آپ نے ہندو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ ہندو کہنے لگے کہ مرزا صاحب بڑے بھگت ہیں۔ آپ کو بھگت کا مطلب معلوم نہ تھا۔ آپ نے ہندو پنڈت سے دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ 'بھگت' بزرگ اور اللہ والے کو کہتے ہیں۔ اس طرح آپ کا دل مزید مطمئن ہوا۔ قاضی صاحب نے پنڈت سے درخواست کی کہ مجھے آپ قادیان کے بازار تک پہنچا دیں۔ چنانچہ قادیان پہنچ کر وہ پنڈت آپ کو قادیان کے چوک میں لے گیا جہاں کنواں ہے اور آپ مسجد اقصیٰ کے شمالی کوچہ سے ہوتے ہوئے مسجد مبارک کے نیچے آ پہنچے۔ آپ نے مولوی عبدالرحیم جان، جن کی عمر اُس وقت دس سال ہوگی، کو لنگر خانہ سے کھانا لے جاتے ہوئے دیکھ لیا، چنانچہ آپ مہمان خانہ تشریف لے آئے۔

مہمان خانہ قادیان میں حضرت مولانا غلام حسن خان صاحبؓ اس کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے جو مہمان خانہ میں داخل ہوتے ہی جانب شمال کمرہ ہے اور اس میں میرزا امیر احمد عرائض نویس

ہوتی بھی مقیم تھے۔ قاضی صاحب بھی اسی کمرے میں مقیم ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بالمقابل کمروں میں جانب جنوب حضرت سید عبداللطیف شہیدؓ کابل رئیس خوست بھی مقیم تھے۔ ان کے ساتھ سید احمد نور صاحب اور چند اور ساتھی بھی تھے۔ یہ ماہ جولائی 1902ء سے آئے ہوئے تھے اور جنوری 1903ء کے آخیر تک رہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

''جب پہلی دفعہ مسجد مبارک میں داخل ہوا تو سب سے پہلے حضرت مولانا شیر علی رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی۔ وہ ایک فرشتہ صورت انسان نظر آئے مگر میرا دل ہنوز مطمئن نہ تھا۔ اتنے میں حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی۔ اگرچہ آپ ایک عظیم الشان انسان اور نیکی کا مجسمہ نظر آئے، مگر میری نظریں اور قلب مضطرب ومتردد تھا۔ اتنے میں شمالی جانب کھڑکی کھلی اور حضرت احمد جری اللہ چودھویں کے بدر کامل مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ سب حاضرین کھڑے ہوئے، تکبیر ہوئی اور نماز باجماعت ادا ہوئی۔ خاکسار حضرت صاحبؑ کے قریب پیچھے کھڑا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت صاحبؑ دیوار سے تکیہ لگا کر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ مصافحہ کرنے بڑھے۔ خاکسار نے بھی مصافحہ کیا۔ دل اطمینان اور سکون سے بھر گیا اور اگلے دن بیعت کا شرف حاصل کرلیا۔ اس طرح یہ پروانہ شمع پر نثار ہوگیا۔''

(ظہور احمد موعودؑ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قادیان اور گورداسپور کے سفر

حضرت قاضی صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے صحابیت کا ارفع مقام حاصل کرلیا۔آپ واپس پشاور تشریف لے گئے۔سکول کے امتحانات میں اوّل آتے رہے۔ آپ کی بیعت کا علم ہوتے ہی مخالفت شروع ہوئی۔آپ بازار میں جہاں سے گزرتے قادیانی قادیانی کی آوازیں سنتے۔لیکن آپ کو خدا تعالیٰ نے شیر کا دل دیا تھا۔آپ پر کسی مخالفت کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا بلکہ آپ کے ایمان میں پختگی کا باعث بنی۔آپ نے دلیری سے اور برملا تبلیغ شروع کی۔آپکی تبلیغی جدوجہد کا ذکر الگ باب میں کیا جائے گا۔انشاءاللہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی زیارت کے بعد آپ کے دل میں دوبارہ ملاقات و زیارت کی تڑپ پیدا ہوئی اور آپ قادیان جانے کیلئے بے چین رہنے لگے۔

جون 1904ء میں موسم گرما کی تعطیلات شروع ہوتے ہی آپ اپنے دوست مولوی عبداللہ جان صاحب کو ساتھ لیکر گورداسپور گئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور میں قیام فرما تھے۔آپ دونوں بھی گورداسپور میں اُسی مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت اقدس علیہ السلام اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور دیگر احباب بھی اسی مکان میں قیام فرما تھے۔

حضرت قاضی صاحب 10 جون سے 30 جون تک بابرکت خدمت اقدس میں رہے۔اس دوران آپ کو کھانے کے موقع پر حضور اقدسؑ کے ہاتھ دُھلانے اور دبانے کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔جب حضور اقدسؑ کھانا تناول فرماتے تو آپ پنکھا جھلتے رہتے۔حضور اقدس علیہ السلام بہت کم

کھانا تناول فرماتے اور حضور کا پس خوردہ حضرت قاضی صاحب اور عبداللہ جان صاحب کے حصہ میں آتا۔ گویا پورے 20 دن تبرک کھانے کو ملا۔ آپ کو اُن دنوں کتب خانہ عدالت لانے لے جانے کا ذمہ دیا گیا تھا۔ روزانہ جن کتب کی عدالت میں ضرورت محسوس ہوتی۔ آپ انہیں کپڑے میں باندھ کر عدالت لے جاتے۔ ایک الماری گھر میں کتب خانے کیلئے مخصوص تھی جو آپ کے حوالے تھی۔ واپس کتابیں لا کر الماری میں محفوظ کر لیتے۔

عدالت کے احاطہ کے باہر لب سڑک جامن اور آم کے درخت تھے۔ ان کے سایہ میں دری بچھادی جاتی عدالت سے طلبی کے انتظار میں حضور اقدس علیہ السلام اور احباب وہاں انتظار کرتے اور قاضی صاحبؓ حضرت اقدسؑ کو گرمی سے بچانے کیلئے ہاتھ کا پنکھا جھلتے رہتے جو آپ پشاور سے ساتھ لے گئے تھے۔ اس دوران آپ نے احباب کے اخلاص اور عشق مسیح موعود علیہ السلام کے کئی نظارے ملاحظہ کئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے عرض کی کہ حضور لنگر کا خرچ کم پڑ گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مخلص احباب جماعت کو اس طرف توجہ دلائیں۔ چنانچہ انہوں نے بعض احباب کو خطوط لکھ دیئے جن کے جواب میں ایک دوست کا خط آیا کہ طاعون سے بیٹے کی وفات ہوئی ہے۔ اڑھائی سو روپیہ تجہیز وتکفین کیلئے رکھا تھا۔ میں نے اپنے بیٹے کو اپنے کپڑوں میں ہی دفنا دیا ہے اور رقم ارسال کر رہا ہوں۔ حضور قبول فرمالیں۔ اسی طرح کئی احباب نے نہایت اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے رقوم پیش کیں۔ بظاہر غریبانہ لباس کو دیکھ کر آپ حیرت میں ڈوب گئے کہ کتنی مخلص اور فدائی جماعت آپؑ کو خدا تعالیٰ نے عطا کی ہے۔

حضرت قاضی صاحبؓ فرماتے ہیں:

''ایک دن عدالت سے جلد فراغت ہوئی اور قیام گاہ کی طرف جانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قاضی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:

''نماز ظہر ادا کرنی ہے نماز کا بندوبست کرو۔''

خاکسار نے پیچھے چادریں بچھا دیں اور حضرت احمدؑ اِمام الصلوٰۃ ہوئے اور ہم نے جو قریباً بیس افراد تھے نماز ظہر وعصر آپؑ کی اقتدا میں ادا کی۔ نماز کے بعد جس دری کو میں سمجھا کہ میری ہے وہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی نکلی۔ بابو محمد افضل صاحب مالک ایڈیٹر اخبار ''بدر'' قادیان نے سب مقتدیوں کی فہرست بنا کر اس واقعہ نماز کا ذکر 21 جولائی 1904ء کے پرچہ میں کیا تھا۔ فالحمدللہ علی ذالک۔''

حضرت قاضی صاحبؓ فرماتے ہیں:

''ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بخار کی تکلیف تھی اور جسم درد کر رہا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ باہر جا کر کوئی تندرست اور مضبوط آدمی لے آؤ جو میرے جسم پر چل کر دباوے۔ میں نے باہر جا کر خواجہ کمال الدین صاحب کو کہا کہ اندر چل کر حضور علیہ السلام کو دبائیں۔ انہوں نے حضور کے جسم کو دبایا لیکن حضور علیہ السلام کو اس سے آرام نہ آیا اور مجھے فرمایا کہ کوئی اور شخص لاؤ۔ میں باہر نکلا تو ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب گوڑیانوی جو کافی مضبوط انسان تھے، مجھے ملے۔ میں انہیں ساتھ لیکر اندر گیا چنانچہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے دبانے سے حضور اقدس علیہ السلام کو آرام ملا۔

ایک دن حضورؑ کی ڈاک میں ایک رسالہ ''المنصور''، جو دہلی سے چھپتا تھا، آیا۔ اس میں حضور علیہ السلام کی پاکٹ سائز تصویر چھپی تھی۔ حضورؑ نے وہ رسالہ خاکسار کو عنایت فرمایا جو میرے پاس محفوظ ہے۔''

آپؓ کی شادیاں اور اولاد

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ نے دو شادیاں کیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد دی۔ جن میں سے بعض بچے تو بچپن میں ہی فوت ہو گئے اور باقی نے خدا تعالیٰ کے فضل سے لمبی عمریں پائیں اور اکثر ان میں سے بقید حیات ہیں۔

پہلی شادی

آپ کی پہلی شادی 1914ء میں اپنی چچازاد بہن سے ہوئی جو آپ کے والدین نے کروائی۔ اس شادی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بچوں سے نوازا، جن میں پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں میں سے محمد احمد اور محمود احمد اور لڑکیوں میں سے بی بی آمنہ زندہ رہیں۔ باقی بچے خورد سالی میں ہی فوت ہو گئے۔

قاضی محمد احمد صاحب اور قاضی محمود احمد صاحب نے لمبی عمر پائیں۔ بی بی آمنہ کی شادی حضرت امیر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محترم محمود احمد خان صاحب سے ہوئی۔ اُن کے آٹھ بچے پیدا ہوئے۔ بی بی آمنہ صاحبہ تقریباً 35 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے بچے خدا تعالیٰ کے فضل سے سب شادی شدہ ہیں اور مخلص احمدی ہیں۔

قاضی محمد احمد صاحب 1922ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت قاضی صاحبؓ کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ حضرت قاضی صاحب نے آپ کو بغرضِ تعلیم قادیان بھجوایا جہاں آپ کئی سال زیرِ تعلیم رہے۔

1947ء کے پُر آشوب ایام میں جب احمدیوں کو بامر مجبوری قادیان سے ہجرت کرنی پڑی تو حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے تحریک کی کہ احمدی نوجوان آگے آئیں تا انہیں

قادیان کی حفاظت کیلئے بھجوایا جا سکے۔حضرت قاضی صاحب نے فوراً قاضی محمد احمد صاحب کو لاہور حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب کی خدمت میں بھجوایا لیکن نامساعد حالات کی وجہ سے آپ کو قادیان نہ بھجوایا جا سکا۔

محترم قاضی محمد احمد صاحب کی اپنے محترم والد گرامیؓ کے بارہ میں محبت سے پُر تحریر

قاضی محمد احمد صاحب کو اپنے والد گرامی سے بیحد محبت تھی۔بوجہ پہلی اولاد ہونے کے آپ نے حضرت قاضی صاحب کو بہت قریب سے دیکھا اور حضرت قاضی صاحب کے تقویٰ، دینی غیرت، نیکی اور اخلاص اور حُبّ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق و محبت کے آپ عینی گواہ رہے۔چنانچہ آپ اپنے والد گرامی کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت قاضی صاحبؓ اپنے والدین کا ازحد احترام کرتے تھے۔جب اُن کی والدہ صاحبہ انہیں ملنے کیلئے تشریف لاتیں تو حضرت قاضی صاحب اُٹھ کر انہیں ملتے اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور انہیں اپنے پاس بٹھاتے تھے۔اُن کے بھائی محترم قاضی محمد شفیق صاحب ایڈوکیٹ ان سے بارہ سال چھوٹے تھے۔لیکن عمروں کے اس تفاوت کے باوجود جب بھی اپنے چھوٹے بھائی کا نام لیتے تو احتراماً انہیں قاضی صاحب کہتے۔حضرت قاضی صاحب اپنے بھائی کے بچوں سے بھی بہت پیار کرتے تھے۔اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان کے لئے بہت دعائیں کیں ہیں اور یہ سب بچے میری دعاؤں کے نتیجہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ان سب کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے۔

ابا جان (حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ) کو حقوق العباد کا بیحد خیال رہتا تھا۔تمام عمر بیواؤں

اورغریبوں کی کفالت کرتے رہے۔درجنوں نوجوانوں کواپنے خرچ پر تعلیم دلائی۔بعض کووکالت تک کاخرچ دیتے رہے جوبعد میں کامیاب وکیل بنے۔

ایک دفعہ پشاور میں ایک سردار صاحب،جن کا نام نظام الدین تھا،نے مجھے ایک خط ابا جان کو دینے کیلئے دیا۔ان سردار صاحب کے ایک بھائی میجر جنرل تھے۔یہ خود کیپٹن ریٹائرڈ تھے۔میں نے وہ خط حضرت ابا جان کو دے دیا۔آپ نے خط پڑھا۔جیب سے بچاس روپے نکال کرلفافے میں بند کر کے مجھے دیئے کہ یہ سردار صاحب کو دے آؤں۔

میں نے یہ خط اور رقم محترم سردار صاحب کو پہنچا دی۔اس کے بعد آپ فوراً اُٹھ کر نزدیکی بازار تشریف لے گئے۔وہاں آٹے کی بوری گھی کا بڑا ڈبہ،چینی چائے وغیرہ اور تین چار جوڑے زنانہ اور مردانہ کپڑے خریدے اور مجھے کہا کہ مزدور سے یہ چیزیں اُٹھوا کر محترم سردار صاحب کے گھر چھوڑ آؤ۔میں یہ سب اشیاء جب محترم سردار صاحب کے ہاں چھوڑنے گیا تو ان کی بیوی نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر حضرت قاضی صاحبؓ کو دعائیں دیں۔

بعد میں معلوم ہوا کہ سردار صاحب نے اپنے خط میں حضرت قاضی صاحبؓ کو لکھا تھا کہ بوجہ غربت ہمارے گھر میں تین دن سے فاقہ ہے،ہماری مدد فرمائیں۔

ابا جان میں مہمان نوازی کی صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔صبح سے شام تک ملنے والے آتے رہتے اور سارا وقت آپ کے گھر سے چائے اور کھانا آتا رہتا تھا۔مہمانوں کو پرتکلف کھانا کھلاتے تھے۔اللہ تعالیٰ سے آپ کا خاص تعلق تھا۔اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔آپ کی رؤیا سچی نکلتی تھیں۔انتہائی غیرت مند،بہادر نڈر اور حق گو انسان تھے۔

آپ کی طبیعت میں حیا کا عنصر بہت غالب تھا۔ہمیشہ نگاہ نیچی رکھ کر گفتگو فرماتے تھے۔غضِ بصر کی عادت کی ایک مثال بہت دلچسپ ہے۔ایک مرتبہ میری چھوٹی بہن آمنہ اپنے سسرال سے گھر آئی اور ابا جان کو سلام کیا۔ابا جان نے سلام کا جواب دیا اور اپنے کام میں لگے رہے۔آمنہ بہت ناراض ہوئیں اور شکوہ کیا کہ ابا جان نے میرے سلام کا جواب دینے کے علاوہ مجھ سے کوئی

بات تک نہیں کی۔

جب ابا جان کو پتہ چلا کہ آمنہ ناراض ہے تو فوراً آمنہ کے پاس چلے آئے اور معذرت کی کہ میں نے سلام کا جواب تو دے دیا تھا لیکن دیکھا نہیں تھا کہ کون ہے۔ پھر آمنہ کی خوب دلجوئی کی۔

آپ کی بہادری اور شجاعت

آپ بہت بہادر انسان تھے۔ آپ پر حملے بھی ہوئے اور آپ کے خلاف سازشیں بھی ہوئیں لیکن آپ نے بڑی جرأت بہادری اور دلیری سے حالات کا مقابلہ کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ کامیاب رہے۔ ایک دفعہ گرمیوں کے موسم میں چند بدمعاش مخالفین احمدیت نے سازش کی کہ حضرت ابا جانؓ پر حملہ کریں۔ چنانچہ یہ راستے میں ایک جگہ اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ جب ابا جان وہاں سے گزریں تو یہ اچانک ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ حضرت قاضی صاحبؓ مسجد احمدیہ سے نکل کر شام کو اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ آپ اس وقت تنہا تھے۔ جب ان بدمعاشوں کے قریب آئے تو ان میں ایک بدمعاش نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ حضرت قاضی صاحبؓ کی عادت تھی کہ ہمیشہ کوٹ کے نیچے پستول رکھتے تھے اور ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا ہوتا تھا۔ ابا جان نے ان بدمعاشوں کو دیکھا اور بغیر کسی خوف کے ان کے پاس چلے گئے اور جس بدمعاش نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تھی، اسے زور سے جا پکڑا اور ڈنڈے سے ایک دو وار کئے جس سے نہ صرف وہ خود بلکہ اس کے سب ساتھی بھی بھاگ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی حفاظت

ابا جان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر ہمیشہ یقین کامل تھا۔ آپ کو الہام بھی ہوا تھا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اللہ تعالیٰ تجھے مخالفین کے حملوں سے بچائے گا۔

آپ نے اپنے رؤیا اور الہامات کا الگ ذکر تحریر فرمایا ہے۔

1928ء کا واقعہ ہے ایک دن نتھیا گلی میں دفتری کام کاج ختم کرنے کے بعد شام کو اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ دفتر سے گھر کا فاصلہ قریباً دو میل تھا چونکہ یہ سارا علاقہ پہاڑی اور جنگلی ہے اس لئے خطرناک درندوں کی بھی آماجگاہ ہے۔ حضرت ابا جانؓ گھر کی طرف چل پڑے۔ تو راستہ میں دو خونخوار چیتے نظر آئے جو شکار کی تاک میں راستہ کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابا جان کی جب ان پر نظر پڑی تو دعاؤں میں لگ گئے اور برابر چلتے رہے۔ جب آپ اُن کے قریب پہنچے تو چیتے راستہ چھوڑ کر چلے گئے اور آپ بخیریت گھر تشریف لے آئے۔

مردان میں ایک مرتبہ آپ اپنے گھر کے اندر غسلخانہ میں غسل فرما رہے تھے کہ چھت سے ایک خطرناک سانپ آپ کے ننگے سر پر آ گرا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اُس کے ضرر سے آپ کو بچا لیا۔ آپ نے اُس سانپ کو مار دیا۔ بعد میں اُسے کسی کو دکھایا تو وہ بڑا خطرناک اور زہریلا سانپ تھا جس کی لمبائی آٹھ یا دس انچ تھی۔

ایک اور واقعہ جو بہت عجیب اور معجزانہ ہے، ایک دفعہ وائسرائے ہند دورے پر کرم ایجنسی آئے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ علاوہ اور بے شمار سٹاف کے چیف کمشنر صاحب بھی تھے۔ حضرت ابا جان کی ڈیوٹی وائسرائے کے کیمپ میں تھی اور حضرت ابا جان جملہ انتظامات کے انچارج تھے۔

ایک دن دوپہر کے وقت آپ پاڑہ چنار کے بازار میں کیمپ کیلئے سودا سلف خریدنے میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ شام ہو گئی اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ آپ جب واپس جانے لگے تو کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ راستے میں ایک نہر تھی۔ تاریکی کافی بڑھ گئی تھی۔ آپ اکیلے بھی تھے اور جیب میں خاصی رقم بھی تھی۔ آپ دعائیں کر رہے تھے کہ اتنے میں پانی سے آہٹ کی آواز آئی اور ایک شخص پانی سے نکل کر آپ کے پاس آیا۔ اُس نے پہلے سلام کیا اور پھر کہا کہ قاضی صاحب! آپ میری پیٹھ پر سوار ہو جائیں میں آپ کو پار پہنچا دوں گا۔ حضرت قاضی صاحب حیران تھے کہ یہ شخص کون ہے ؟ کہاں سے آیا ہے اور کیوں مجھے یہ پیشکش کر رہا ہے؟ پھر آپ کو اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ اس

آدمی کو میرا نام کس نے بتایا ہے۔اس وقت آپ کی جیب میں ہزاروں روپے کی نقد رقم موجود تھی۔ دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ مجھے پانی میں پھینک کر رقم تو نہیں ہتھیانا چاہتا ہے۔ بہرحال آپ اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے اور دعائیں کرتے رہے۔اس وقت آپ کی جیب میں چھوٹا سا پھل کاٹنے والا چاقو تھا۔آپ نے جیب سے نکال کر احتیاطاً ہاتھ میں پکڑ لیا۔اُس شخص نے آپ کو بہت آرام سے دریا پار کرادیا اور کیمپ تک آپ کے ساتھ گیا۔آپ اپنے خیمے میں گئے تاکہ اس آدمی کیلئے کچھ رقم انعام کے طور پر لائیں۔اس لئے اس کو انتظار کرنے کیلئے کہا۔آپ جب رقم لے کر باہر آئے تو دیکھا کہ وہ شخص غائب تھا۔آپ نے سنتری سے پوچھا کہ میرے ساتھ جو آدمی تھا، وہ کہاں گیا؟ سنتری نے جواب دیا کہ:

''صاحب آپ تو اکیلے تھے۔آپ کے ساتھ کوئی آدمی نہیں تھا۔''

آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کیلئے کوئی فرشتہ بھیجا تھا۔آپ کو خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھا۔ ہر دشمن سے آپ کو بچایا۔

طاعون سے آپ کی حفاظت الٰہی

آپ اپنے گھر کو 'کشتی نوح' کہا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی برکت سے میرے گھر میں طاعون سے کوئی نہیں مر سکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ طاعون کی وبا کے دنوں میں جب کہ ہر طرف موتا موتی لگ رہی تھی، آپ کو یہ یقین کامل تھا کہ آپ کے گھر میں کوئی طاعون کا شکار نہ ہوگا۔ ہماری دادی کی بہن کو طاعون کی گلٹی نکل آئی تو ہماری دادی انہیں چارپائی پر ڈال کر اپنے گھر لے گئیں۔وہ طاعون سے فوت ہو گئیں۔ پھر ہماری دادی کو طاعون کی گلٹی نکل آئی۔ دادی صاحبہ بے حد گھبرائیں۔حضرت ابّا جان ان کو اپنے گھر لائے اور ان کو تسلّی دلائی اور فرمایا کہ اب جبکہ آپ میرے ہاں منتقل ہو گئی ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو طاعون سے بچائے گا۔ آپ نے ان کے لئے بہت دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور وہ کچھ دنوں میں

تندرست ہو گئیں۔

دادی صاحبہ کو طاعون کا حملہ دو دفعہ ہوا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں دفعہ آپکی تضرعات کو سنا اور انکو شفا عطا فرما دی۔

نماز تہجد کیلئے غیبی طور پر اُٹھایا جانا

یہ ایک عجیب بات تھی کہ اگر کسی وجہ سے آپ بروقت نماز کیلئے نہ اُٹھ سکتے تو آپ کو غیبی طور پر اُٹھایا جاتا۔ایک دن 1918ء میں اپنے والد صاحب کی وفات کے دوسرے دن آپ اپنی بیٹھک میں محو استراحت تھے کہ کسی نے پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ کر آپ کو ہلایا اور آواز آئی کہ:

''اُٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔''

آپ بیدار ہوئے۔اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی موجود نہ تھا۔انگوٹھا کسی قدر سرخی مائل تھا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؓ کے ساتھ یہ سلوک آپؓ کی وفات تک جاری رہا۔

آپکی جاذب نظر شخصیت،لباس اور خوراک

جوانی کے دنوں میں آپ بہت مضبوط اور خوبصورت تھے۔درمیانہ سڈول اور خوبصورت جسم، چہرہ سرخ وسفید تھا اور اتنا خوبصورت کہ دل برابر دیکھتے رہنے کو کرتا۔

پیدل چلنے کی بہت عادت تھی اور پیدل چلنے میں لطف محسوس کرتے۔بچپن میں اپنے ماموں کے ساتھ ریاست دیر تک پیدل سفر کیا۔ایبٹ آباد سے نتھیا گلی قریباً 20 میل پہاڑی علاقہ ہے،آپ اکثر پیدل آتے جاتے تھے۔اسی طرح پشاور سے مردان کئی دفعہ پیدل گئے اور آئے جو تقریباً 36 میل کا فاصلہ ہے۔

داڑھی بہت سلیقہ سے رکھتے تھے۔بہت خوش لباس تھے۔اعلیٰ قسم کے کوٹ اور سوٹ پہنا کرتے تھے۔لمبے بوٹ بھی اکثر پہنتے۔سر پر اعلیٰ تلّے والی کلاہ اور مشہدی لنگی باندھتے تھے۔جیب

میں مشہدی رومال ہوتا اور اعلیٰ قسم کی جیبی گھڑی زیر استعمال رہتی۔ آپ کے ہاتھ میں، مضبوط اور قیمتی عصا جس کا سرا چاندی کا ہوتا تھا، رہتا تھا۔

ناشتہ میں دودھ اور بالائی پسند تھی اور پشاوری نان پسند تھے۔ کھانے میں مچھلی بہت پسند تھی۔ خود پکانے کا بھی شوق تھا۔ چائے اکثر سبز پیا کرتے تھے۔ حلیم بڑے شوق سے کھاتے۔ کھانے کے بعد گنڈیری چوستے اور قہوہ ضرور نوش فرماتے تھے۔ خشک چلغوزے، بادام، پستہ اور کشمش وغیرہ اپنے پاس رکھا کرتے۔ بچوں اور دوستوں کو بھی کھلاتے اور خود بھی کھاتے تھے۔

محترم قاضی محمود احمد صاحب

محترم قاضی محمود احمد صاحب، حضرت قاضی صاحبؓ کی پہلی شادی سے دوسرے بیٹے تھے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے درازی عمر عطا کی اور قریباً 65 سال کی عمر تک زندہ رہے۔ آپ بہت خاموش طبع اور نیک انسان تھے۔ آپکی شادی چچا جان قاضی محمد شفیق صاحب کی بڑی بیٹی سے ہوئی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی۔

آپ نے دوران ملازمت کئی نوجوانوں کو حصول ملازمت میں مدد دی۔ آپ لوگوں کی خدمت میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ اپنی ماں سے بہت پیار اور ادب سے پیش آتے۔ بہت بے ضرر انسان تھے۔ ہر ضرورت مند کی ضرورت ضرور پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ نے اپنا ایک گھر پشاور میں بنوا کر کرائے پر دیا تھا۔ کرایہ دار آپ کے دفتر میں ملازم تھا۔ آپ جب بھی کرایہ کا مطالبہ کرتے تو وہ فریاد کرتا کہ ”عیال دار ہوں، تنخواہ میں گزارا مشکل ہے“۔ آپ بغیر کرایہ وصول کئے گھر آجاتے۔ اس طرح اس نے ایک لمبا عرصہ بغیر کرایہ دئے گزار دیا۔ بالآخر آپ نے گھر خالی کروا کر بیچ دیا۔

مکرم قاضی محمد احمد صاحب کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بیٹیوں کی شادیاں مخلص احمدی خاندانوں میں ہوئی ہیں۔ سب صاحب اولاد ہیں۔ ماشاءاللہ۔

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ مرحومہ

پہلی شادی سے زندہ رہنے والی آپکی ایک دختر آمنہ بیگم صاحبہ تھیں جو مکرم محمود احمد خان صاحب خانزادہ امیر اللہ خان صاحب (جو صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ؓ کے ذریعہ احمدیت قبول کی تھی) آف اسماعیلہ کے صاحبزادے تھے۔ آمنہ بیگم صاحبہ مرحومہ 35 سال کی عمر میں گردوں کی تکلیف سے بیمار ہو کر فوت ہوئیں۔ بوقت وفات آپ کے آٹھ بچے تھے۔

آمنہ بیگم اپنے والد صاحب کی بہت لاڈلی بیٹی تھیں۔ وہ بھی اپنے والد صاحب سے بہت محبت کرتی تھیں۔ ان کے 4 بیٹے اور 4 بیٹیاں خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔ سب برسر روزگار اور صاحب اولاد ہیں۔

آپکی دوسری شادی اور اولاد

آپکی دوسری شادی محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ بنت حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آف مستونگ سے ہوئی۔ اس شادی کے جملہ انتظامات اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مہیّا کئے۔ دونوں طرف متقی، بزرگ اور مخلص خادمانِ دین تھے۔ یعنی حضرت قاضی صاحب ؓ اور حضرت محمد الیاس خان صاحب۔

حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب کی تمام اولاد انکی اعلیٰ تربیت اور انکی دعاؤں کے نتیجہ میں تقویٰ اور دینداری اور نیکی میں مثالی تھی۔ محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ آپکی لڑکیوں میں دوسرے نمبر پر تھیں۔

آپکی یہ شادی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خود مناسب حالات پیدا کر کے کرائی۔ اسکی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ مبلغ بخارا حضرت محمد امین خاں صاحب کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ

نے بخارا براستہ کوئٹہ بھجوانے کا ارشاد فرمایا تو حضرت محمد امین صاحب چند گھنٹوں کیلئے مستونگ بھی ٹھہرے اور حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب کے مہمان ہوئے۔ایک دن دوران گفتگو محمد امین خان صاحب نے حضرت قاضی صاحب ؓ کا ذکر کیا اور کہا کہ قاضی صاحب کی پہلی شادی سے اولاد زندہ نہیں رہی اور کم سنی میں ہی وفات پا گئی ہے۔اگر مولوی محمد الیاس خان صاحب اپنی دختر ثانی حضرت قاضی صاحب ؓ کو دینا منظور فرماویں تو یہ دونوں خاندانوں کیلئے بابرکت ہوگا۔

حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب، حضرت قاضی صاحب ؓ کو جانتے تھے اور پھر یہ جانتے تھے کہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ؓ کو صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ بھی کہ آپ نیک اور متقی انسان ہیں۔

دسمبر 1923ء میں حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ؓ جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کیلئے آئے ہوئے تھے۔چنانچہ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ نکاح پڑھایا۔ایک سال بعد یہ بابرکت رخصتانہ بمقام مستونگ عمل میں آیا۔ حضرت قاضی صاحب ؓ اپنے چھوٹے اور اکلوتے بھائی اور چند رشتہ دار خواتین کے ہمراہ بذریعہ ریل کوئٹہ تشریف لے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شادی سے آپ کو اولاد سے نوازا اور عمر پانے والے دو بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمادیں: بشیر احمد، مسعود احمد، بی بی عائشہ، رضیہ بیگم، زبیدہ بیگم اور قدسیہ نسرین۔

محترم قاضی بشیر احمد صاحب

نکاح ثانی سے حیات رہنے والے بچوں میں سب سے بڑے قاضی بشیر احمد صاحب مرحوم تھے۔آپ ستمبر 1926ء میں پیدا ہوئے۔قادیان میں تعلیم پائی۔فوج میں میجر کے عہدہ پر فائز تھے کہ 1965ء کی ہندو پاک کی جنگ میں مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔آپ کی شہادت پر جب آپ کی نعش مردان لائی گئی تو آپ کی والدہ صاحبہ نے کمال ضبط اور صبر کا نمونہ دکھایا۔کسی قسم کی جزع

فزع نہیں کی اور خاموشی سے اس عظیم صدمہ کو برداشت کیا۔مکرم قاضی بشیر احمد صاحب شہید آپکے بڑے بیٹے تھے۔ماں باپ کے فرمانبردار تھے۔خوبصورت شکل وصورت اوراعلیٰ کردار کے مالک تھے۔انکی ماں نے عین اسلامی نمونہ دکھاتے ہوئے اُف تک نہ کی اورراضی برضا رہیں۔

قاضی بشیر احمد صاحب کی دلیرانہ شہادت کو اہالیان مردان نے بھی خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے نام پرمردان کی ایک شاہراہ کا نام''قاضی بشیر روڈ''رکھا،جس کوابھی بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

قاضی بشیر احمد مرحوم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ؓ کے باغ کے ایک نہایت ہی خوبصورت،خوشبودار اوردلکش پھول تھے۔حضرت قاضی صاحب کوان سے بے حد محبت تھی۔

قاضی بشیر احمد مرحوم اپنے عظیم باپ کی طرح ایک عالم ، پڑھے لکھے اورخوش خصال نو جوان تھے۔

کثرت مطالعہ سے دینی ودنیوی معاملات میں انکی نظر بہت تیز اور رائے صائب ہوا کرتی تھی۔شعروشاعری سے دلچسپی تھی اورحسب موقعہ برمحل اشعار پیش کرنے میں آپکا جواب نہ تھا۔غرض مرحوم قاضی بشیر احمد تمام صفات حسنہ کا ایک حسین گلدستہ تھے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔

ان کی شادی محترم خواص خان صاحب کی دختر سے ہوئی تھی۔آپ کے تین بچے ہیں۔دو بیٹیاں ایک بیٹا۔ بیٹا خدا کے فضل سے کارڈیالوجسٹ ہے اورمخلص احمدی ہے۔ان کے تین بچے ہیں۔بڑی بیٹی عزیزہ زاہدہ قاضی کی شادی ہمارے خالہ زاد بھائی عزیزم کرنل محمد عالم درّانی سے ہوئی ہے۔ان کا ایک بیٹا اوردو بیٹیاں ہیں۔وہ بھی باعمل احمدی ہیں۔چھوٹی بیٹی عزیزہ ثمینہ کی شادی مکرم سلیم احمد شاہ صاحب سے ہوئی ہے اوران کے دو بچے ہیں۔

قاضی بشیر احمد صاحب کا بیٹا عزیزم مبشر احمد قاضی امریکہ میں ہے اور چھوٹی بہن ثمینہ بھی امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔دونوں مخلص احمدی ہیں۔

محترمہ بی بی عائشہ صاحبہ

قاضی بشیر احمد شہید کے بعد آپ کی بیٹی بی بی عائشہ پیدا ہوئیں۔ان کی شادی خواجہ اطہر ظہور بٹ صاحب سابق ڈی۔ایس۔پی سے ہوئی تھی۔ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ

دوسری بیٹی رضیہ بیگم صاحبہ ہیں۔انکی شادی مکرم خلیل احمد خان صاحب ابن مکرم خواص خان صاحب سے ہوئی۔آپ ایگزیکیوٹو انجینئر تھے۔ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی تیسری بیٹی زبیدہ بیگم صاحبہ کی شادی مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ابن مکرم خواص خان صاحب سے ہوئی۔ آپ ماشاء اللہ کثیر العیال ہیں۔ ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں ہیں۔

محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ

آپ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔آپکی شادی آپ کے چچازاد بھائی مکرم قاضی محمد اسماعیل صاحب ایڈووکیٹ ابن مکرم قاضی محمد شفیق صاحب ایڈووکیٹ سے ہوئی۔ آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔خدا کے فضل سے تمام اولاد مخلص احمدی ہے۔

مکرم قاضی مسعود احمد صاحب

چاروں بیٹوں میں سب سے چھوٹے بیٹے مکرم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب ہیں۔محترم والد صاحب آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ نے انکی تربیت بھی خاص توجہ سے

کی۔اکثر ربوہ جاتے ہوئے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔قرآن کریم، احادیث، فارسی و دیگر علوم خود پڑھائے اور سکھائے۔مطالعہ کا شوق بھی آپ نے اپنے ادیب اور سکالر والد صاحب سے ورثہ میں پایا۔آپ کارڈیالوجسٹ ہیں اور شکاگو امریکہ میں رہائش رکھتے ہیں۔ جماعتی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔صاحب اولاد ہیں۔ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں۔

روحانیت میں بھی آپ اپنے والد صاحب کے رنگ میں ہی رنگین ہیں۔ حج بیت اللہ کی سعادت مع اپنی بیگم صاحبہ کے حاصل کر چکے ہیں۔آپ کی بیگم صاحبہ آپکی خالہ زاد بہن مکرمہ یاسمین صاحبہ بنت مکرم محمد رستم خان صاحب شہید ہیں۔آپ کی بیگم بھی ماشاء اللہ خدمت دین میں کوشاں رہتی ہیں۔

حضرت قاضی صاحبؓ کو بچپن سے ہی نمازوں کی ادائیگی اور مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا شوق تھا۔مساجد سے آپ کو بے حد محبت تھی۔ایک جگہ خود فرماتے ہیں کہ:

''میری زندگی میں جو کام مجھے محبوب رہے ہیں ان میں مسجد جانا، مسجد کو صاف کرنا، مسجد کی آبادی کے سامان کرنا وغیرہ شامل ہیں۔''

آپ کی مساجد سے اس غیر معمولی محبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صوبہ سرحد میں احمدی مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں کوششوں اور کامیابیوں کا پھل متعدد احمدیہ مساجد کے قیام کی صورت میں عطا کیا۔حضرت قاضی صاحبؓ کی مساجد سے محبت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم انعام سے نوازا کہ آپ کی وفات مسجد احمدیہ مردان میں ہوئی اور مسجد سے ہی آپ کی نعش مبارک اٹھائی گئی۔ یہ سعادت کسی کسی کو ہی نصیب ہوتی ہے کہ خانۂ خدا میں نماز کے دوران روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے آستانۂ حقیقی پر سجدہ ریز ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے شوق عبادت کو کس طرح نوازتا ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل ایمان افروز واقعہ سے ہو سکتا ہے:

''یہ 1909ء کی بات ہے۔ حضرت قاضی صاحبؓ گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں بعہدۂ نائب ناظر تعینات تھے۔ وہاں تین کمرے تھے۔ درمیانی گول کمرہ میں ملاقاتی بیٹھا کرتے تھے۔ ایک سائڈ روم میں ناظر صاحب کا دفتر تھا۔ گول کمرہ میں جہاں ملاقاتی بیٹھا کرتے تھے وہاں ایک شہ نشین تھا۔ ایک دن نماز ظہر کا وقت ہوا۔ حضرت قاضی صاحبؓ شہ نشین پر نماز کیلئے کھڑے ہوئے۔ اس وقت کمرہ میں کوئی ملاقاتی موجود نہیں تھا۔

اتفاق سے اسی دوران سر جارج لنچ کے بعد گورنمنٹ ہاؤس آئے۔ حضرت قاضی صاحبؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تو حکم دیا کہ ہمارے ناظر کیلئے جو نماز کا پابند ہے ایک مختصر سی مسجد بنوائی جائے۔ دوسرے دن پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کا اوور سیر آیا اور پولیس کے کمرہ کے ساتھ ایک تھڑا سا بنا دیا۔ جس پر دو تین آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔

چند دن کے بعد گورنمنٹ ہاؤس کے اردلیوں نے درخواست دی کہ ہماری مسجد کا کوئی انتظام نہیں اور ہمارے کمروں میں نماز کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ چنانچہ سر جارج نے حضرت قاضی صاحبؓ کو حکم دیا کہ ایک کمرہ خالی کروا کر اس میں مسجد بنا دی جائے۔ حضرت قاضی صاحبؓ نے بڑی محنت کے ساتھ ایک کمرہ میں محراب بنا کر اسے مسجد کی شکل دے دی اور یوں گورنمنٹ ہاؤس میں مسجد بنانے کا سہرا آپکے سر بندھا۔

جب صوبہ سرحد میں باقاعدہ گورنر کی تقرری کی گئی اور صوبہ گورنری بن گیا تو اردلی لائن کو گورنمنٹ ہاؤس سے منتقل کر کے عجائب گھر کے قریب منتقل کر دیا گیا اور یہاں ان کیلئے ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنا دی گئی۔

اردلیوں کے وہاں سے چلے جانے کے بعد سیکرٹیریٹ کے افسران نے پہلے ہی

ہوئی گورنمنٹ ہاؤس کی مسجد کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا۔حضرت قاضی صاحب کو علم ہوا تو اسکی مسماری کے خلاف ڈٹ کر مہم چلائی اور گورنر کو اس بات کا قائل کر دیا کہ ایک دفعہ مسجد بن جائے تو اس کو مسمار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ قاضی صاحب کی جد و جہد اور دعاؤں کے نتیجہ میں مسجد نہ صرف برقرار رہی بلکہ اس میں توسیع بھی ہوئی اور غسل خانے تعمیر ہوئے اور یہ مسجد سیکرٹریٹ کی مستقل مسجد بن گئی۔''

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ پندرہ دن پشاور میں اور پندرہ دن ہوتی مردان میں رہتے تھے۔ جب بھی آپ پشاور میں ہوتے۔جمعہ کے بعد احباب جماعت آپ کے اردگرد بیٹھ جاتے اور آپ کی گفتگو سنتے۔حضرت قاضی صاحب کباب اور سبز چائے سے احباب کی تواضع کرتے تھے۔خاکسار نے بھی بارہا اس روحانی محفل سے فائدہ اُٹھایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے احباب جماعت پشاور کی تربیت کی طرف خاص توجہ فرماتے ہوئے سلسلہ کے جلیل القدر مبلغ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی حضرت غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کا تقرر پشاور میں کر دیا تھا۔آپ کی رہائش مہمان خانہ کی اوپر والی منزل میں تھی۔شام کو آپ کا درس قرآن ہوتا تھا جس میں احمدی احباب شامل ہوتے تھے۔میں نے کئی دفعہ غیر احمدی علماء کو منہ ڈھانپے ہوئے مسجد میں داخل ہوتے دیکھا جو حضرت مولوی صاحب کا درس سننے آتے تھے۔حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ فجر کے بعد درس دیتے تھے۔یہ روحانی سلسلہ ایک لمبے عرصہ تک جاری رہا۔

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ جب پشاور میں ہوتے تھے تو آپ کا قیام مسجد کے عقب میں اپنے گھر کی بیٹھک میں ہوتا تھا جس میں آپ کی نایاب لائبریری بھی تھی۔خاکسار بھی آپ کے اس کمرہ میں کئی مرتبہ سویا تھا۔یہ مسجد آج بھی قائم اور آباد ہے اور جب تک یہ قائم رہے گی حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کا نام زندہ رہے گا اور آپ کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک خاص وصف مہمان نوازی تھا۔اس لئے جہاں جہاں صوبہ

سرحد میں آپ کی تحریک پر اور آپ کی زیرنگرانی مساجد بنیں، آپ نے با اصرار وہاں ایک یا دو کمرے مہمانوں کیلئے بنوائے تا جب بھی احمدی احباب باہر سے آئیں تو اس میں قیام پذیر ہوا کریں۔ آپ نے یہ قاعدہ بھی بنایا کہ ہر مہمان کو تین دن کھانا جماعت کی طرف سے پیش ہوا کرے گا۔

مجھے یاد ہے ایک دن اپنی تقریر میں فرمایا کہ:

''میں نے مسجد میں مہمان خانہ اس لئے تعمیر کیا ہے کہ پشاور سے باہر کے احباب آ کر ٹھہرا کریں۔ اس طرح دوستوں میں آپس میں محبت بڑھتی ہے اور دوست ایک دوسرے کے کام بھی آ سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اکثر بعد میں پتہ چلتا ہے کہ فلاں صاحب باہر سے پشاور اپنے کسی کام کے سلسلہ میں آئے تھے اور باوجود مہمان خانہ کی سہولت کے کسی ہوٹل یا سرائے میں وقت گزار کر چلے گئے۔ اس طرح ہم ان کی ملاقات اور مہمان نوازی سے محروم رہ گئے۔''

حضرت قاضی صاحبؓ صوبہ سرحد میں جہاں بھی مسجد بنواتے وہاں آپ قبرستان کیلئے بھی زمین خریدنے کا انتظام کرواتے۔ تا دوسروں کے قبرستان میں تدفین کے وقت احمدیوں کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے اور یوں بھی اپنا قبرستان ہو تو احمدی احباب اپنے وفات یافتہ عزیز و اقارب کی قبروں پر دعا کیلئے بآسانی جا سکیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپکی اس خواہش کو پورا فرمایا۔ پشاور میں بھی آپ کو 90 مرلے زمین پر مشتمل قبرستان کیلئے اچھی جگہ عطا فرما دی۔ اسی طرح مسجد پشاور میں اس کی تعمیر کے بعد اس بات کی سخت ضرورت محسوس کی گئی کہ مسجد میں پانی کا انتظام بھی ہونا چاہئے۔ اس لئے مسجد میں اپنا کنواں کھدوا کر یہ ضرورت پوری کروا دی۔ اس کنویں کیلئے مناسب رقم کا انتظام کروانے کیلئے احباب جماعت سے چندہ اکٹھا کروانے کی تحریک کی۔

مکرم میاں حیات محمد صاحب بھیروی کی اہلیہ صاحبہ نے اپنے زیور کا عطیہ دیا جو دو صد اٹھائیس روپئے میں فروخت ہوئے۔ مسجد میں ایک ٹھنڈے اور شیریں پانی کا کنواں تعمیر کروا دیا گیا جو آج تک جاری ہے۔

ہوتی میں مسجد کی تعمیر

1938ء میں آپ نے اپنے مکان سے متصل ایک قطعۂ زمین پر، جو آپ کی اپنی ملکیت ہے اُس میں ایک مہمان خانہ اور ایک خوبصورت مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا۔ غیر احمدی رشتہ داروں نے مخالفت کی۔ جھوٹے مقدمے دائر کروائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بابرکت ارادہ میں کامیاب کیا۔

اس مسجد کی بنیاد 26/اگست 1938ء کو رکھی گئی اور پختہ اور خوبصورت مسجد تعمیر کروائی۔ ایک طرف تین بڑے کمرے، غسل خانہ، باورچی خانہ اور ان کے آگے برآمدہ بنوا لیا۔ یہ تمام حصہ مہمانوں کیلئے وقف تھا۔ مسجد اور اس مہمان خانہ کے بیچ میں ایک چھوٹی سی خوبصورت جالی دار دیوار بنائی تا کہ مسجد کا حصہ بالکل الگ ہو۔ مسجد کے بھی تین بڑے کمرے۔ ان کے سامنے برآمدہ، پکا صحن اور ایک نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی کا کنواں اور صحن کے ایک طرف دو غسل خانے وضو کیلئے بنوائے تھے۔ کافی اُونچی چار دیواری بنوائی تھی۔ مسجد کا دروازہ الگ تھا۔ نمازی اسی دروازے سے نماز کیلئے اندر آیا کرتے تھے۔

خاکسار نے حضرت قاضی صاحبؓ کی اقتداء میں بے شمار نمازیں اس مسجد میں پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حضرت قاضی صاحبؓ نماز عشاء کے بعد مسجد میں لیٹ جایا کرتے تھے اور خاکسار انہیں دباتا تھا۔ اس دوران گفتگو بھی ہو جاتی تھی اگرچہ کہ اکثر آپ خاموشی سے درود پڑھتے رہتے تھے۔

بکٹ گنج مردان میں مسجد احمدیہ کی تعمیر

مرادن میں خدا کے فضل سے ایک اچھی اور مخلص جماعت موجود ہے جن میں متعدد صحابہ کرام بھی تھے۔ حضرت قاضی صاحبؓ ان کے روح رواں تھے۔ حضرت قاضی صاحبؓ تقریباً پچاس

سال تک صوبہ سرحد کے پراونشنل امیر رہے۔

چنانچہ مرادن میں تعمیر مسجد کی ضرورت کیلئے چندہ کی تحریک کی۔احباب جماعت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور محلّہ بکٹ گنج میں زمین خرید کر ایک خوبصورت مسجد تعمیر کروائی۔سلسلہ احمدیہ کے مبلغ کیلئے الگ رہائش کا انتظام کروا دیا تھا۔

احمدی خواتین کی نمازوں کیلئے اوپر کی منزل میں الگ کمرہ تعمیر کروایا تھا۔خاکسار نے بھی اس مسجد میں بے شمار نمازیں پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔بلکہ ایک مرتبہ انگلستان سے واپسی پر حضرت قاضی صاحب ؓ کی موجودگی میں خاکسار نے ''یورپ میں اسلام'' کے موضوع پر تقریر کی۔ حضرت قاضی صاحب ؓ جب بھی مردان میں ہوتے تو خطبہ جمعہ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

1986ء کے اینٹی احمدیہ فسادات کے دوران اس خانۂ خدا کو اسلام کے دشمنوں نے آگ لگا دی اور یہ مسجد مسمار ہو گئی۔اِنَّاللہ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔مسجد میں درجنوں قرآن مجید کے نسخے بھی تھے، وہ بھی نظر آتش کئے گئے اور سامان لوٹا گیا اور نام نہاد مسلمانوں اور ملّاؤں کو خانۂ خدا اور کتاب اللہ کو جلانے اور اس کی توہین کرنے میں ذرہ بھی شرم محسوس نہ ہوئی۔ایک دن ضرور آئے گا جب اللہ تعالیٰ ہمیں کئی مساجد مردان میں تعمیر کرنے کی توفیق دے گا۔انشاءاللہ۔

مسجد احمدیہ کوہاٹ

کوہاٹ میں لوکل احمدیوں کی مختصر سی جماعت موجود تھی اور اب بھی ہے۔حضرت قاضی صاحب ؓ کوہاٹ بغرض تبلیغ و تربیت جماعت تشریف لے جایا کرتے تھے۔آپکی تبلیغ کے نتیجہ میں وہاں کے احمدی فدائی اور مخلص تھے۔حضرت قاضی صاحب ؓ نے محترم خان بہادر محمد علی خان صاحب بنگش سے مسجد کی تعمیر کی ضرورت کے متعلق مشورہ کیا۔خان بہادر صاحب نے اپنے گھر میں اس بات کا تذکرہ کیا۔انکی دختر نیک اختر نے اپنا زیور فروخت کر کے کافی رقم مہیا کر دی۔

چنانچہ کوہاٹ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت قاضی صاحب ؓ کی نگرانی میں ایک خوبصورت

مسجد تعمیر ہوگئی۔خاکسار کو بھی اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔فالحمدللہ۔
آپ نے کوہاٹ میں بھی احمدیہ قبرستان کیلئے زمین خریدلی۔

مسجد احمدیہ سول کوارٹرز

محترم حضرت قاضی صاحبؓ اپنی کتاب ظہور احمد موعودؑ کے صفحہ 107 میں تحریر کرتے ہیں کہ مسجد احمدیہ کی تعمیر انہوں نے 1951ء میں شروع کروائی اور خدا کے فضل سے بڑی شاندار مسجد بنی۔ پشاور کی جماعت کیلئے قبرستان کی زمین خریدی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو صوبہ سرحد کے تمام اضلاع میں مساجد تعمیر کروانے کیلئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق دی۔آپ احباب جماعت کی خبر گیری آخر دم تک کرتے رہے۔

آپکی تصانیف

حضرت قاضی صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے تحریر کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔آپ اردو، فارسی اور پشتو میں نہایت اعلیٰ زبان میں تحریری کام کرتے تھے۔آپ کی تحریرات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے پیغامات کو ہر طریقے سے آگے پہنچانے کی کوشش تھی۔تینوں زبانوں میں تبلیغی لٹریچر لکھا اور مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔غیر مبائعین کو ہر طریقے سے سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔

آپ کا خط خوشخط تھا۔تحریر میں سادگی کے ساتھ ساتھ روانی تھی۔صوبہ سرحد میں یوں تو کافی پڑھے لکھے احمدی موجود تھے لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحبؓ کو زبردست قلمی جہاد کرنے کی توفیق دی۔جو آج تک کوئی اور نہ کرسکا۔یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور فضل تھا۔آپ پشتو، فارسی اور اردو زبان میں فی البدیہہ شاعری بھی کرتے تھے اور شاعری کی ہر صنف میں طبع

آزمائی کی ہے۔

آپ کی شاعری کے مجموعات اردو، فارسی اور پشتو میں موجود ہیں۔آپ کے اشعار اور مضامین اخبارات الفضل، الحکم، الفاروق اور الفرقان میں موجود ہیں۔ یہ مجموعات ہزاروں کیلئے ہدایت کا باعث بنے اور ہمیشہ بن سکتے ہیں۔

پشتو زبان میں آپ پہلے احمدی ہیں جنہوں نے کثرت سے تبلیغ دین کیلئے کتابیں اور مضامین لکھے۔آپ کی ان خدمات کا اعتراف پشتو اکیڈمی صوبہ سرحد نے بھی کیا ہے اور ''پشتو شعرائے سرحد'' نامی کتاب میں آپکا تذکرہ کیا ہے۔

آپکی یہ کتب صوبہ سرحد سے باہر ہندوستان اور افغانستان میں کثرت سے تقسیم ہوئیں اور سینکڑوں لوگوں کیلئے ہدایت کا باعث بنیں۔پشتو ادب میں آپ کا مقام مقدم ہے۔

آپکی تصانیف اردو زبان میں

1	النبوۃ فی القرآن 432 صفحات	2	النبوۃ فی الوحی والالہام
3	النبوۃ فی الاحادیث	4	آیات خاتم النبیین وتفسیر سلف صالحین
5	وفات حضرت عیسیٰ ناصریؑ	6	عقائد احمدیت
7	خطاب بہ بنی اسرائیل	8	فضیلت سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برجمیع انبیاء
9	دُرِّعدن نظم اردو	10	دُرِّعدن پشتو
11	دُرِّعدن فارسی	12	امتیاز
13	احمد جری اللہ	14	کتاب الحیات
15	آیات مبین فی التفسیر	16	حضرت احمد علیہ السلام
17	حضرت احمد جری اللہ	18	قاطع الانف
19	فتح مبین	20	عاقبۃ المکذبین

21	عیسائیت قدیم بت پرستی کا حربہ	22	مجھے میرا مذہب کیوں پیارا ہے
23	حضرت احمدؑ کے دعویٰ کی بنیاد	24	حقیقۃ المہدی
25	چیلنج انعامی دربارہ نبوت	26	جماعت احمدیہ اور احرار
27	ایک غلط فہمی کا ازالہ	28	تذکرہ آل عمرؓ
29	الفرقان	30	اناجیل کا یسوع
31	کتاب الحیات	32	عیسیٰ در کشمیر
33	مظہر العجائب	34	سیر کشمیر
35	ظہور احمد موعودؑ	36	تین چیلنج دربارہ مذہب شیعہ
37	آثار قیامت	38	احمد موعود

پشتو زبان میں تصانیف

1	وفات المسیح	2	آثار قیامت
3	نزول المسیح	4	عقائد احمدیہ
5	خروج الدجال	6	تحفۃ النبوۃ
7	خروج دابۃ الارض	8	خروج یاجوج ماجوج
9	ضمیمہ تحفۃ النبوۃ	10	الاسلام
11	حقیقۃ المہدی	12	النبوۃ فی القرآن
13	الموعود فی القرآن	14	خاتم النبیین اور تفسیر سلف صالحین
15	مطاع نبی	16	التبلیغ ثبوت وفات مسیح از قرآن
17	التبلیغ ثبوت وفات مسیح از اقوال سلف	18	عیسیٰ در کشمیر۔ پشتو
19	پشتو دیوان احمدی	20	آہ نادر شاہ شہ شو

21	احمدیت اور افغانستان	22	احسن الاحادیث
23	پشتو لُغت	24	پشتو تفسیر القرآن
25	مطالبات برہانیت	26	عذاب اور رسول
27	تفسیر خاتم النبیین	28	حقیقۃ الیسوع
29	التبلیغ نمبر 3	30	ضمیمۃ النبوۃ
31	خروج دابۃ الارض	32	مطاع النبی
33	مطالبات برھانیہ	34	چیلنج انعامی یک صد روپیہ در بارہ نبوت
35	کتاب الحیات فارسی	36	ایک غلط فہمی کا ازالہ
37	عاقبۃ المکذبین اوّل افغانستان	38	عاقبۃ المکذبین حصہ دوم
39	کیا یسوع خدا تھا؟	40	کیا یسوع خدا کا بیٹا تھا؟
41	خلیق الطیور	42	عالم الغیب
43	یسوع اور تثلیث	44	یسوع اور آسمان
45	یسوع اور صلیب	46	کیا یسوع خدا تھا
47	کیا یسوع خدا کا بیٹا تھا	48	کیا یسوع نبی تھا
49	کیا یسوع بے گناہ تھا	50	محی الموتا
51	کلمۃ اللہ	52	روح اللہ
53	روح القدس	54	کھلا خط بنام مولوی ثناء اللہ
55	عیسائیوں کے نام ایک خط		

سیرت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

تحریر کردہ:

محترم ڈاکٹر مسعود احمد قاضی صاحب ابن حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ

❁

میرے والد محترم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقیؓ حضرت مسیح موعودؑ کے زمرۂ اصحاب میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔آپ یکم ستمبر 1883ء کو(بمطابق 28 شوال 1300ھ) بمقام ہوتی ضلع مردان محترم قاضی محمد صدیق صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔حضرت والد صاحب نے لکھا ہے کہ ان کے والد قاضی محمد صدیق صاحب ایک عالم فاضل،خوش مزاج،محنت کش، ،خوش طبع، غریب دوست اور ہمدرد انسان تھے۔کشیدہ قد و قامت 6فٹ سے اُونچا قد،مظبوط جسم،قوی ھیکل وجود،سرخ و سفید رنگ تھا۔آپ ایک مہمان نواز انسان تھے۔دوستوں کے کام آتے تھے۔دور دراز تک ان کی واقفیت تھی۔سرحد اور افغانستان سے ان کے مہمان آتے رہتے۔اپنے رشتہ داروں اور اقرباء سے نہایت حسن و احسان سے پیش آتے تھے۔

حضرت والد صاحب کی والدہ محترمہ بی بی عارفہ صاحبہ ایک پاکیزہ خصلت،نیک سیرت،خوش اخلاق،باہمت،محنت کش،صابرہ،خداترس،نرم دل،ہمدرد،غریب پرور،پابند صوم وصلوٰۃ،تہجد گزار اور باسلیقہ خاتون تھیں۔امور خانہ داری سے خوب واقف تھیں۔

قرآن حدیث، فقہ، فارسی اور پشتو کا خوب علم تھا۔ غالباً سینکڑوں بچوں کو والدین نے قرآن کریم پڑھایا ہے۔ آپ نے نہایت پاک زندگی گزاری۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ والد صاحب کے والدین جمعہ کے دن فوت ہوئے اور والد صاحب کی وفات بھی جمعہ کے دن مسجد احمدیہ مردان میں ہوئی۔ حضرت والد صاحب اہل فاروق ؓ میں سے تھے اور حضرت عمر فاروق ؓ کی 39 ویں پشت میں سے تھے۔ آپ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی اولاد میں سے تھے۔ ہمارے جد اعلیٰ حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ تھے جو سلطان بلخ تھے۔ پھر آباء اجداد نے کابل، غزنی اور افغانستان کے توران، خراسان اور ایران کے بڑے علاقوں پر کئی پشتوں تک حکومت کی۔

آخری بادشاہ شہزادہ احمد تھے جنہوں نے چنگیز خان کی تاتاری یلغار کا مقابلہ کیا اور 618 ہجری میں شہید ہوئے۔ ''خاندان فاروقیہ'' نے پھر ہندوستان ہجرت کی۔ انہوں نے خاندیس (دکن) میں تقریباً ڈھائی سو سال ایک زبردست سلطنت کی شکل میں حکومت کی اور بالآخر جلال الدین اکبر نے خاندیس پر حملہ کر کے اسے اپنی سلطنت کا حصہ بنالیا۔ ہندوستان میں بھی پشت در پشت اس خاندان میں قطب اور ابدال اور اولیاء کرام بزرگ گزرے ہیں جن میں حضرت فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت مجدد الف ثانی ؒ، حضرت شیخ احمد سرہندیؒ، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، حضرت غلام فرید چاچڑیاں والے قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولانا الحاج حافظ نور الدین ؓ خلیفۃ المسیح الاوّل بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اہل فارس تھے۔

ہمارے جد اعلیٰ حضرت قاضی محمد قابل صاحب کو احمد شاہ ابدالی نے انکی خاندانی وجاہت، علم و فضل اور شہرت کی وجہ سے علاقہ کا قاضی مقرر فرمایا اور پھر خاندان میں سے ان کی اولاد مسلسل قاضی کے عہدہ پر فائز ہوتی رہی اس لئے قاضی کہلانے لگے۔

حضرت والد صاحب لکھتے ہیں کہ ان کو 1896 میں ماہ رمضان میں ہوا سورج گرہن اور چاند گرہن یاد تھا اور وہ خود اس عظیم الشان نشان کے شاہد تھے۔

آپ نے چونکہ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی تھی اور پنج گنج ،تحفہ نصائح ،گلستانِ سعدی، بوستانِ سعدی وغیرہ پڑھی ہوئی تھیں اس لئے سکول میں مسلسل اوّل پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ توریت وانجیل کے مضامین میں انعامات لئے۔ پھر حضرت احمد علیہ السلام کا قصیدہ الہامیہ پڑھا اور ازالہ اوہام کا مطالعہ کیا اور باقی تمام کتب بھی پڑھیں اور وفات مسیح کے قائل ہوئے۔ دینیات کے استاد اور دوسرے ملاؤں سے وفات مسیح پر بحث ومباحثہ ہونے لگا۔ حضرت منشی خادم حسین بھیروی صاحبؓ جو انگریزی کے استاد تھے کی وساطت سے 15 جنوری 1902 کو بیعت کا خط لکھا۔ 28 فروری 1902 کے الحکم اخبار نے بیعت کنندگان کے ناموں میں آپ کا نام بھی شائع ہوا۔ جلسہ سالانہ 1902ء میں قادیان جا کر شمولیت کی اور حضرت احمدؑ کے دست مبارک پر مسجد مبارک میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ بھی اپنے مریدوں کے ساتھ پہلی اور آخری مرتبہ قادیان تشریف لائے تھے اور لنگر خانہ قادیان میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ والد صاحب بھی لنگر خانہ میں ٹھہرے تھے۔ آپ نے بھی شہید مرحومؓ سے ملاقات کی، اس کے بعد والد صاحب مسلسل حضرت احمدؑ کی وفات تک قادیان تشریف لے جاتے رہے۔ گورداسپور اور لاہور بھی حضورؑ کے ساتھ جانے کا موقع ملا اور کئی ہفتے گزارے۔ حضرت احمدؑ کی مسلسل خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہاتھ دھلوانا، جسم دبانا، کھانا کھلانا وغیرہ وغیرہ۔ حضورؑ کے ساتھ کھانا کھاتے وقت بطور تبرک کئی دفعہ پس خوردہ ملا۔ (یہ ساری تفصیل 'تاریخ احمدیت سرحد' اور 'ظہور احمد موعودؑ' کتابوں میں موجود ہے)

آپ سے بہت ساری روایات مروی ہیں جو کہ سیرت المہدی اور رجسٹر روایات صحابہ میں بطور ریکارڈ موجود ہیں۔ آپ نے مسلسل الٰہی نشانات دیکھے اور حضرت احمد علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ، سیرت طیبہ اور قوت قدسیہ کے ایسے عاشق ہوئے کہ آخری دم تک احمدیت سے علی وجہ البصیرت ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ 'حضرت احمد علیہ السلام' لکھتے اور اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے تو

ایک 'بدر کامل' اور 'حضرت احمد جری اللہ' اور 'عاشق صادق' کے طور پر یاد کر کے ایک وجد آفریں سرور کے عالم میں پہنچ جاتے۔ مجھے کئی دفعہ فرمایا کہ:

''بیٹا! میں نے وہ چہرہ دیکھا ہے اور وہ چہرہ صادق کا چہرہ تھا، جھوٹے کا ہرگز نہیں۔''

آپ نے اس عہد کو، اس بیعت کو اور اس مبارک ہاتھ کے تقدس کو (جس میں آپ نے اپنا ہاتھ دیا تھا) کبھی فراموش نہیں کیا اور زندگی کا ہر لمحہ اپنے پیارے 'حضرت احمد علیہ السلام' کی سیرت طیبہ کی ایسی تقلید کی اور اس شان سے ان کی حسین اور پاک تعلیم کو اور پاک اور مقدس نمونے کو اپنایا اور ایسے فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ہوئے کہ ہر آن اپنا تن من دھن خدا اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہدی آخر الزمان علیہ السلام کی خاطر قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار تھے۔

آپؓ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو آپ کی دینی غیرت تھی، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ دینی غیرت ایمان کا ایک نہایت ضروری حصہ ہے۔ آپ حضرت احمد علیہ السلام اور احمدیت و اسلام کیلئے ایک جلالی غیرت رکھتے تھے۔ کئی بدزبانوں، شان رسولؐ میں گستاخی کرنے والوں، فحش گالیاں بکنے والوں کی آپ نے خوب خبر لی اور تقریر و تحریر سے ان کے منہ ایسے بند کر دئے کہ پھر ان کو دوبارہ جرأت نہیں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خط میں خاکسار کو تحریر فرمایا کہ:

''حضرت قاضی صاحبؓ تو احمدیت کیلئے ایک ننگی تلوار تھے۔ ان کی وجہ سے تو دشمنوں کا پتہ پانی ہوتا تھا۔''

یہ رعب و جلال آپ کو جدِ امجد حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ سے ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی طرح آپ بھی ایک بہترین منتظم، مدبر، جری، فقیہ اور ماہر اللسان تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی تو منافقوں اور دشمنوں کیلئے ایک شمشیر برہنہ تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

''عمر کے سایہ سے تو شیطان بھی فرار ہو جاتا ہے۔''

والدصاحب کاایک شعر ہے:

میں یوسف ابنِ عمرؓ ہوں، مجھے ہو رعب عطا
کہ میرے سائے سے شیطان فرار ہوجائے

بقول حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ حضرت والد صاحبؓ مجسم تبلیغ تھے۔ 18 سال کی عمر میں احمدیت قبول کی اور پھر شاہی باغی پشاور میں (لندن کے ہائیڈ پارک کی طرح) تبلیغی میدان گرم کیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی 16 کے قریب احباب آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں زمرہ صحابہ میں شامل ہوئے۔اس کے بعد یہ سلسلہ تادمِ مرگ جاری رہا۔کئی سو احمدی احباب آپ کی بالواسطہ یا بلا واسطہ تبلیغ کے نتیجہ میں حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

آپ کی کتابوں، پمفلٹ اور ٹریکٹس کی تعداد 116 ہے۔(خلافت لائبریری ربوہ کی شائع شدہ فہرست کے مطابق) آپ کو اللہ تعالیٰ نے کئی لحاظ سے امتیازی شان عطا فرمائی جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے فارسی، اردو اور پشتو میں درجنوں کتب تحریر فرمائیں۔آپ ان تینوں زبانوں میں قادرالکلام شاعر بھی تھے۔آپ کے دیوان دُرِعدّن فارسی، درعدّن پشتو اور درعدّن اردو ہیں۔

حضرت احمد علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کی تقلید میں آپ کی ساری شاعری قال اللہ، قال الرسول اور عقائد اسلام واحمدیت، اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعتیہ کلام سے بھری پڑی ہے۔سرحد کے شعراء اور مصنفین کے بارے میں جو کتابیں غیر احمدی مصنفین نے لکھی ہیں، ان میں حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خوب شاندار ذکر کیا ہے اور کلام کا نمونہ بھی دیا ہے۔آپ کو عربی، فارسی، اردو، پشتو، ہندکو، پنجابی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔علاوہ ازیں سرحد، ہزارہ، کوہاٹ وغیرہ کے Dialets سے بھی بخوبی واقف تھے۔پشتو کے نصاب کی کتابیں بھی آپ نے محکمہ تعلیم کیلئے لکھیں جو سکولوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔پشتو اکیڈمی پشاور کے سرکردہ اکابر، شاعر اور اہل قلم احباب آپ کو آکر ملتے اور مضامین لکھواتے (مثلاً رسالہ'دوران' میں) اور آپ کی بیحد عزت اور پذیرائی کرتے۔ان میں مکرم سید رسول رسا صاحب،

مکرم نصر اللہ نصر صاحب اور مکرم ہمیش خلیل صاحب تو مجھے یاد ہیں کہ ملنے آتے تھے۔ پشتو ضرب الامثال اور محاوروں کا ایک شاندار مجموعہ بھی آپ نے تیار کیا ہے جو کہ غیر مطبوعہ ہے۔ سرحد میں غالباً کسی اور کو یہ توفیق نہیں ملی کہ ان تین زبانوں میں احمدیت کی تائید میں اتنا کچھ لکھے۔

سرحد میں مساجد کی تعمیر حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ کے دور امارت کا ایک شاندار اور زریں باب ہے۔ برادرم محترم عبدالعزیز خان صاحب سابق نائب امیر پشاور نے نہایت عرق ریزی سے سرحد کی مساجد پر تحقیق کی ہے اور اپنی کتاب 'شانِ شہیدان' (شائع شدہ Unitech Publications قادیان) میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ تاریخ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ سے ہی شروع ہوتی ہے۔

مساجد کیلئے ساری عمر کوشاں رہے۔ کوئی 11 کے قریب مساجد، علاوہ ازیں قبرستان، مہمان خانے، دوکانیں اور دارالتبلیغ کے مراکز آپ کی سعی پیہم سے سرحد میں وجود میں آئے۔ مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں آپ کو زبردست مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ عدالتوں میں مقدمے بھی ہوئے، غنڈوں اور بدمعاش لوگوں سے مقابلے بھی ہوئے لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ آپ نے ان کا مجاہدانہ مقابلہ کیا اور ایک آہنی عزم کے ساتھ بنیان مرصوص کی طرح ان طوفانوں کے آگے سینہ سپر و ثابت قدم رہے۔ مساجد آباد ہوئیں اور نماز باجماعت قائم ہوئی۔

حدیث میں آیا ہے کہ مومن کا دل مسجد میں اٹکا ہوتا ہے۔ یہ حدیث محترم والد صاحب پر بالکل موزوں بیٹھتی ہے۔ مسجد سے آپ کو محبت تھی اور نماز سے عشق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد ہی میں آپ کو وفات دی۔ درس قرآن آپ نے 1912 سے لیکر آخر دم تک جاری رکھا۔ گھر میں بھی اور مسجد میں بھی ہم سب بھائی بہنوں کو قرآن کریم باترجمہ مع تفسیر بہت شوق سے پڑھایا۔ قرآن کریم سے آپ کو عشق تھا۔ ہمیشہ اپنی جیب میں چھوٹا قرآن شریف رکھتے اور اس کو پڑھتے رہتے، معنی اور تفسیر پر غور کرتے رہتے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ عنہ (پسر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنہوں نے حضور علیہ السلام کی زندگی میں بیعت نہیں کی تھی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیعت کی تھی) ان سے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن دریافت فرمایا کہ والد صاحب کے بارہ میں کچھ بتائیں (حالانکہ اس وقت وہ احمدی نہ تھے) لیکن آپ (مرزا سلطان احمد صاحب) نے فرمایا کہ:

''ایک بات ان کی میں یہ بتادوں کہ قرآن کریم کو شاید 10 ہزار مرتبہ سے بھی زائد پڑھا ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف کوئی اعتراض یا تنقید بالکل برداشت نہیں کرسکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آپ کو بیحد عشق تھا۔''

حضرت والد صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے پیرو تھے۔ آپ کو بھی قرآن کریم کا اکثر حصہ حفظ تھا۔ مختلف آیات برموقع اور برجستہ پیش کردیتے تھے۔ ان کے درس قرآن میں بڑے بڑے جید صحابہ کرام اور علماء بھی شامل ہوتے۔ حضرت غلام حسن صاحب نیازی رضی اللہ عنہ (جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے خسر بھی تھے) جو کہ والد صاحب کے اُستاد بھی تھے، وہ بھی شامل ہوتے تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوتے تھے۔

آپ نے لکھا ہے کہ آپ نے دُعا کی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سارے مضامین اور قرآن کریم کا علم خود سمجھا دیا تھا۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ بہت ساری نادر کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف A Man of God میں اس بات کا خاص ذکر کیا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی میں کس طرح ان کو یہ خیال آیا کہ جو حوالے ہم نے شیعوں کے بارہ میں پیش کئے ہیں، ہمارے پاس ان کے ریفرینس نہیں ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے مکرم دوست محمد صاحب شاہد کو مردان روانہ کیا۔ وہ بہت ساری نادر کتب حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کی لائبریری سے ریفرینس کے لئے لے گئے اور وہی ہوا کہ اگلے دن ان ملاؤں نے ریفرینسز مانگے تو ہمارے پاس کتب موجود تھیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ آپ نے کئی صد کتب عربی، فارسی، اردو، پشتو اور انگریزی کی پڑھیں۔ فقہ اور احادیث اور علوم مروجہ پر آپ کی بہت دسترس تھی۔ علم نصاب کے ماہر تھے۔ خاندان فاروقیہ

پر ایک سیر حاصل کتاب موجود ہے جو کہ غیر مطبوعہ ہے۔ جس میں بہت عرق ریزی کے ساتھ درجنوں علمِ نصاب کی کتابوں سے حوالے دیئے گئے ہیں۔ تواریخ کی کتابیں اور علمائے سلف کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ایک زبردست محقق کی طرح اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ پٹھانوں کی تاریخ، رسم و رواج، زبان و کلچر، پٹھانوں کا بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل میں سے ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سفر کشمیر اور اس پر کئی کتابیں، سیر کشمیر پر ایک غیر مطبوعہ کتاب، پشتو میں قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر (غیر مطبوعہ)، حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی پر کتاب (غیر مطبوعہ)، اور پھر حضرت سید احمد شہید اور شاہِ اسماعیل شہیدؒ کی قبروں کو ڈھونڈ نا جو کہ جنگلات میں نامعلوم اور بالکل خستہ حالات میں تھیں۔ وہاں اپنی محنت اور کاوش سے ان مزاروں کے لئے چار دیواری، کتبے، کتبوں پر ان کے لئے تاریخ وفات اور نیچے جماعت احمدیہ کی طرف سے قاضی محمد یوسف احمدی (امیر جماعت احمدیہ سرحد) لکھوایا۔ حضرت مصلح موعودؓ بھی قافلہ کے ساتھ وہاں زیارت کیلئے تشریف لے گئے تھے اور دعا کی تھی۔ والد صاحبؓ بھی ساتھ تھے۔ اُس وقت کے غیر احمدی اخبارات نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ان دو شہداء کے مزاروں کو نمایاں کرنے، ان کے اردگرد دیوار بنانے اور کتبے لگانے کا کام بھی ایک احمدی کر گیا ہے۔ یہ ہمارے لئے شرم کا مقام ہے۔

حضرت والد صاحبؓ نے اسلامیہ کالج پشاور اور دوسرے کالجوں میں تبلیغ کیلئے جانا شروع کیا جس کے نتیجہ میں بہت سے ذہین اور شریف الطبع طلباء نے احمدیت قبول کی (جن میں جنرل احیاءالدین صاحب اور مکرم میاں ضیاءالدین صاحب سفیر ہند شامل ہیں) پھر باقاعدگی سے پشاور کے گردونواح میں قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، گلی گلی چند احباب کو ساتھ لیکر تبلیغ کیلئے نکل جاتے۔ مباحثات اور مناظروں کی ایک لمبی فہرست ہے جو آپ نے کئے، ان میں مولوی ثناءاللہ امرتسری اور مولوی محمد حسین بٹالوی سے مباحثے بھی شامل ہیں۔ مردان، پشاور اور سرحد میں کئی چوٹی کے علماؤں سے مباحثے ہوئے جن کی تعداد کوئی یک صد ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ احمدیت کو فتح دی اور دشمن ذلیل و خوار ہوئے۔

بہائیوں میں محمود زرقانی سے، شیعوں سے مولوی کفایت حسین سے، پادریوں میں کئی نامور پادریوں سے (جن کا میں خود گواہ ہوں) مباحثے کئے۔ سیرت النبیؐ کے سالانہ اجلاسات منعقد کئے۔ نواب ہوتی مکرم کرنل محمد اکبر خان صاحب کے حجرے میں یہ جلسے اور مباحثات ہوا کرتے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت والد صاحب فتحیاب ہوتے۔ حضرت والد صاحب نے سبھی انگریز گورنرز، چیف کمشنرز اور دوسرے افسران کو تبلیغ کی، کتابیں دیں۔ افغانستان کے شاہی خاندان میں سے سردار محمد یوسف خان صاحب کو تبلیغ کی (یہ جنرل نادر خان صاحب کے والد تھے)، پھر جنرل نادر خان صاحب کو وفد کی شکل میں ملکر پشاور میں تبلیغ کی (یہ بعد میں نادر شاہ کے نام سے بادشاہ افغانستان بنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان الہام 'آہ نادر شاہ کہاں گیا' کی صداقت پر مہر ثبت کر کے راہیٔ عدم ہوئے) اسی طرح سردار شجاع الدولہ صاحب گورنر ہرات کو مل کر تبلیغ کی۔ سر شجاع الملک اور ہز ہائینس ناصر الملک گورنر چترال کو ملتے رہے اور تبلیغ کرتے رہے۔

آپ کے اُسوہ حسنہ میں تعلق باللہ، حبِ رسول اور شفقت علی خلق اللہ، ذکر الٰہی، عبادات، توکل الی اللہ، عدل و احسان و ایتاء ذوالقربیٰ، بیواؤں، یتیموں، غریبوں کی مدد اور عزت، بچوں کے ساتھ بیحد پیار اور شفقت کا سلوک، ہمسائیوں کے ساتھ حسن وسلوک شامل تھے۔ آپ نہایت نڈر، شجاع و بہادر انسان تھے۔ آپ ہمیشہ مسلح رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خوبصورت صورت، مضبوط جسم اور بارعب و دلکش شخصیت عطا کی تھی۔ رعب ایسا کہ دوست تو دوست دشمن بھی معترف تھے۔ مجال ہے کہ ان کے سامنے یا ان کی محفل میں کوئی غلط یا نازیبا کلمہ منہ سے نکالے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ جہاں سے گزرتے تھے غیر احمدی بھی سگریٹ وغیرہ پھینک کر باادب کھڑے ہو جاتے تھے۔ اگر کبھی کسی ظالم کو دیکھا کہ ظلم کر رہا ہے اور بار بار منع کرنے کے باوجود گالی گلوچ اور مار پیٹ سے باز نہیں آتا تو اپنے مشہور زمانہ 'عصائے موسیٰ' سے اس کی خوب مرمت کرتے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ جون 1936 میں بازار قصہ خوانی پشاور میں پیش آیا۔ ہوا یہ کہ پشاور، مردان اور ہزارہ میں ایک خوفناک تحریک چلی اور والد صاحب کے خلاف جلسے جلوس منعقد ہوئے۔ احراری ملاؤں نے خوب

اودھم مچایا اور حضرت والد صاحب کو واجب القتل قرار دیا۔ والد صاحب کی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ جب ایک دن آپ بمع محترم عجب خان صاحب مرحوم بازار قصہ خوانی میں سے گزر رہے تھے تو پیچھے سے عبدالعزیز نامی ایک احراری قاتل نے آپ پر پستول سے فائر کرنے کی کوشش کی۔ عجب خان صاحب اس کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ والد صاحب نے پلٹ کر دیکھا تو پہلے تو پستول نکالا۔ پھر یہ سوچ کر کہ بہت سارے بے گناہ تماشائی کھڑے ہیں، ان کا جانی نقصان نہ ہو۔ آپ نے اپنے عصا سے اس قاتل کی خوب مرمت کی اور پستول اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ بعد میں اس حملہ آور کو سات سال قید کی سزا ہوئی۔ جب ضمانت پر رہا ہوا تو اس نے والد صاحب کو پیغام بھیجا کہ میں معافی کا خواست گار ہوں اور خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے جواباً پیغام بھجوایا کہ میں نے معاف کر دیا ہے، ملاقات کی کوئی ضرورت نہیں۔ عجیب معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس موزی حملہ آور کے شر سے محفوظ رکھا۔ پستول کی نالی میں گولی ٹیڑھی ہو گئی تھی۔ اب نہ تو وہ گولی باہر نکلتی تھی اور نہ ہی پستول فائر کر سکتی تھی۔ ایک انگریز ڈی ایس پی نے بعد میں پستول کی تصویریں لیں اور لیبارٹری میں پستول کا ٹیسٹ کروایا تو معلوم ہوا کہ پستول بالکل ٹھیک تھا اور اعلیٰ ساخت کا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا آپ سے وعدہ تھا کہ **وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** ۔ وہی وعدہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور پھر حضرت مہدی آخری الزمان علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قاتلانہ حملوں، ڈاکوؤں، دشمن کی گزند، سانپوں، زلزلوں اور سیلابوں سے ہر موقع پر بچایا۔ آپ کی حفاظت فرشتوں نے کی اور آپ نے خطرات اور مصائب سے بے پرواہ ہو کر تبلیغ اسلام اور احمدیت بڑی تندہی اور جاں فشانی سے ساری عمر جاری رکھی۔

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ سرحد میں ایک قاضی صاحب تبلیغ کا فریضہ جس خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں، وہ پنجاب میں پانچ یا چھ مبلغین بھی مل کر نہیں کر سکتے۔ یاد

رہے کہ آپ آنریری مبلغ تھے اور امیر جماعت احمدیہ تھے۔آپ صاحب کشف و الہام تھے، مستجاب الدعوات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر غیب کی باتوں سے آپ کو مطلع کیا۔آپ کی دعائیں اور مناجات سنیں۔آپ کا خود حافظ و ناصر اور ولی اور وکیل بنا۔آپ نے کئی سو سے زیادہ اپنے الہامات، رؤیاء وکشوف درج کئے ہیں جو کہ غیر مطبوعہ ہیں اور ہم سب کیلئے ایمان کی تازگی کا باعث ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے مقرر کئے ہیں۔ایک خوشی و مسرت کی خبر دینے کیلئے اور دوسرا انذاری خبر دینے کیلئے۔ مجھے تہجد کی نماز کیلئے ایک فرشتہ ہی اُٹھاتا ہے۔ایسے بے شمار واقعات ہیں جن کے ہم چشم دید گواہ ہیں۔خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک کتاب کی شکل میں ضرور شائع کر دیں گے۔انشاءاللہ۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وفات کی خبر بھی بالکل صاف الفاظ میں دے دی تھی، تفصیل لمبی ہے۔شائد 29 یا 30 دسمبر 1962ء کو آپ نے کھانے کے دوران فرمایا کہ میں نے رویاء میں دیکھا ہے کہ نوروز (جو ہمارا ایک معصوم سا چترالی نوکر تھا) نے مجھے چاندی کے تین سکے دیئے ہیں۔جب ہم میں سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا تعبیر ہے۔(والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح تعبیر الرویاء کا خاص علم وملکہ بھی عطا فرمایا تھا)

آپ نے فرمایا کہ نوروز سے مراد نیا سال ہے اور تین چاندی کے سکوں سے مراد تین دن بھی ہو سکتے ہیں۔پھر آپ خاموش ہو گئے۔

والد صاحب عموماً اپنی رؤیاء والہامات وغیرہ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔میں نے اس بات کا کوئی خیال بھی نہیں کیا (میری عمر اس وقت 17 سال تھی)

نیا سال طلوع ہوا، یکم جنوری 1963ء منگل کا دن تھا۔تین دن گزر گئے ۔چوتھے دن جمعۃ المبارک کا دن تھا، آپ نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر پہلے تانگے میں بعد میں پیدل بینک تشریف لے گئے اور وہاں سے پنشن وصول کی۔ بعد میں کچہری جا کر اپنے بھائی محترم قاضی محمد شفیق صاحب

ایم اے .ایل ایل بی سے ملاقات کی۔ وہ بھی حیران تھے کیونکہ والد صاحب نے کبھی بھی کچہری جا کر ان سے ملاقات نہیں کی تھی۔ پھر مسجد احمدیہ بکٹ گنج مردان آئے، نمازیوں کے وضو کیلئے حسب معمول کنوئیں سے پانی نکال کر حوض بھرا۔ مسجد کی صفائی کی، چٹائیاں پھیلائیں وغیرہ جو کہ ان کی دیرینہ عادت تھی۔ پھر نوافل اور سنتیں ادا کیں۔ نماز کے دوران آپ کے سینہ میں تکلیف شروع ہوئی اور آپ لیٹ گئے۔ ڈاکٹروں کے آتے آتے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اسی مسجد میں بروز جمعہ بعمر 82 سال اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی رؤیا پوری ہوئی، نئے سال میں صرف تین چاندی کے سکّے (یعنی تین دن زندگی کے) ملے اور چوتھے دن بروز جمعہ اپنے مالک حقیقی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ان کی دُعائیں ساری احمدی جماعت کیلئے، تمام اہل خاندان کیلئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

جنازہ میں ایک کثیر تعداد میں لوگ شامل ہوئے۔ غیر احمدی بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔ سب ان کی زندگی اور موت دونوں پر رشک کرتے تھے کہ زندگی بھی ایسی ہو اور موت بھی ایسی ہو کہ خانہ خدا میں بروز جمعۃ المبارک باوضوء دورانِ نماز اللہ تعالیٰ اُٹھا لے۔ جناب شمس الدین خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ سرحد نے تدفین سے پہلے اعلان کیا کہ جس نے ولی اللہ کی زیارت کرنی ہو وہ آئے اور آگے آ کر آج حضرت قاضی صاحبؓ کا چہرہ مبارک دیکھ لے۔ کئی لوگوں نے ہمیں کہا کہ آج سرحد کے احمدی یتیم ہو گئے ہیں۔

آپ کی حیثیت بابائے افغان کی سی تھی، ہر احمدی کے دُکھ درد میں شریک ہوتے، مریضوں کی بیمار پرسی، دُکھی لوگوں کی دادرسی، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت اور مسلسل امداد وغیرہ۔ آپ دور دراز کے احمدیوں کے پاس پہنچ جاتے، مسلسل دورے کرتے۔ احمدیوں کی تعلیم و تربیت کرتے اور ان کے اہل و عیال کی نگہداشت کرتے۔ رشتے ناطوں کا انتظام کرواتے، کوئی فوت ہوتا تو سب احمدیوں کو تلقین

کرتے کہ جنازے کیلئے پہنچ جائیں تا کہ غیر احمدی یہ نہ سمجھیں کہ احمدی تھا تو کوئی پرسان حال نہیں۔

محترم مولانا چراغ الدین صاحب مربی سلسلہ کے ساتھ مسلسل ہزارہ، کوہاٹ، بنوں، ڈی آئی خان، مردان، ٹوپی وغیرہ کی جماعتوں کا دورہ کرتے۔ خاکسار بھی کئی مرتبہ دوروں میں آپؓ کے ساتھ رہا۔ لوگوں کے مسائل اور مشکلات کا حل تلاش کرتے، ہر ایک کا یہی پختہ یقین ہوتا کہ قاضی صاحبؓ کے ساتھ ہمارے خاص تعلقات ہیں اور حضرت قاضی صاحبؓ کو ہم سے ایک خاص انس اور محبت ہے۔

محترم صاحبزادہ عبدالحمید صاحب آف ٹوپی نے ایک لمبا مضمون مجھے بھیجا تھا جس میں ذکر تھا کہ کس طرح ایک مربی صاحب کو ڈی آئی خان میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ صاحبزادہ صاحب کو محترم شمس الدین خان صاحب مرحوم نے پشاور میں پیغام دیا کہ اگر آپ کی کوئی واقفیت ڈی آئی خان میں ہو تو شاید مدد کر سکیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ سخت گرمی کے دن تھے میں نے سوچا کہ اب تو شام ہو چکی ہے صبح پتہ کر لوں گا۔ جب صبح مسجد احمدیہ محلہ گل بادشاہ جی پشاور شہر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت قاضی صاحب تو علی الصبح ہی پہلی بس سے ڈی آئی خان روانہ ہو چکے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بیحد شرمندگی ہوئی کہ میں نے جوان اور صحت مند آدمی ہو کر بھی گرمی کا خیال کیا۔ لیکن حضرت قاضی صاحبؓ اس بڑھاپے اور ضعف کی حالت میں بھی دس بارہ گھنٹے بس کا سفر کر کے بلاخوف و خطر مربی صاحب کی مدد کیلئے ڈی آئی خان کو روانہ ہو گئے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشہ لب بام ابھی

والد صاحب مبلغین اور مربیان اور خدام الاحمدیہ کی بیحد قدر کرتے تھے۔ بزرگوں کا بیحد خیال رکھتے تھے۔ اور ہمیں بھی اس کی مسلسل تلقین کرتے رہتے تھے۔ مہمانوں کے ہاتھ دُھلانا، کھانا کھلانا اور رہائش کا انتظام کرنا آپ کے وصف تھے۔ آپ کا دسترخوان ہمیشہ بچھا رہا۔ آپ نے فیاضی، مہمان نوازی، اکرام ضیف، باہمی اخوت، بھائی چارے اور خدمت خلق کا ایک بہترین نمونہ

ہمارے لئے مشعلِ راہ چھوڑا ہے۔

پشاور شہر کی مسجد کے پاس ہمارے دو گھر تھے۔ پھر مسجد کے ساتھ مہمان خانہ بھی بنوایا گیا۔ ہر وقت مہمانوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ 1919 میں جب والد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کی تو باقی ساری جماعت غیر مبائعین کی تھی۔ حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ کے اثر و رسوخ اور علم و فضل کی ایسی دھاک تھی کہ ساری جماعت ان کی تقلید میں غیر مبائعین میں شامل ہوئی۔ والد صاحبؓ کا مقاطعہ ہوا، زبردست مخالفت ہوئی اور ان کو اپنے بالا خانہ میں نہ رہنے دیا گیا۔ حضرت والد صاحبؓ نے دن رات ایک کر کے مرکز قائم کیا۔ غیر مبائعین بزرگ بھی آتے تو ان کی تواضع چائے، کیک اور پیسٹریوں سے کرتے اور کھانا کھلاتے۔ غیر احمدی بھی آتے۔ چھوٹے بڑے سب کیلئے 'چشم ما روشن دِل ماشاد' تھا

آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر مبائعین کی جماعت گھٹتی گئی اور مبائعین کی جماعت بڑھتی گئی یہاں تک کہ والد صاحب کی مسلسل کوششوں اور خدمت و خلوص سے متاثر ہو کر حضرت غلام حسن خان صاحبؓ بھی تین دفعہ والد صاحب کے ساتھ قادیان جلسے میں تشریف لے گئے اور پھر 1940ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت بھی کر لی۔ والد صاحب کو اس کی بیحد خوشی تھی کہ میرے استاذی المکرم جو مجھے احمدیت کے قریب لیکر آئے تھے اور میری بیعت کا سبب بنے تھے آج خدا تعالیٰ کے فضل سے میں ان کو خلافت کی آغوش میں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قدموں میں لے آیا ہوں۔

تاریخ احمدیت سرحد کتاب میں والد صاحب نے بہت سارے ایسے احباب کے واقعات قلمبند کئے ہیں، جن سعید روحوں کو والد صاحب کی وجہ سے ہدایت نصیب ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سرحد کی سنگلاخ زمین میں جہاں کے پٹھانوں کی نسلی عصبیت، باہمی دشمنی و عداوت، رسم و رواج کی پابندی، اپنے قبیلے، کنبے یا خاندان کے ساتھ ایک بے مثل وفاداری، پھر بات بات پر زمانہ جاہلیت کی طرح قتل و غارت پر آمادگی، ہر شخص مبالغہ انگیز غیرت اور انتقام کا جذبہ لئے ہوئے پھر رہا

ہو، ایسے علاقے میں یوں دندناتے ہوئے پھرنا، گاؤں گاؤں قریہ قریہ جا کر تبلیغ کرنا، جاہل واجڈ گنواروں کے طعن وتشنیع سننا، اور شفقت محبت، راستبازی، تقویٰ، پارسائی اور مخلوق خدا کی ہمدردی اور خدمت کے ذریعہ ان کے دل جیتنا، اور ان کے اباؤ واجداد کے فرسودہ غلط عقائد و اعمال سے منحرف کرانا اور بالآخر حضرت احمد علیہ السلام کے جانثاروں میں شامل کرنا ایک ایسا عظیم جہاد ہے کہ جس کی مثال نظر نہیں آتی۔ اس مرد مجاہد کیلئے بے ساختہ دل سے دُعائیں نکلتی ہیں۔ کیسی بے نظیر خدمت کی ہے اور جہاد پیہم کیا ہے اور اعلائے کلمۃ حق کیلئے کیسی کیسی قربانیاں دیں ہیں۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنین کردن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے والد صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپؓ کے مبارک نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی احمدیت، اسلام اور خلافت کا جاں نثار بنائے، نیک، صالح، متقی اور خدا نما بنائے کہ والد صاحب خود بھی ایک خدا نما انسان تھے۔ آمین۔

ہمارے والد صاحب کے بارے میں خاکسار کے داماد اور بھانجے ڈاکٹر قاضی منظور احمد صاحب نے رویاء میں دیکھا کہ آپ کے دادا جان حضرت قاضی محمد شفیق صاحب جنت میں ہیں اور بہت خوش ہیں۔ جب منظور نے پوچھا کہ بڑے بابا جی کہاں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ وہاں اوپر پیغمبروں کے ساتھ ہیں۔ الحمد للہ۔

آپ کا الہام تھا اعلی اللہ مقامکم کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا مقام بہت بلند کیا ہے۔ ایک اور الہام تھا کہ اِنَّكَ لَعَلٰى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمَ کہ آپ سیدھے راستہ پر ہیں۔ ایک اور الہام تھا جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر ہے:

امروز قوم من نہ شناسد مقام من

روزے بہ گریہ یاد کند وقت خوشترم

کہ آج میری قوم نے میرا مقام نہ پہچانا لیکن ایک دن میرے اس بہترین وقت کو رو رو کر یاد کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ (آپ کی اس کتاب کی برکت سے) احمدی دنیا میں جہاں جہاں بھی ہوں اس مردِ مجاہد کو ان کی خدمات عالیہ کو، ان کی فدائیت اور جاں نثاری کو، ان کی شجاعت و بہادری کو، ان کی تبحر علمی اور قلمی جہاد کو، ان کی شاندار Legacy کو جو انہوں نے فدائی جماعت تیار کرنے میں (اور مساجد و قبرستان وغیرہ کی تعمیر میں) ساری عمر جس جذبے، جس لگن و عزم سے کام کیا اور اپنا سب کچھ احمدیت کیلئے پیش کر دیا، اس کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔ آپؓ کیلئے، ہمارے لئے، اور خاص کر جماعت سرحد کیلئے دُعائیں کریں گے اور ان پر درود و سلام بھیجیں گے کہ ایسے بطل جلیل اور ایسے رجل عظیم اور ایسے مردِ مجاہد روز روز پیدا نہیں ہوتے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں حضرت قاضی صاحبؓ کے پاک نمونہ پر چلتے ہوئے احمدیت و اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

○○

ترانۂ مسعود

بحمد اللہ منم مسعود احمد

مرید حضرت موعود احمدؑ

(اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں مسعود احمد ہوں (یعنی خوش بخت ہوں) کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک مرید ہوں)

تعالی اللہ چہ خوش بودست آں روز

کہ شد در قادیاں مولود احمد

(کیسا ہی وہ مبارک دن تھا کہ جب یہ قادیان میں پیدا ہوا)

بہ اسلام آمدم از بطنِ مادر

در مولا بمن بکشود احمد

(ماں کے پیٹ سے یہ ایک مسلمان پیدا ہوا اور ہم پر احمد علیہ السلام کی برکت سے یہ رحمت کا دروازہ کھُلا)

مرا با خالق من آشنا کرد

ز بیعت داشت این مقصود احمد

(کہ مُجھے میرے خالق سے آشنا کر دیا۔ اور بیعت کے ذریعے یہ مُراد ہاتھ آئی)

مرا اللہ قرآنِ محمد

بہ حسب شانِ شاں بنمود احمد

(میرا وہ خُدا ہے جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن پیش کرتا ہے)

(احمد علیہ السلام کا ظہور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے مطابق ہوا)

خدا خود در کلام خویش فرمود

محمد شاہد و مشہود احمد

(خُدا تعالیٰ خود اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم احمدؑ کی سچائی پر شاہد و مشہود ہے)

خدا و مصطفےٰ را پیروی کن

بہ ہر یک احمدی فرمود احمد

(خُدا اَور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرو اَور یہی ہر احمدی کو حضرت مسیح موعودؑ کی نصیحت ہے)

نہ چیزے کم نمود از شرع قرآں

نہ چیزے برابراں افزودِ احمد

(شریعتِ قرآنی کی پیروی میں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے)

(حضرت احمدؑ نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن کے برابر کوئی چیز نہیں ہے)

بہ قرآن مبارک کے حرام است

خورَد گر انبہ و امرود احمد

(مبارک قرآن نے کیا حرام کیا ہے؟ (جس نے صرف گندی اَور ناپاک چیزوں کو حرام کیا ہے))

(کہ ہم اُس کی تمام پاک چیزیں جیسے آم اَور اَمرود کھاتے ہیں)

ندارم انتظار ابن مریم

مرا شد رہنما معہود احمد

(مُجھے ابنِ مریم ناصری کا اَب کوئی انتظار نہیں ہے، کیونکہ اپنے وعدہ کے مطابق خُدا نے احمد علیہ السلام کو میرا رہنما بنایا ہے

مرابا وعدہ فردا چہ مطلب

کہ دارم پیش خود موجود احمد

(میرے لئے کل کے وعدہ پر بیٹھے رہنے کا کوئی مطلب نہیں ہے کیونکہ احمد علیہ السلام تو میرے

سامنے خود موجود ہے)

ہماں مومن بود موددِ خالق

کہ باشد دَردِلش موددو احمد

(ہم سب مؤمن جو اللہ تعالیٰ کے اِس احمد علیہ السلام کی دِل سے محبّت کریں گے، خُدا کے محبوب بن جائیں گے)

بہ درگاہِ خدا مَردود باشد

کہ باشد نزد او مردود احمد

(جو احمد علیہ السلام کے در سے رَدّ کیا جائے گا وہ خدا کے ہاں بھی مَرْدُود ہوگا)

چو احمد زین جہاں نزد خدا رفت

وراشد جانشیں محمود احمد

(احمد علیہ السلام جب اِس جہان سے رخصت ہو گئے تو اُس کا جانشین خلیفہِ راشد محمود احمد ہوا)

زِیُمنِ اتباع احمدیت

بحمد اللہ شدم مسعود احمد

(احمدیت کی برکت سے خدا کا شکر ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور بھی سعادت مند ہو گیا)

اولاد کو دُعا اور نصائح

اللہ کرے کہ دور رہیں تم سے مشکلات
اقبال ہو عروج پہ جب تک ہو کائنات

جیتے رہو ہمیشہ توانا و تندرست
ہر روز روزِ عید ہو ہر شب شبِ برات

جاری رہے زبان پہ حمدِ خدائے پاک
ہر نیک کام میں رہو تم صدر سابقات

اياك نعبد کہو اياك نستعين
سر پر رہے ہمیشہ تمہارے خدا کا ہاتھ

مُردوں سے اور جنوں سے نہ مانگو کبھی مُراد
مشرک ہیں جو کہ مانتے ہیں لات اور منات

قرآن پڑھا کرو، کرو قرآن پر عمل
بھیجا کرو درود محمدؐ پر اور صلوٰت

اللہ اور رسول کے وعدے ہیں سب درست
ہر گز تمہارے دل میں نہ گزریں توہمات

ماں باپ کے ہمیشہ رہو قرۃ العیون
سمعاً و طاعةً سنو اپنے بھلے کی بات

سختی و تلخی آئے نہ ہر گز زبان پر
میٹھی ہر ایک بات ہو جوں قند اور نبات

ہم جنس ہمیشہ رکھتے ہیں ہم جنس سے لگاؤ
بد خلق کے قریب نہیں جاتے نیک ذات

اپنے ہوں یا پرائے رہو ان سے دور تم
جن کے ہوں قول و فعل سبھی لغو و واہیات

توفیق تم کو ملتی رہے نیک کام کی
جب بھی کرو کلام زبان پر ہو نیک بات

سر پر تمہارے سایہ فضل خدا رہے
آفات اور بلاؤں سے اللہ دے نجات

یوسفؔ کی یہ دعا ہے کہ سر سبز ہوں مدام
یہ چار جو پسر ہیں مرے پانچ ہیں بنات

(آمین)

(از دُرِّ عدن اُردو صفحہ ۵۷)

○

سیرت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحریر کردہ:

محترم خلیل احمد خان صاحب ۔ داماد حضرت قاضی محمد صاحب یوسف فارقی احمدی ؓ

چند اپنی یاداشتیں

خاکسار خلیل احمد کو اللہ تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب ؓ کی دامادی کا شرف بخشا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ میرے بچپن کی بے شمار یادیں حضرت قاضی صاحب ؓ سے وابستہ ہیں۔ آپ ؓ کی پشاور میں رہائش کے دوران اور مردان میں بھی ہمیشہ آپ ؓ کو ایک قریبی عزیز، ہمدرد اور خیر خواہ، بے لوث دوست اور ہر موقع پر مدد اور خدمت کیلئے تیار پایا۔

ہمارے خاندان اور آپ ؓ کے حلقۂ احباب اور جماعت احمدیہ میں سب کے یکساں مونس اور غمگسار تھے۔ سب کے ساتھ مشفقانہ سلوک تھا۔ مظلوموں، بیواؤں اور یتامیٰ کی مدد کیلئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

بچپن سے ہم نے آپ ؓ کے مؤثر خطبات اور درس القرآن مجید سنے اور آپ ؓ کو دینی و تبلیغی مسائل پر پُراثر بحث کرتے ہوئے سنا۔ آپ ؓ کے منظوم کلام کو بہت شوق سے حفظ کر کے خوش الحانی سے پڑھتے۔ جلسہ سالانہ پر روانگی سے پہلے آپ ؓ اچھے اخلاق کی نصیحت فرمانے کے بعد لمبی دعا کرواتے اور نعرۂ تکبیر سے سفر کا آغاز ہوتا۔ نوجوان جوش جذبات سے آپ ؓ کی نظمیں خوش الحانی

سے پڑھتے اور اپنے جذبات کو گرماتے۔

سفر جلسہ سالانہ میں آپؓ کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے اور آپؓ کی مہمان نوازی، شفقت و پیار سے حظ اٹھاتے۔ آپؓ کی کوشش ہوتی کہ ہر مسافر کے آرام کا خیال رکھیں۔ مسافروں کے سامان کی حفاظت کا بھی آپؓ کو خیال رہتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے صوبہ سرحد کے احباب کی ملاقات کا انتظام کرواتے اور نام بہ نام ہر احمدی کا تعارف کرواتے اور ان کی اولاد کا بھی تعارف کرواتے۔ سب کے نام یاد ہوتے۔

حضرت قاضی صاحبؓ بلند پایہ کے عالم تھے۔ بہت اچھے مقرر تھے۔ پشتو، فارسی اور اردو میں رواں تقاریر کرتے۔ ان زبانوں کے اچھے شاعر بھی تھے۔ عربی زبان میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ انہوں نے پشتو کی لغت لکھی۔ قرآن کریم کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا اور تفسیر لکھی۔ آپؓ نے تقریباً 80 کے قریب کتب لکھیں جن میں 50 عدد پشتو میں ٹریکٹ و رسائل احمدیت کی صداقت میں تھے جبکہ باقی کتب و رسائل اور ٹریکٹ اردو میں تحریر کئے جن میں سرحد کے احمدی احباب کی تاریخ و تبلیغ اور صداقت احمدیت کا ذکر ہے۔ جہاں یہ تحریریں غیر مبائعین کیلئے ایک برہنہ تلوار کی حیثیت رکھتی ہیں وہیں بہت سے غیر مبائعین کیلئے ہدایت کا باعث بھی بنیں۔ ان میں سے اکثر کتب خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہیں۔

آپؓ کے زمانۂ امارت میں صوبہ سرحد کے ہر شہر میں مساجد اور احمدیہ قبرستان کی تعمیر کی گئی مثلاً پشاور، مردان، کوہاٹ، ڈیرہ اسماعیل خان، ایبٹ آباد وغیرہ۔

آپؓ مختلف زبانیں روانی سے بول لیتے مثلاً انگریزی، پشتو، فارسی، پنجابی اور ہندکو جو کہ سرحد کے شہری علاقوں میں بولی جاتی تھی۔ عربی زبان، قرآن کریم، کتب احادیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کتب کے مطالعہ کی برکت سے پڑھ لیتے۔ اردو، فارسی، پشتو میں اشعار کہے۔

حضرت قاضی صاحبؓ صاحبِ رویا، کشوف و الہام تھے۔ آپ اکثر نواب ہوتی مردان، سوات، دیر و چترال و دیگر خوانین کو باقاعدگی کے ساتھ احمدیت کی تبلیغ کرتے اور انہیں قائل

کرتے۔ ہوتی مردان میں جلسہ سیرۃ النبی ﷺ کا اہتمام کرتے جو کہ نواب صاحب ہوتی کی قیام گاہ میں ہوا کرتا۔ اس میں افراد جماعت کے علاوہ اکابرین غیراز جماعت بھی شرکت کرتے۔ بچپن میں ان جلسوں میں خاکسار خلیل احمد خان اور برادرم بشیر احمد خان صاحب بھی شریک ہوتے تھے۔ ہمارے والد صاحب مکرم بزرگوارم خواص خان صاحب ہمیں ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔

پارٹیشن سے قبل قادیان جلسہ سالانہ پر جاتے۔ اکثر ٹرین کے چند ڈبے ریزرو ہوتے۔ ہر ڈبہ میں بنفس نفیس جا کر احباب کی خبر گیری کرتے۔ سفر کے دوران نمازیں، حضرت قاضی صاحبؓ کی اقتداء میں باجماعت ادا کی جاتیں۔ ٹرین پشاور چھاؤنی سے روانہ ہوتی۔ سفر میں نوشہرہ اور دیگر سرحد کے شہروں سے دوست آ کر ٹرین میں ملتے اور سب قادیان کیلئے روانہ ہوتے۔

قادیان میں جلسوں کے دوران حضورؓ کے ساتھ ملاقاتوں میں ہر احمدی ملاقاتی کے ساتھ حضرت قاضی صاحبؓ نام لیکر ملاقات کراتے۔ ہمیں حیرت ہوتی کہ اتنے سارے احباب کے نام ان کو کیسے یاد تھے۔ نام بتانے میں کوئی غلطی نہ ہوتی۔ یہی حالت ربوہ کے جلسوں میں ہوتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کے سلور جوبلی کے موقع پر سرحد کی جماعت کے احباب نہایت منظم طریقہ سے ایک جلوس کی شکل میں موزوں نعرے لگاتے ہوئے جائے رہائش سے جلسہ گاہ روانہ ہوتے۔ احباب جماعت میں بہت جوش تھا۔ حضرت قاضی صاحب کے ایک صاحبزادے قاضی محمود احمد صاحب نے بھی نہایت جوش وخروش سے نعرے لگائے اور جلسہ گاہ کی جانب رواں تھے یہاں تک کہ اُن کی آواز بیٹھ گئی۔ خاکسار والد صاحب اور بھائی بھی اس پر مسرت موقع پر دعائیں کرتے ہوئے جلسہ گاہ پہنچے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی دیگر جماعتیں بھی جلوس کی صورت میں نعرے لگاتے ہوئے جلسہ گاہ پہنچ جاتیں۔

حضرت قاضی صاحبؓ نے حضورؓ کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا۔ دوسری جماعتوں نے اپنے اپنے علاقہ کے احمدیوں کی طرف سے ایڈریس پیش کئے۔ دوسرے احمدی جماعتوں نے اپنے اپنے ایڈریس حضورؓ کی خدمت میں سنائے جو کافی لمبے تھے۔

حضرت قاضی صاحبؓ نے جو ایڈریس لکھا تھا وہ بھی کافی لمبا تھا غالباً 100 صفحات سے زائد کا تھا۔ ہمیں فکر لاحق ہوئی کہ ایڈریس سناتے ہوئے بہت وقت لگے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضورؓ پر بار گزرے۔ جب حضرت قاضی صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ سرحد کی باری آئی تو مشکل سے دو منٹ ایڈریس کر کے اسے ختم کر دیا۔ ہم سب بہت حیران تھے کہ اتنی جلدی ایڈریس کیسے مکمل ہوا۔ بہر حال حضورؓ کو حضرت قاضی صاحبؓ کا ایڈریس بہت پسند آیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایڈریس سب احمدی جماعتوں کے ایڈریسز سے بہتر تھا۔ الحمدللہ۔

حضرت قاضی صاحبؓ کو ہر شر سے اللہ تعالیٰ نے بچائے رکھا۔ دشمنوں سے بچایا۔ زہریلے جانوروں سے بچایا، اُن کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مخالف احراری عبدالعزیز نامی نے ایک دن اُن پر پشاور کے قصہ خوانی بازار میں پستول سے حملہ کیا۔ پستول کی گولی نالی میں پھنس گئی اور باہر نہ نکل سکی۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحبؓ کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام کہ:

''آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔'' پورا کیا۔

حضرت قاضی صاحبؓ اکثر جماعتی دوروں پر ہوتے اور گھر پر بہت کم قیام کرتے۔ جب گھر پر ہوتے تو بچوں کو باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم باترجمہ، کتب سلسلہ پڑھاتے اور بچوں کی تربیت کا بہت خیال رکھتے۔ جب بھی بچے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کا تقاضہ کرتے تو جواباً فرماتے:

> ''میرا وجود ہی تبرک ہے۔ میں نے یہ ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے ملائے ہیں، ان کے ساتھ کھانا کھایا ہے، ایک مرتبہ حضور علیہ السلام خود کھانا گھر سے لائے اور خاکسار کو دیا جو میں نے کھایا۔''

حضرت قاضی صاحبؓ نے خاکسار خلیل احمد خان اور برادرم بشیر احمد خان صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں اور واقعات خود سنائے۔ آپ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت

احمدؓ کہہ کر واقعات سنایا کرتے۔ خاکسار اور برادرم بشیر احمد صاحب، حضرت قاضی صاحبؓ کے داماد ہیں۔ الحمدللہ۔

پارٹیشن سے قبل حضرت قاضی صاحبؓ نے پشاور شہر محلہ گل بادشاہ جی جہانگیر پورہ کے گھر کی پشت پر ایک مکان خریدا اور اسے مسجد میں تبدیل کیا جو کہ ابتدائی احمدیوں کیلئے کافی تھی۔ حضرت قاضی صاحبؓ کے مکان کے ساتھ ہی حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ کا مکان اور غیر مبائعین کی ایک مسجد بھی تھی۔ حضرت قاضی صاحبؓ نماز جمعہ کے بعد غیر مبائعین کی مسجد میں جا کر انہیں تبلیغ کرتے۔ ان میں مولوی صدر الدین صاحب بھی شامل تھے جو کہ غیر مبائعین کے امیر جماعت تھے۔ ان میں سے کئی ایک دوست حضرت قاضی صاحبؓ کی تبلیغ کے ذریعہ سے خلافت ثانیہ کی بیعت میں شامل ہو گئے۔

حضرت قاضی صاحبؓ مع والد بزرگوارم محمد خواص خان صاحب اور ہم ہر دو بھائی اور دیگر احمدی دوستوں کے ساتھ پشاور کے مضافات میں تبلیغ کیلئے جاتے جن میں تہکال پایاں و بالا، پشاور اسلامیہ کالج کا ہوسٹل، مشن کالج و ہوسٹل، سفید ڈھیری، اچینی پایاں و بالا، بازید خیل، شیخ محمدی بڈھ بیر، و دیگر مضافاتی علاقے شامل تھے۔ شہر کی احمدیہ مسجد میں عام طور پر اور بالخصوص جمعہ کے روز نماز کے بعد مضافات سے آئے دوستوں کی چائے بسکٹ و کھانے سے تواضع کرتے بعد ازاں مسجد احمدیہ سول کوارٹر پشاور میں بھی یہی تواضع کا سلسلہ جاری رکھا۔

مسجد احمدیہ پشاور کی تعمیر کے وقت بعض ہمسائیوں نے بہت مخالفت کی، گالیوں کے خطوط بھیجے اور قتل کی دھمکیاں دیں۔ لیکن حضرت قاضی صاحبؓ نہایت دلیری کے ساتھ اذان دیتے اور نمازیں ادا کرتے۔ ایک شخص جو اپنی مکان کی چھت پر سے گالیاں دیا کرتا اور لوگوں کو بھی شرارت کی طرف راغب کرتا لیکن حضرت قاضی صاحب نے اس کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص پاگل ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مخالف کو سزا دی۔

حضرت قاضی صاحبؓ کو جماعت کی تربیت کا بہت خیال رہتا۔ بہت سارے رشتہ دار آپؓ

کی تبلیغ سے احمدی ہوئے۔اسی طرح عزیزوں کے رشتے بھی آپ ہی کے ذریعہ طے پائے۔ایک مرتبہ حضرت قاضی صاحبؓ نے مکرم عبدالسلام صاحب کو کہا کہ اگر اپنی بیٹی طیبہ بیگم صاحبہ کا رشتہ ظفر احمد صاحب بنگش کوہاٹ آف احمد نگر کے ساتھ کردیں تو اس خاندان میں احمدیت مضبوط ہوگی۔مکرم عبدالسلام خان صاحب اس رشتہ کے لئے چنداں تیار نہ تھے۔حضرت قاضی صاحبؓ نے حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ سے اس کا ذکر کیا کہ مکرم عبدالسلام صاحب کو اس رشتہ کی طرف تحریک کی جائے اس پر حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے مکرم عبدالسلام خان صاحب کو خط لکھا کہ قاضی صاحب کا خیال ہے کہ اگر ظفر احمد بنگش کا رشتہ آپ پسند فرمائیں تو یہ خاندان ابتلاء سے بچ جائے گا نیز فرمایا کہ بعد دُعا واستخارہ شرح صدر کے ساتھ یہ رشتہ منظور فرمائیں۔اللہ تعالیٰ اس کے عوض بہت فضل فرمائے گا۔مکرم عبدالسلام خان صاحب نے یہ رشتہ منظور کرلیا۔

حضرت قاضی صاحبؓ اکثر غیر از جماعت دوستوں، غیر مبائعین، شیعوں، عیسائیوں کو تبلیغ کرتے رہتے تھے۔آپ کی ساری عمر تبلیغ میں گزری اس طرح احباب جماعت کی اصلاح میں کوشاں رہے۔آپ کی پشتو کتب سے افغانستان میں بہت سے لوگوں نے حق قبول کیا۔گزشتہ سالوں میں افغان مہاجرین جو پشاور آئے تھے وہ اچینی پایاں میں اکبر شاہ صاحب کے گھروں میں رہائش کرتے تھے۔ان سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ انہوں نے اور ان کے بزرگوں نے حضرت قاضی صاحبؓ کی پشتو کتب کے مطالعہ کے بعد احمدیت قبول کی ہے۔کابل میں ان کی بہت اچھی ملازمتیں تھیں جو کہ واپس جانے پر ان کو مل گئیں۔

بزرگوارم حضرت قاضی صاحبؓ ہر گھر میں جاکر احمدی احباب کی خیریت دریافت کرتے۔ایک مرتبہ مردان میں میری والدہ صاحبہ کو بہت بخار ہوگیا۔خاکسار کے والد صاحب کسی سرکاری کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔میں ابھی چھوٹا تھا، اس لئے حضرت قاضی صاحبؓ کو اطلاع نہ دے سکا۔بعد میں حضرت قاضی صاحبؓ سخت ناراض ہوئے کہ انہیں اطلاع کیوں نہیں دی گئی۔فوراً خود جاکر ڈاکٹر سے دوائی لے آئے۔بعد ازاں مجھے نصیحت فرمائی کہ جب مرغی نہ رہے تو اس کے بچے

چیل اور کوئے اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ خاندان تتر بتر ہوجاتا ہے۔ اگر خدانخواستہ تمہاری والدہ نہ رہتیں تو تمہارا بھی مرغی کے بچوں جیسا حشر ہوتا۔

حضرت قاضی صاحبؓ بچوں سے بہت پیار کرتے اور ان کی تربیت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ہمسائیوں سے حسن سلوک فرماتے، خادموں کا بہت خیال رکھتے اور کھانا پینا اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے نیز جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے۔ نیز جانوروں سے بھی اچھا سلوک رکھتے۔ خود کھانا بہت کم کھاتے۔ اکثر اپنا کھانا جانوروں، پرندوں اور چڑیوں کو کھلا دیتے۔ مبائعین کی تربیت کا بھی بہت خیال رکھتے۔

اکثر احباب جماعت احمدیہ پشاور حضرت قاضی صاحبؓ کی معیت میں بعد نماز فجر احمدیہ قبرستان وقارعمل کیلئے جاتے جن میں خاکسار خلیل احمد خان و برادرم بشیر احمد خان بمع بزرگوارم محمد خواص خان صاحب، مکرم عبدالسلام خان صاحب، میاں حیات محمد صاحب بمع ان کے فرزند میاں محمد انور صاحب، کرامت اللہ صاحب آف کازریڈیو پشاور، عبدالرحمن صاحب، فضل الرحمن صاحب آف کازریڈیو، مرزا نصیر احمد صاحب، مرزا آفتاب احمد صاحب، مرزا عبدالرحمن صاحب پسر غلام نبی صاحب، مرزا عبدالحفیظ صاحب، مرزا مقصود احمد صاحب، پسران مرزا غلام رسول صاحب، ارباب محمد عجب خان صاحب بمع ان کے بیٹے، ارباب عبدالاکبر خان صاحب، مکرم محمد الطاف خان صاحب بمع ان کے بیٹے، نصیر احمد خان صاحب، مرزا رمضان علی صاحب بمع ان کی بیٹے، مرزا اثار احمد صاحب، میاں رفیق احمد صاحب اور میاں رشید احمد صاحب پسران میاں بہادر دین صاحب، حکیم مرغوب اللہ صاحب، مکرم شیخ مظفر الدین صاحب مالک امپیرئل الیکٹرک سٹور و دیگر مضافات سے آئے ہوئے احباب شامل ہوتے۔ دوران وقارعمل قبرستان کے احاطہ میں قطعات اور سڑکیں بنائی جاتیں۔ وقارعمل کے بعد سب دوستوں کی گرم چائے اور پشاوری نان سے تواضع کی جاتی۔ اور پھر دعا کے بعد جو کہ حضرت قاضی صاحبؓ کرواتے تمام دوستوں کو گھر جانے کی اجازت ہوتی۔

○○

سیرت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحریر کردہ:

محترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب - داماد حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ

۞

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ان کے داماد مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب رقم طراز ہیں:

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص وفدائی صحابہ کی جماعت میں سے ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

محترمی قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کو 1902ء میں دستی بیعت کی توفیق ملی۔ جبکہ ان کی عمر 17 سال تھی۔ آپکی وفات 4/جنوری 1963ء میں مسجد احمدیہ مردان میں سجدہ کی حالت میں بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

خاکسار کو محترم قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ یہ عاجزان

کو 1936ء سے جانتا ہے۔اُس وقت میری عمر تقریباً چھ سال ہوگی۔سب سے پہلی یاد غالباً مسجد احمد یہ پشاور شہر میں ان کے خطبات جمعہ، درس قرآن مجید اور دیگر تقاریر سننے کا شرف ہے۔اس چھوٹی عمر میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے بڑی متانت سے ان کی مجلسوں سے مستفید ہونے کی سعادت ملتی رہی اور تدریجاً ایز دی علم وعرفان کا حصہ ہوتی رہی اور اس وقت کی یادیں میرے ذہن میں ایک ویڈیو سے بھی زیادہ مؤثر رنگ میں موجود ہیں۔فالحمدللہ علی ذالک۔

حضرت قاضی صاحب کی تقریر میں بلا کی روانی تھی۔علم وعرفان اور دلائل و براہان سے لبریز تقریر اسلام واحمدیت اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمایت میں فرمایا کرتے اور بالعموم موضوع سخن تبلیغ وتربیت کے امور ہوتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو خدا تعالیٰ نے سلطان البیان قرار دینے کے باعث معجزہ نما تقاریر وتحریر کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔جن خوش بختوں نے آپؓ کا دور پایا تھا ان میں سے حضرت قاضی صاحبؓ کو بھی اس ملکہ میں سے بڑا وافر حصہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہوا تھا۔آپ کا اردو، فارسی، پشتو اور پنجابی زبان پر اہل زبان کی طرح عبور اور تبحّر سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈالتا۔ان کی تحریر بھی غیر معمولی وسعت علمی کی حامل اور غیر معمولی تحقیقاتی انداز اور عالمانہ رنگ لئے ہوئے ہے۔آپ کی تحریریں اور تقاریر اور مسلسل پُر جوش تبلیغی مہمات جو دم واپسیں تک ممتد تھے۔آپ نے تبلیغ کا فرض ایک مشن کی طرح ادا کیا۔

اسلامیہ کالج کے بورڈنگ میں جاتے۔اپنے دفتر میں، کھیل کے میدان میں، پشاور اور مردان کے اردگرد کے دیہات میں جاجا کر تبلیغ کی۔مباحثے کئے۔ہر طرح کا خطرہ مول لے کر بھی دیہات میں مولویوں سے مباحثے کئے۔خدا تعالیٰ نے نہایت درجہ اور فوق العادت طور پر مثمر بہ ثمرات حسنہ سے نوازا۔

ایک سو پچیس سے زیادہ افراد آپ کے ذریعہ احمدیت کی سعادت سے مشرف ہوئے جو بالعموم نہایت مخلص وفدائی احمدی بنے۔فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

چنانچہ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے صوبہ سرحد میں احمدیت کے اثر ونفوذ اور وسعت کا ذکر فرماتے ہوئے متعدد بار اپنے خطبات وتقاریر میں نہایت تحسین کے رنگ میں فرمایا کہ ہندوستان (قبل از تقسیم) کے صوبوں کے مقابل پر فرنٹیر میں احمدیت ہزار گنا زیادہ بارسوخ اور خواص اور بڑے بڑے خاندانوں میں پھیلی ہے۔ثم الحمدللہ۔

حضرت قاضی صاحبؓ نے شیعوں میں کامیاب تبلیغ کی اور ان کے ذریعہ کئی احباب شیعہ مسلک کے بیعت کر کے احمدیہ جماعت میں شامل ہوئے اور ان میں سے نصف زمرۂ صحابہ میں سے تھے۔

ہماری جماعت کے احباب میں سے شیعہ حضرات کے مسلک کے بارہ میں ان کی تحقیق وتدقیق پر مبنی لٹریچر کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ سے داد تحسین حاصل کی تھی۔ یہ لٹریچر اب مع مطبوعہ وغیر مطبوعہ مسودات قلمی ودیگر بے شمار کتب ورسائل کے جو حضرت قاضی صاحبؓ نے خاص تحقیق ومطالعہ اور ریسرچ کے بعد ضبط تحریر فرمائی ہیں، فضل عمر لائبریری ربوہ کی تزئین کا باعث ہیں اور تحقیق اور ریسرچ کے دلدادوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

انہوں نے کئی ضخیم کتب بھی احمدیت کی حقانیت اور تصدیق حضرت مسیح موعود ومہدئ معہود علیہ السلام میں تصنیف فرمائی تھیں۔ ان کا بے شمار منظوم کلام تین زبانوں فارسی، اردو اور پشتو میں دیوان کی صورت میں صرف اور صرف اس مقصد کو لئے ہوئے ہے کہ دین اسلام کو صحیح طور پر سمجھا جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ اور دلائل کو قبول کیا جاوے۔ ان کے یہ تینوں دیوان ہندوستان اور افغانستان میں تقسیم کروائے گئے تھے اور تلاش حق کے متلاشی کیلئے باعث راہنمائی ہوئے۔ اہل پیغام یعنی منکرین خلافت کا بھرپور مقابلہ کر کے ان کو لاجواب کیا۔ آپ نے سو(100) سے زیادہ کتب ورسائل اور اشتہارات تحریر فرمائے تھے اور کئی دفعہ انعامی چیلنج بھی دیا۔ صوبہ سرحد کے اکثر اضلاع میں تعمیر مساجد کیلئے انتھک محنت کی اور پورے ضلع کے احمدی احباب سے آپ کا مسلسل پیار ومحبت کا رابطہ رہا۔ پشاور سے ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، نورنگ اور ہزارہ کے

دوردونزدیک علاقوں میں دورہ کر کے احباب جماعت کی خبر گیری فرماتے۔

اس کے علاوہ بطورصوبائی امیر جماعتہائے صوبہ سرحد بھی سالہا سال سے یہ معمول تھا کہ تقریباً ہر سال موسم گرما میں دوردراز پہاڑی دیہاتی علاقوں میں احمدی احباب کے گھروں میں بنفس نفیس جا کران کے حالات کا جائزہ لیتے اوران کی مشکلات کے مداوہ کی سعی فرماتے اور یہ معمول ان کا تادم واپسیں رہا۔ بلاشبہ ان کا وجود سرحد کے ہر احمدی کیلئے نعمت غیر مترقبہ کے طور پر تھا۔

ان کی ذاتی وجاہت، بلندو بالا خوبرو، سرخ وسفید رنگت نے ان کی شخصیت کو گویا چار چاند لگا دئے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شخصیت کو گویا احمدیت کے شیر سے تشبیہ دی۔ کیوں کہ معاندین اور مخالفین ان سے پہلی ہی نظر میں مرعوب ہوجاتے۔ نیز ان کے مدلل اور پُرشوکت صداقت احمدیت کے دلائل اور براہین ان کو ساکت کر لیتے۔ گویا کہ وہ مخالفین اور معاندین کیلئے ایک تیغ برّاں کی مانند تھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

نہایت جری، نڈراور متوکل تھے۔ چنانچہ ان کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے الہاماً وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کی نوید بھی ملی تھی۔ 1936ء میں ایک احراری کے پستول سے گولی چلانے کے باوجود اور پھر 1953ء میں انکے گھر پر حملہ ہونے کے باوجود معجزانہ طریق پر اللہ تعالیٰ نے ان کو محض اپنے فضل سے بچالیا۔

1939ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی سلور جوبلی کے پچیس (25) سالہ دور خلافت پورے ہونے کے موقع پر جلسہ سالانہ قادیان میں حضورؓ کے ارشاد پر ہر صوبائی امیر کو 25 سالہ دور خلافت ثانیہ میں ان کے صوبہ جات میں احمدیت کے نفوذ وترقی پر رپورٹس پیش کرنے کی ہدایت ہوئی جس پر حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی مذکورہ رپورٹ پیش کرنے پر، اسکے نہایت بہترین جامع مگر مختصر اور جملہ متعلقہ امور پر مشتمل ہونے کی بناء پر حضور انورؓ نے خاص اظہار خوشنودی فرمایا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

اہل پیغام (غیر مبائعین) کا زور لاہور کے بعد پشاور میں بھی حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ ، جو کہ ایک لمبے عرصہ تک غیر مبائع رہے، کی وجہ سے شروع میں زیادہ تھا۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی مسلسل کوششوں اور تبلیغ نے بالآخران کے زور کو توڑا اور حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ کو بھی غالباً 1942ء میں خلافت سے منسلک ہونے کے شرف سے بھی مشرف کیا۔ مولانا غلام حسن صاحبؓ جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے خسر ہونے کے باعث غیر معمولی شخصیت کے حامل تھے۔ ویسے بھی حضرت قاضی صاحبؓ کا بالخصوص غیر مبائعین کے رد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بعد بڑا اہم کردار تھا اور فتح نصیب جرنیل ثابت ہوئے۔

اسلامیہ کالج پشاور اور ایڈورڈز کالج کے بورڈنگ ہاؤس میں طلباء میں مؤثر اور نہایت مدلّل تبلیغ احمدیت سے کئی ایک طلباء نے احمدیت قبول کی اور بعد میں وہ گریجوایٹس (Graduates) اور چیدہ چیدہ اشخاص جن میں سے پاکستان بننے کے بعد گورنر صوبہ سرحد سر صاحبزادہ عبدالقیوم، کمشنر اور مشہور خان بہادر علی خان صاحب، پولیٹکل ایجنٹس (Political Agents) نیز میجر جنرلز (Major Generals) ہوئے۔ حضرت قاضی صاحب بوجہ ناظر دفتر چیف سیکریٹری اور گورنر سرحد کے تبلیغ کے فریضہ کو کماحقہٗ بہت مؤثر اور کامیاب طریق پر ادا کرنے کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ اس کے علاوہ ساری عمر تحریری جہاد احمدیت کی بھی نہایت غیر معمولی اور مؤثر رنگ میں خدمت کی توفیق پائی۔ بہت ہی بڑا علمی خزانہ تحریر و تقریر کے رنگ میں یادگار چھوڑا ہے۔ اردو، پشتو اور فارسی زبانیں جن پر ان کو بہت عبور حاصل تھا۔ یہ علمی خزانہ نثر اور نظم کی شکل میں مطبوعہ کتب اور غیر مطبوعہ مسودات کی شکل میں موجود ہے جس کی اشاعت کی اجازت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز سے حاصل کی گئی ہے۔ انشاء اللہ اس کی اشاعت کیلئے کوشش اور سعی ہو رہی ہے۔ خدا کرے کہ حضرت قاضی صاحبؓ کے اس انمول علمی خزانہ کو جو کوئی اہم ریسرچ (Research) پر مبنی ہے، ہم کماحقہٗ طور پر احباب جماعت اور ان کے علمی حلقوں تک متعارف کرانے کی سعادت سے مشرف ہوں۔ آمین ثم آمین۔

ایک اہم امر جس پر احباب جماعت کی آ گاہی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ 1936ء میں محترم نواب صاحب آف ہوتی مرادن (صوبہ سرحد) کے بہت بڑے باغ کے حجرے میں صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی تقریر ہوئی جس میں محترم نواب اکبر خان صاحب آف ہوتی مردان بنفس نفیس موجود تھے۔ محترم نواب صاحب موصوف صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے۔ بڑے ہی اہل علم تھے اور کافی نایاب کتب پر مشتمل لائبریری رکھتے تھے۔ نواب صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خطبہ جمعہ میں ان کی علم دوستی کے باوجود سامان تعیش کی فراوانی کی بڑی تعریف فرمائی۔

آخر میں خاکسار کی یہ دعا ہے کہ جملہ افراد احمدیہ صوبہ سرحد کو حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی غیر معمولی پُرجوش تبلیغ احمدیت کی روح کو قائم ودائم رکھنے کی سعادت سے بہرہ مند فرما کر حسنات دارین سے متمتع فرماتا رہے۔ آمین یارب العالمین۔ علی الخصوص ان کی اولاد اور نسل کو جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تابعین و تبع تابعین پر مشتمل ہے، ہمیشہ احمدیت کے والائی وشیدائی رکھے اور خلافت کے نظام سے مضبوطی سے وابستہ رکھے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

OO

محترم میجر قاضی بشیر احمد صاحب شہید

تحریر کردہ:

محترم ڈاکٹر مسعود احمد قاضی ابن حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی ؓ

میرے بڑے بھائی قاضی بشیر احمد صاحب یکم ستمبر 1926ء کو حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی ؓ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مردان، پشاور میں حاصل کی۔ پھر حضرت والد صاحب ؓ نے ان کو ان کے بڑے بھائی قاضی محمد احمد صاحب کے ساتھ حصول تعلیم کیلئے قادیان بھیجا۔ قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کا قرب نصیب ہوا اور آپ حضور ؓ کی پاک صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ سے آپ کا ایک خاص محبت ربط اور انس کا رشتہ قائم ہو گیا جو ساری زندگی اُجاگر رہا۔ جب بھی جلسہ سالانہ پر جانے کا موقعہ ملتا تو فوج کی نوکری سے رخصت لیکر جلسہ سالانہ میں شامل ہوتے اور سٹیج پر حضرت مصلح موعود ؓ کی حفاظت خاص کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتے۔ (یہ نظارہ میں نے خود دیکھا ہے)

جب حضرت مصلح موعود ؓ نے 1947ء میں قادیان سے لاہور ہجرت کی اور رتن باغ میں مقیم ہوئے تو دفاع قادیان کیلئے آپ ؓ نے رضا کاروں کے حصول کیلئے تحریک چلائی۔ حضرت والد صاحب ؓ نے اپنے دونوں بیٹوں کو پیش کیا۔ دونوں بیٹے ایک عرصہ تک رتن باغ میں ٹریننگ وغیرہ لیتے رہے۔ اور خدمت کرتے رہے۔ پھر حضرت مصلح موعود ؓ نے تعریفی اسناد دیکر واپس بھیجا۔

برادرم قاضی بشیر احمد صاحب نے افواج پاکستان میں کمیشن لیا اور اپنی ذہانت محنت، قابلیت اور شاندار شخصیت کی بدولت بہت جلد اپنے لئے فوج میں ایک خاص مقام پیدا کرلیا۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے مردانہ وجاہت اور حسن کا ایک بہترین پیکر تھے، طبیعت میں شوخی، شگفتگی، بذلہ سنجی، شائستگی، اور نفاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ نہایت خوش گفتار، خوش لباس، خوش مزاح اور محفل آراء انسان تھے۔ انگریزی اردو اور پشتو ادب کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ بلا کا حافظہ تھا جو چیز ایک مرتبہ پڑھ لیتے تھے پھر بہت کم بھولتے تھے۔

شیکسپیئر کے ڈرامے، کیٹس، ورڈز ورتھ، اور لارڈ بائرن کی شاعری اردو اور پشتو کے ان گنت اشعار زبانی یاد تھے۔ وسیع مطالعہ تھا اور انداز گفتگو نہایت دلنشین تھا۔ انگلینڈ اور امریکہ کے اکثر ہفتہ ور میگزین آپ کے زیر مطالعہ رہتے۔ فارسی میں بھی دسترس تھی۔ پشاوری ہندکو زبان بڑے ٹھیک لہجہ میں بولتے، شاعر بھی تھے، لحن داؤدی سے بھی حصہ ملا تھا۔ قرآن شریف کی تلاوت بالکل حضرت مصلح الموعودؓ کی طرح نہایت پرسوز آواز میں کرتے ہر بات میں ایک سلیقہ اور نفاست تھی۔ اعلیٰ ذوق تھا۔ رکھ رکھاؤ کے پابند، کھانے پینے، رہن سہن، میل ملاپ کے آداب سے بخوبی واقف تھے۔ اعلیٰ اقدار اور اعلیٰ معیار کو ہمیشہ اپنائے رکھا۔ غرض ان کا مردان حسن اور نفاست اور سلیقہ اور جامہ زیبی اور شاندار شخصیت، ضرب المثل تھی۔

ستمبر 1958ء میں ان کی شادی محترم جناب محمد خواص خان صاحب مرحوم کی چھوٹی بیٹی سے ہوئی۔ صاحب اولاد تھے، تین بچے ہیں۔ بڑی بیٹی کی شادی برادرم محمد عالم خان صاحب درانی (ریٹائرڈ کرنل) کے ساتھ، چھوٹی بیٹی کی شادی محترمی برگیڈیر سید نصیر احمد شاہ صاحب کے چھوٹے بیٹے مکرم سلیم شاہ صاحب سے ہوئی۔ آپ کا بیٹا ڈاکٹر قاضی مبشر احمد صاحب آج کل امریکہ میں ماہر امراض قلب ہیں۔ صاحب اولاد ہیں اور ایک مخلص اور مخیر احمدی ہیں۔ جماعت کیلئے مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر شامل ہوتے ہیں۔ جماعت کے ایک فعال رکن ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے برادرم قاضی بشیر احمد شہید صاحب کی ساری اولاد احمدیت پر قائم اور دینی و دنیاوی انعامات سے مالا مال

ہے۔الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمائے،آمین۔

برادرم قاضی بشیر احمد صاحب 1965ء میں کئی ماہ تک فرنٹ لائن کے محاذ پر رہے۔جنرل اختر حسین ملک احمدی کی اعلیٰ اسکری قیادت میں کئی معرکے سر کئے۔میجر قاضی صاحب ہراول دستوں میں تھے۔یہ 5 ستمبر 1965ء کا دن تھا۔آپ بہت تیزی سے لڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ دشمن کی طرف سے Shelling شروع ہوئی اور Shell کا ایک ٹکڑا انکے سینے میں آلگا جس سے آپ موقعہ پر ہی شہید ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی نعش کے ساتھ جو صوبیدار اور سپاہی مردان سے آئے تھے،سب کی آنکھیں نم تھیں۔ میجر صاحب کی بہادری اور دلکش شخصیت کے دلدادہ اور معترف اب ان کو یاد کر کے نہایت افسردہ اور غمزدہ تھے۔شہید مرحوم اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے سرخروں ہو کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے تھے۔

نشان مرد مومن باتو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست

ہمارے بھائی کو شاید اپنی شہادت کا پہلے سے علم تھا،آپ نے فرمایا تھا کہ میں محاذ جنگ سے شہید ہو کر ہی آؤں گا۔محاذ سے موصولہ ان کے خطوط ان کے جذبہ جہاد اور شوق شہادت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری کر دی اور آپ جام شہادت نوش کر کے زندہ جاوید بن گئے۔

صلۂ شہید کیا ہے تب وتاب جاودانہ

محترم میجر قاضی بشیر احمد صاحب کا ذکر خیر 'حق کے پرستار' اور 'سرفروشانِ سرحد' کتابوں میں موجود ہے۔اور حضرت دوست محمد صاحب شاہد مرحوم ومغفور نے بھی احمدیت کی خدمات جلیلہ کے سلسلہ میں آپ کا ذکر کتابوں میں کیا ہے۔

ہمارے شہید مرحوم بھائی میں جلال و جمال کا ایک حسین امتزاج تھا (اپنے والد گرامی حضرت

قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی طرح) جہاں آپ نہایت ہنس مکھ، خوش طبع اور نفیس انسان تھے وہاں آپ کی جرأت اور پامردی بھی زبان زدِ عام تھی۔ ایسے موقعوں پر شیر کی طرح آگے بڑھتے اور کسی خطرے کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

ہو حلقہ احباب تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اور

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور ہم سب کو اور ہماری آئندہ نسلوں کو احمدیت پر قائم و دائم رکھے اور ہمارا خود حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

○○

کلام از دُرِّ عدن فارسی

تالیف از حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ

صلِّ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یا رب رساں بہ رُوح محمد سلام ما
صَلِّ علےٰ محمدؐ خیر الانام ما

اُو شارع شریعت و مولا مُطاعِ ماست
آں سید جمیع رُسل ہم امام ما

مہر منیر خاتم پیغمبران اوست
احمد نبی ست عکس رُخش بدر تام ما

شمس فلک محمدؐ و اصحاب او نجوم
احمدؑ بداں مثیل قمر در نظام ما

ما خادمان احمد خیرالورٰے ستیم
انس و ملک کنند ازاں احترام ما

مادر حریم قربِ او آرام یافتیم
نام خداست ورد زباں صبح و شام ما

حمدِ خدائے را کہ زیُمنِ اطاعتش
شائستہ گشت قول و عمل ہم کلام ما
ای مدّعی تو کوشش ناکام میکنی
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
از گردش زمانہ نداریم ہیچ باک
چرخ برین چرخ کند بر مرام ما
مارا کجاست خوف زِ احراقِ نار خلق
اللہ کردہ است چو آتش غلام ما
خلق جہاں چوکرد فراش ذکر حق
ہرسو بلند ذکر خداشد زبام ما
صد سالہ مردہ زندہ شداز لطفِ لذتش
چوں نوش کرد جرعہ از آبِ جامِ ما
تبلیغ دین کنیم بہ اطراف شرق و غرب
گیرند قدردان بصد اخلاص نام ما
آناں کہ تنگ گشتہ ز امراض کفر و شرک
پابند گو دوا و شفا در خیام ما
ما دست بدست احمد موعود دادہ ایم
ہر حاسد و عنید چہ داند مقام ما
بدبوئے مشرکاں نہ رساند ضرربما
بدبوئے شرک می نہ رسد در مشام ما

ما تابع خلیفہ و محکم خلافت ایم
محکم بدست اوست سراپا زمام ما
دستور کیش ما ہمہ قرآن اقدس است
از ما دِگر مپرس حلال و حرام ما
ما خادمان خلق خدائیم بے غرض
تاآں زماں کہ ہست مقدر قیام ما
یوسفؔ نوشت آنچہ بدل داشت مختفی
شاید کہ یادگار بماند کلام ما

(از دُرِّ عدن فارسی صفحہ ۳)

○

یا رب بود بحمد تو گویا زبان ما
شیریں بود بہ ذکر تو کام و دہان ما

مابندۂ توایم تو مالائے ماستی
از نور ذات تست منوّر مکان ما

از اَمر کن ظہور نمودست کائنات
ہم زندہ شد ز روح تو ایں جسم و جان ما

مارا ز فضل خویش مسلمان نمودوئی
یارب ثبات بخش بہ قلب و لسان ما

ایاک نعبد بہ تو گویم ز روز و شب
اياك نستعين کہ توئی مستعان ما

ماکے نہ زید و بکر طلب گار نصرتیم
چوں ذات تست ناصر و ہم مہربان ما

رازِ دلم چرا بہ دگر کس بیان کنم
چوں عالم الغیوب بود رازدان ما

مایا فتیم ہرچہ زفضل تویا فتیم
شکرت ادا کنیم چہ تاب و توان ما

فخر رُسل محمدؐ ما مقتدائے ماست
از شان اعظمش شدہ مافوق شان ما

در دستِ ما مت پرچم اسلام مے رویم
در شرق و غرب فتح کناں نوجوان ما

تعمیر مے کنیم مساجد بہ ہر زمین
در شہرہائے کفر شنوحا و اذان ما

قرآن شمع ماست با معار کفر و شرک
روشن کند قلوب ہمہ سامعان ما

ما انتظار عیسیٰ مریم نمے کشی ایم
چون بہ از دست احمدؑ آخر زمان ما

ما مرقد مسیحؑ بہ کشمیر دیدہ ایم
مبنی ست بر دلائل محکم بیان ما

یا رب بہ باغ احمدیت نو بہار باد
چون کردۂ تو احمدؑ ما باغبان ما

آن قادیان کہ مولد موعود احمدؑ است
یا رب بما بہ بخش تو آن قادیان ما

مارا چو مکّہ بازدہ از دست مشرکین
آزاد کن زغیر تو دارالامان ما

یا رب دعائے یوسفؔ مخزونؔ قبول کن
با برگ و بار باد ہمہ خاندان ما

(آمین۔ 10-07-59)(از دُرِّ عدن فارسی صفحہ ۵)

محترمی حضرت والد صاحب قاضی محمد یوسف صاحبؓ کا کافی عرصہ مخزونؔ تخلص رہا۔

خطاب بہ منکران سیدنا مسیح موعود علیہ السلام

چہ میدانی تو اے منکر کلام پاک رحمان را
توئی چوں شپرہ کے ممکن کہ بینی روئے رخشاں را

ہمہ عمر عزیزت فدیۂ کنز و قدوری شد
دمے فرصت نمے یابی کہ بینی روئے قرآں را

ہمہ عمرت بسر بردی بہ جہل وفسق نادانی
نداری مایۂ ایمان ملامت اہل ایمان را

نمے ترسے ازان ساعت کہ پیغمبر زند بانگے
کہ یا رب قوم من مہجور گردانید فرقاں را

ترا گر نقص در چشم ست روفکر علاجش کن
بریں کوری مکن ہجو رُخ پرنور جاناں را

ترا گر نور ایمان است زد عالم منور کن
چرا پنہاں بتاریکی نہے آن شمع تابان را

ترا گر پاس اسلام است رد کافر مسلمان کن
چرا چون ہرزہ مے خواہے تو تکفیر مسلمان را

ہمیں شام است محتاج مہ پرنور ایمانت
ہمیں صحبت تا بنمائی آن خورشید پنہاں را

ترا ترک بدی باید اگر قرب خدا خواہی
کہ بد پرہیز بیمار نہ بیند صحت جان را

بیاؤ ترک عصیان کُن نشین در صحبت پاکاں
کہ یک دم صحبت ایشان کند اصلاح انسان را

مصفّٰے قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا
کجا ممکن کہ ہر سنگے رسد لعلِ بدخشاں را

(قاضی محمد یوسف احمدی فاروقی رضی اللہ عنہ)(از دُرِّ عدن فارسی صفحہ ۲۳)

○

مرثیہ حضرت نعمت اللہ خان شہید

اے شہید امتِ احمدؐ نبی صد مرحبا
عہد بیعت را وفا بنمودی از صدق و صفا

نعمت اللہ خان گشتی ثانئ عبداللطیفؓ
سر فدائے حق نمودی چون حسینؓ در کربلا

یاد ایا میکہ گفتی سر فدائے دین کنم
از عمل ثابت نمودی آنچہ بُد قول شما

جاں بدادی و ندادی گوہر ایمان ز دست
آنچہ تو کردی ہمیں کردند مردانِ خدا

مے سزد گر بر تو ناز و سرزمین پنج شیر
کم بزاید مادرے درمے بمثلِ بے بہا

نوجوان خوب وضع و خوب مشکل و خوب رُو
نیک سیرت پاک خوی و خوش کلام و باصفا

احمدی مردِ صالح باحیاؤ باادب
مولوی عالم و پرہیزگار و پارسا

مومن باللہ غلام حضرت فخر الرُّسل
عاملِ قرآن مطیع احمد خیر الورےٰ

سنگ باریدند افغان زانکہ بودی احمدی
وہ چہ خوش ثابت قدم ثابت شدی در ابتلاء

گوہر جانت ز سنگ کیں شکستند و مگر
بیشتر از پیش تر شد قیمتش در چشم ما

جسم تو شد زیر سنگ دروح تو مرفوع باد
سُرخرو باشی بہ پیش حضرتِ ربّ السمّاء

چوں مقدم حسب بیعت دین بدنیا کردیٔ
تو رضائے حق نمودی حق ز تو باشد رضا

مسکنت بادا بجنّت نزد آں خیر الرسل
ہم بقرب احمد موعود ختم الاولیاء

صد ہزاراں رحمتے برسیّد سلطان شہید
نیز بر روحِ سعید و ہم عمر جان باصفا

صد ہزاراں رحمتِ حق بر روانِ پاک تو
نعمت اللہ خاں شہید نوجواں مردِ خدا

آہ نگرفتہ است ظالم عبرت از حال پدر
کرد تجدید تظلم تا بہ بیند خود سزا

خون ناحق ریختن گاہے نماند لے بدل
سنت اللہ ہست باشد بہر ہر فعلے جزا

بیست و نہم از محرم روز بدُ یوم الاحد
اے سرت گردم چو کردی سر براہ دین فدا

سر نجیب انداختہ یوسف پیٔ تاریخ قتل
گو بکابل رجم شد آن نعمت اللہ با وفا

(از دُرِّ عدن فارسی صفحہ ۲۹)

کلام از دُرِّ عدن اُردو

تالیف از حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ

حمد و سپاس

اے میرے پیارے اللہ پیارا ہے نام تیرا
بندوں پر لازمی ہے ہر احترام تیرا

سب انبیاء میں ہم کو رہبر ملا محمدؐ
لایا سنانے ہم کو قرآں کلام تیرا

قرآن اور محمد دیتے ہیں تیری دعوت
جن و بشر کو یکساں اعلان ہے عام تیرا

وہ سید الوریٰ ہے وہ خاتم النبیین
اس نے دکھایا ہم کو برتر مقام تیرا

اس چودھویں صدی میں موعود احمدؑ آیا
ہر ملک کے بشر کو دینے پیام تیرا

یہ شمس اور قمر ہیں یہ پُر ضیاء کواکب
اور منحصر ہے ان پر شمسی نظام تیرا

تو السلام ہے اور اسلام تیرا دین ہے
مسلم کا مستقر ہے دارالسلام تیرا

مُردہ زمین کو تونے زندہ کیا ہمیشہ
جس وقت جس جگہ پر برسا غمام تیرا

ساقی بہت ہوں پیاسا العطش کہہ رہا ہوں
احسان ہے گر پلا دے کوثر سے جام تیرا

اے میرے پیارے آقا دل میں مرے اُتر آ
سمجھونگا عرش دل کو جب ہو قیام تیرا

ایاك نعبد اور ایاك نستعین ہم
کہتے ہیں ذکر کرتے ہر صبح و شام تیرا

جاری رہے ہمیشہ اللہ کا نام لب پر
مرفوع جس گھڑی ہو یوسفؔ غلام تیرا

(از دُرِّ عدن اُردو صفحہ ۵)

○

○

کیا پُر شکوہ ہے یارب رعب و جلال تیرا
اور کس قدر ہے دلکش حسن و جمال تیرا

کُن سے کئے ہویدا یہ کائنات عالم
ہر چیز سے عیاں ہے پُورا کمال تیرا

مُردہ زمیں کو زندہ کرتا ہے ایک آن میں
جب اُترے آسمان سے آب زلال تیرا

ہر چیز کہہ رہی ہے سبحان تیری قدرت
تسبیح کر رہا ہے بحر و جِبال تیرا

وہ بھی بھلا ہے انساں جس کے دماغ و دل سے
مٹ جائے ایک لحظہ غفلت سے خیال تیرا

جو چیز بھی ہے پیدا آخر کو وہ فنا ہے
باقی رہے گا چہرہ اِک لازوال تیرا

عکسِ رُخِ محمدؐ بن کرکے احمدؑ آیا
سورج سے چاند روشن پایا مثال تیرا

یہ چاند چودھویں کا بدر اتم بنا ہے
اسلام کے فلک پر جو تھا ہلال تیرا

احمدؐ ہو یا محمدؐ دونوں تیرے رُسل ہیں
انہی کی اتباع سے ہوگا وصال تیرا
تیرے رسل کا منکر خود تجھ سے منحرف ہے
نازل ضرور ہوگا اس پر وبال تیرا
یوسفؔ کی آرزو ہے تو خوش رہے ہمیشہ
کب اس کو ہے گوارا ہونا ملال تیرا

(08-11-59)(از دُرِّ عدن اُردو صفحہ ۹)

○

درخواستِ دُعا بحضور سیدنا حضرت احمد علیہ السلام

یا مسیح اللہ عدوانا تیرا بیمار ہوں
جان لبوں پر آگئی ہے طالب دیدار ہوں

اشتیاقِ دید روئے بدر کامل کچھ نہ پوچھ
جان و دل اس پر فدا کرنے کو میں تیار ہوں

طوطیائے چشم ہو خاکِ در احمد مدام
فخر ہے میرا اگر میں خاکروبِ دار ہوں

روح کو ہے شوق دید اور جسم ہے پابند غیر
کیونکر آسان ہو کہ آکر حاضر دربار ہوں

دل تو پہلے دے چکا ہوں جاں فدا کرنے کو ہوں
نعرہٴ زن تیری محبت کا سر بازار ہوں

صبر کی حد ہو چکی ہے اب مجھے جلدی بلا
تیری دلداری کا اب مشتاق اے دلدار ہوں

تیرگیٔ ہجر سے دل پر اندھیرے چھائے ہیں
اب رخ پُر نور کا میں طالب انوار ہوں

روتے روتے تیری فرقت میں ہوئی حالت خراب
اب تسلّی دو میرے دل کو کہ میں غم خوار ہوں

حضرت احمدؑ کے آگے التجا یوسفؔ کی ہے
سخت محتاج دعا ہوں بیکس و لاچار ہوں

(از دُرِّ عدن اُردو صفحہ ۲۱)

○

فصل اوّل مختصر تاریخ احمدیت

سیدنا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز جمعہ 13 فروری 1835ء بمطابق 14 شوال اعظم 1350 ہجری جناب میرزا غلام مرتضیٰ صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کے گھر میں محترم چراغ بی بی صاحبہ کے بطن مبارک سے تولد ہوئے۔ قریباً چالیس سال کی عمر تک نہایت پاکیزہ اور قابل رشک زندگی گزارنے کے بعد بمصداق بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ خدا تعالیٰ نے ان کو مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کیا اور دنیا کے واسطے بموجب اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا امام عصر مقرر فرمایا اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا بروز کامل اور مظہر اتم گردانا اور حکم دیا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:159)

آپ جمیع اقوام کی رہنمائی اور محدث پر مامور ہوئے اور ادیانِ عالم کے موعود کی حیثیت سے داعی الی اللہ ہوئے۔ آپ یہ فرض رسالت 36 سال تک ادا کر کے بروز سہ شنبہ 24 ربیع الثانی 1326 ہجری بمطابق 1908ء مرفوع الیٰ اللہ ہوئے۔

آپ نے سب سے پہلے تصنیف براہین احمدیہ فی تصدیق کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ لکھی۔ اس کتاب کے خریداروں میں سے ایک بزرگ حضرت میرزا محمد اسماعیل قندھاری صاحب بھی تھے جو وطن مالوف سے بہ سلسلہ تلاش روزگار نکلے تھے۔

کپتان راورٹی ایک فوجی افسر کے اُستاد کی حیثیت سے ہندوستان کا چکر لگاتا ہوا پشاور میں قریباً 1850ء میں وارد ہوا۔ اور کوچہ گلبادشاہ شہر پشاور سے متصل ایک مسجد سکونت اختیار کی اور جب حکومت برطانیہ نے سرحد میں تعلیم کا سلسلہ جاری کیا تو آپ پشاور اور ہزارہ کے اضلاع میں چیف محرر یعنی انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے۔

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب احمدی ہوئے اور 18 ستمبر 1813ء کو فوت ہوئے۔ حضرت مولانا غلام حسن خان نیازی صاحب ساکن میانوالی حلف الصدق جہاں جان نیازی صاحب جو میونسپل بورڈ مڈل سکول پشاور کے ہیڈ ماسٹر اور ہائی سکول میں ہیڈ مولوی تھے، حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ آپ کی ہمشیرہ زادی کی شادی حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب سے ہوئی تھی۔ حضرت میرزا محمد اسماعیل صاحب فرماتے تھے کہ میں نے حضرت مولانا صاحب کو براہین احمدیہ بغرض مطالعہ دی اور حضرت احمدؑ کے رسائل توضیح مرام و فتح اسلام دیئے اور میری تحریک سے وہ حضرت احمد علیہ السلام سے بغرض ملاقات 1889ء میں لدھیانہ تشریف لے گئے اور پھر بذریعہ خط حضرت احمد علیہ السلام کی بیعت کی۔

وادیٔ پشاور میں احمدیت کا چرچا حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب رضی اللہ عنہ کی بیعت سے شروع ہوا۔

مکرم ومحترم عبدالسلام خان صاحب

(بہنوئی حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ)

کی کتاب 'حیات الیاس' سے ایک اقتباس

○

''حضرت قاضی صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے جنوری 1902ء میں بذریعہ خط اور 1902ء دسمبر کے جلسہ سے پہلے قادیان جا کر دستی بیعت کا شرف پایا۔ وہ بہت متقی اور پارسا انسان تھے۔ عرصہ دراز تک جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد کے صوبائی امیر کے عہدے پر فائز رہے۔ نہایت زیرک اور منتظم انسان تھے۔ انہوں نے اپنے دور امارت میں کئی نمایاں کام کئے؛ مثلاً صوبہ سرحد میں جہاں جہاں احمدی جماعتیں قائم ہوئی تھیں وہاں پر مساجد تعمیر کروائیں اور احمدیہ قبرستانوں کا اہتمام کیا۔ اُن کا معمول تھا کہ احمدی احباب کی خیریت معلوم کرنے کیلئے دور دراز سفر کرتے اور دورے کرتے رہتے تھے۔ اُن کا وجود گرامی غیر مبائعین کیلئے ایک شمشیر برآں تھی۔ انہوں نے عیسائیت کے رد میں بھی نہایت مفید لٹریچر تیار کیا۔ خصوصاً ان کی کتاب ''اناجیل کا یسوع'' اور ''قرآن کا عیسیٰ'' لائق التفات ہے اور پشتو اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اُن کے دیوان زیورِ طبع سے آراستہ ہیں۔ انہوں نے پشتو زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ مگر

افسوس کہ اُن کی زندگی میں وہ چھپ نہ سکی۔ پشتو زبان میں انہوں نے احمدیت کی تائید میں متعدد کتب لکھی ہیں جو افغانستان میں احمدیت کی تبلیغ کیلئے خوب کارآمد ثابت ہوئی ہیں۔

حضرت قاضی صاحب ؓ ایک نڈر اور بیباک مبلغ تھے۔ خلیفۂ وقت کا احترام اُن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ ایک مجلس مشاورت کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دعوت کا اہتمام فرمایا، جس میں ہم صرف پانچ خدام مدعو تھے۔ ان میں دو بنگالی طالب علم تھے۔ ایک محترم شرما صاحب مبلغ بنگال تھے۔ ایک حضرت قاضی صاحب تھے اور پانچواں یہ خادم عبد السلام تھا۔ دعوت کا انتظام قصرِ خلافت کی بالائی منزل پر کیا گیا تھا۔ خاکسار نے اس دعوت کے دوران حضور ؓ کو پہلی مرتبہ سادہ لباس میں دیکھا تھا۔ آپ بغیر کوٹ کے صرف قمیض زیب تن کئے ہوئے، بغیر عمامہ یعنی ننگے سر تشریف فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ کھانے کے دوران حضرت قاضی صاحب ؓ بہت چھوٹا لقمہ منہ میں ڈالتے تھے اور ہمہ تن حضور پرنور ؓ کی طرف گوش برآواز تھے۔ بعد میں میں نے حضرت قاضی صاحب ؓ سے کہا کہ انہوں نے تو کھانا بہت کم کھایا ہے تو قاضی صاحب نے فرمایا؛ ایسی بزرگ ہستی کے سامنے کھانا کون کھا سکتا ہے۔ کھانے کے دوران حضور انور ؓ نے ایک گلاس سے کچھ پانی نوش فرمایا۔ شرما صاحب نے وہ گلاس اُٹھا کر تبرکاً خود بھی پیا اور اپنے بنگالی دوستوں کو بھی بلایا۔ غالباً حضور انور ؓ نے اس عمل کو بھانپ لیا تھا کہ خاکسار آپ کے تبرک سے محروم رہا ہے۔ چنانچہ حضور انور ؓ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے سامنے رکھے ہوئے پیالے سے پہلے خود ایک چمچہ کھایا پھر وہ پیالہ میری حوصلہ افزائی کیلئے مجھے عنایت فرمایا۔

1939ء میں خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی کا جلسہ منعقد ہوا۔ مختلف ممالک کے

نمائندے حضورؓ کی خدمت میں سپاس نامے پیش کر رہے تھے اور ہر کوئی اپنی اپنی زبان میں یہ سپاس نامہ پیش کر رہا تھا۔ان میں سے بعض سپاس نامے طویل بھی تھے۔ خصوصاً برما کے نمائندے کا سپاسنامہ طویل بھی تھا اور برمی زبان میں بھی تھا۔ جسے شاید ہی کوئی سمجھ سکا تھا۔اس موقعے پر حضرت قاضی صاحبؓ نے ایک مختصر سپاس نامہ حضور انورؓ کی خدمت میں مع ایک کتابچے کے پیش کیا۔ یہ کتابچہ صوبہ سرحد میں جماعت کی اُس ترقی پر مشتمل تھا جو جماعت نے خلافت ثانیہ کے عہد میں کی تھی۔حضور اقدسؓ نے محترم قاضی صاحبؓ کے اس انداز کو پسند فرمایا اور خوش ہو کر فرمایا:

''میں اس کتابچے کو ضرور پڑھوں گا۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیماری کے دوران حضرت قاضی صاحبؓ نے دو دفعہ صرف اُمرائے اضلاع کو حضور کی ملاقات کی اجازت دی۔ایک سال تو حضور انورؓ کی نقاہت کے پیش نظر انہوں نے ملاقات کرنے والوں کو مصافحہ کرنے سے بھی روک دیا جبکہ دوستوں کی خواہش تھی کہ وہ مصافحہ کا شرف حاصل کریں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضور اقدسؓ نے حضرت قاضی صاحب کے اس انداز کو بھی بنظر استحسان دیکھا۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر ہم ربوہ سے جا رہے تھے۔شام کا وقت تھا کہ ٹرین میں حضرت قاضی صاحبؓ کے لئے کھانا پیش کیا گیا۔ وہ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ گاڑی ایک سٹیشن پر رُکی۔تو انہوں نے پینے کیلئے پانی طلب فرمایا۔میاں محمد یوسف صاحب صراف ڈبے سے فوراً اُترے اور ایک برتن میں پانی لے آئے ۔ حضرت قاضی صاحبؓ نے پوچھا کہ یہ کونسا سٹیشن ہے؟محترم میاں محمد یوسف صاحب نے کہا یہ گولڑہ کا سٹیشن ہے۔قاضی صاحب نے پانی پیئے بغیر وہ برتن زمین پر دے مارا اور فرمایا اس زمین پر خدا کی لعنت برس رہی ہے ۔ میں اس جگہ کا پانی نہیں پیوں گا۔

چنانچہ راولپنڈی پہنچ کر پانی پیا۔

حضرت قاضی صاحبؓ پر احمدیت کی وجہ سے قصہ خوانی بازار میں قاتلانہ حملہ بھی ہوا تھا۔مگر خدا تعالیٰ نے ان کو بال بال بچا لیا اور انہوں نے جرأت سے کام لیتے ہوئے فائر کرنے والے کو پکڑ لیا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔

حضرت قاضی صاحب بہت مہمان نواز اور خوش اخلاق تھے۔ ہر شخص جو اُن سے ملتا اُن کا گرویدہ ہوجاتا۔ وہ اسلامی اخلاق کی ایک سچی تصویر تھے۔صوبہ سرحد میں غیر مبائعین کا زور توڑنے کیلئے حضرت قاضی صاحبؓ نے غیر معمولی خدمت سرانجام دی۔حضرت قاضی صاحبؓ ہی کی کوشش سے حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب نیازی (خسر محترم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ الغرض حضرت قاضی صاحبؓ کے اوصاف کا بیان کسی لذیذ حکایت سے بھی زیادہ شیریں ہے مگر اس جگہ اختصار سے کام لیا گیا۔

(حیات الیاس از محترم عبد السلام خان صاحب صفحہ 55 تا 58)

○○

آپکی نادر تصنیف ’’تاریخ احمدیت صوبہ سرحد‘‘ کی اشاعت پر

قابل قدر تقاریظ درباره تاریخ احمدیہ سرحد

(۱) محترم حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ اپنے مکتوب مورخہ 21 ستمبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

’’رجسٹر پیکٹ کے ذریعہ کتاب تاریخ احمدیہ سرحد مل گئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ آپ نے ازراہ محبت خرچ برداشت کیا۔ والاجر علی اللہ۔

ایک صاحب ملے، میں ان سے ذکر کر رہا تھا کہ ضلع وار تاریخ احمدیہ ترتیب دینی چاہیئے۔ قاضی صاحب کی ہمت قابل داد ہے کہ 80 سال کی عمر کو پہنچ کر اپنی سوانح کے ذیل میں حضور مغفور النبی المنصور کے عہد سعادت مہدی کی تصویر کھینچ کر رکھ دی (دیکھو ظہور احمد موعودؑ) پھر شہدائے احمدیہ کے حالات بھی انہی کا حصہ ہے (دیکھو شہداء الحق یا عاقبۃ المکذبین) وہ صاحب کہنے لگے ان میں انتقامی جذبہ ہے.... اپنے مربی استاد مولانا غلام حسن صاحبؓ کو بھی نہیں چھوڑا (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) میں نے کہا وہ تو ایک راستباز انسان ہیں جو کچھ دیکھا وہ لکھ دیا۔ اس کا اثر بہت اچھا پڑے گا۔ اغیار پر، میں نے ابھی ساری کتاب نہیں پڑھی پڑھ کر اپنی رائے ظاہر کروں گا۔ خیر مضیٰ ما مضیٰ۔ ان باتوں میں پڑ کر آپ اپنا کام نہ روکیں۔

محترم قاضی صاحب معترض نے قطعاً بے ثبوت بات کی ہے۔ اگر وہ سچا ہے تو وہ میری تحریر میں سے جو میری ذاتی رائے ہو ایک حرف قابل اعتراض دکھا دے۔ ہاں دوسروں کی رائے کا میں ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔‘‘

محترم قاضی صاحب مذکور نے اپنا تبصرہ اخبار قادیان میں 20/ اکتوبر 1960ء کو شائع فرمایا جو یہ ہے:

''اللہ تعالیٰ نے محترم قاضی محمد یوسف صاحب آف ہوتی امیر جماعت ہائے احمدیہ سرحد کو 80 سال کی عمر میں توفیق دی ہے کہ 348 صفحہ کی ایک مبسوط کتاب کی جلد اوّل جو ضلع پشاور کی تاریخ احمدیت پر مشتمل ہے خرچ کثیر اور جدوجہد کبیر سے اپنے گزشتہ علمی اور تبلیغی کارناموں میں ایک قابل قدر مفید و دلچسپ اضافہ فرمالیا۔ وہ عنفوانِ شباب سے اس قسم کی دینی خدمات کا ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ پشتو فارسی اردو میں نظم و نثر تحریر و تقریر میں زائد از یک صد کتب و اشتہار شائع کر چکے ہیں اور ہر مخالف احمدیت و مخالفِ خلافت ثانیہ کا مقابلہ بڑی جرأت و دلیری سے کر کے ان کو اپنے ساتھ ملا چکے ہیں۔ کوئی 125 سے زائد افراد براہ راست ان کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں، اور دین و دنیا میں اچھے اور اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے۔ اب بعض بزرگان مرکز کی تحریک سے آپ نے یہ سلسلہ تاریخ شروع کیا تا پبلک پر واضح ہو کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کو قبول کرنے کی سعادت کن کن اصحاب اولین کو نصیب ہوئی اور اس کا اجر اس دنیا میں بھی پایا۔ ان کے اخلاص و ایثار کا ثبوت نہ صرف مالی امداد ہے بلکہ مظلومانہ اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا چنانچہ خلافت ثانیہ کے عہد میں بھی ایسے پاک باز مخلص معزز عالم گریجوایٹ مبائعین کے حالات درج ہیں جنہیں مخالفین نے بغیر کسی قصور کے محض احمدیت کی وجہ سے ہلاک کیا اور وہ درجہ شہادت پا کر فائز المرام ہوئے اور دین کے لئے اپنی جان نثاری اور اپنے خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کا ثبوت دے گئے۔ یہ ان شہداء احمدیت کے علاوہ ہیں جن کا ذکر وہ اپنے ایک رسالے میں شائع فرما چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں ان برادران احمدیت کے نام اور کام لکھے ہیں جو پشاور کی مستقل رہائش رکھتے ہیں۔ عارضی طور پر رہنے والوں کا ذکر نہیں۔ پھر ضلع پشاور کے دیہات کے احمدی بھائی

بہنوں کا تذکرہ ہے۔اور صرف انہی کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان کی اولاد اور بھائیوں بہنوں قریبی رشتہ داروں کے اسماء اور بعض ضروری کوائف قلمبند کر دیئے ہیں۔ جو نہایت ضروری اور مفید کام ہے کیونکہ ہم سے یہ غفلت ہوئی کہ جب کسی گھر کا سر براہ فوت ہوا تو اس کے پسماندوں سے کوئی تعلق خبر گیری اور تربیت کا نہیں رکھا گیا۔جس کی وجہ سے اور اول اول سستی پھر لاتعلقی اور بیگانگی پیدا ہوگئی اور سلسلے کی افزائش رک گئی۔ قاضی صاحب محترم ایک راست گو، راستباز انسان ہیں۔انہوں نے حالات میں کسی مداہنت سے کام نہیں لیا۔اکثر بلکہ 99 فیصدی محامد ہی لکھے ہیں۔اگر کسی میں کوئی نقص حد سے بڑھا اور اس کی اصلاح نہیں کی۔جس کے نتیجہ میں وہ بیعت احمدیت یا خلافت سے نکل گیا۔تو اس کا ذکر بھی کر دیا تا انجام کے متعلق وجوہات کا علم ہو کر دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہو۔اپنی مؤرخانہ حیثیت کو قائم رکھا ہے۔اور احادیث کے زاویوں کے متعلق جیسا کہ علماء سلف نے کسی فرد کی نسبت ریمارکس کئے ہیں۔ایسا ہی کہیں کہیں بطور شاذ و نادر اگر قاضی صاحب نے نرمی سے نشاندہی کر دی یا کسی دوسرے حالات بھیجنے والے کی ذاتی رائے چھاپ دی ہے تو یہ بات احمدی غیر احمدی دونوں کیلئے موجب ہدایت ہے۔

احباب کو یہ کتاب قاضی صاحب ہوتی مردان سے منگوا کر ضرور پڑھ کر اپنے معلومات و ایمان میں اضافہ کرنا چاہیئے۔قاضی صاحب نے بہت ایثار سے کام لیا ہے۔میری دلی خواہش ہے کہ وہ دیگر اضلاع اور ان کے دیہات کے احمدیوں کے حالات قلمبند کر کے شائع کریں اور احباب ان کی علمی و قلمی مدد فرما کر اجر جزیر حاصل کریں۔اور اسی نمونہ پر نہ صرف ہندوستان بلکہ پاکستان کی احمدیت کی تاریخ ضلع وار اسی طرز پر لکھی جائے۔یہ وقت بہت موزوں ہے۔

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

والسلام

محمد ظہور الدین اکمل عفی عنہ ربوہ

(۲) محترم حضرت فقیر اللہ خاں صاحب معروف بہ ماسٹر صاحب مقیم ربوہ نے منی آرڈر کے کوپن پر ماہ اکتوبر 1960ء میں تحریر فرمایا:

''مبلغ پانچ روپے قیمت تاریخ احمدیہ ارسال ہیں۔ کتاب مل گئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔''

اِمروز قوم تُو نہ نشاسد مقام تُو
روزے بگریہ یاد کُند وقت خوشترم

(۳) محترم جناب مولوی محمد یعقوب صاحب فاضل زودنویس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خط مورخہ 24/اکتوبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''اخبار بدر قادیان میں مکرم قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب کا ریویو جو انہوں نے آپ کی کتاب 'تاریخ احمدیہ سرحد' پر کیا ہے پڑھ کر شوق پیدا ہوا کہ میں بھی اس کتاب کا مطالعہ کروں۔ سو اس کا ایک نسخہ روانہ فرمائیں۔ محترم قاضی (اکمل) صاحب نے زبانی بھی بہت تعریف کی اور کہا کہ یہ قابل دید کتاب ہے۔''

اس کے بعد مورخہ یکم نومبر 1960ء کو مطالعہ کتاب کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''میں آپ کی اس کرم فرمائی کا بیحد ممنون ہوں کہ آں مکرم نے میری درخواست پر کتاب تاریخ احمدیہ کا ایک نسخہ مجھے بھجوا دیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

میں نے اس کتاب کے ابھی 50 صفحے ہی پڑھے ہیں مگر ان 50 صفحات کو پڑھ کر میرے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ میں نے مناسب سمجھا کہ اپنی اوّلین فرصت میں اس قیمتی کتاب کی تصنیف پر آپ کو مبارک باد عرض کروں۔ یہ ایک نہایت اہم تصنیف ہے جو آپ کے قلم سے شائع ہوئی اور جس میں تاریخ احمدیت کے کئی مخفی گوشوں کو بڑے

دلآویز پیرایہ میں آپ نے نمایاں کیا ہے۔ مثلاً حضرت مرزا محمد اسمٰعیل صاحب قندہاری کے نام نامی سے مجھے کوئی واقفیت نہ تھی۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ سلسلہ کے اور ہزاروں آدمیوں کو بھی ان کا کوئی علم نہیں ہوگا۔ پس آپ نے ان کے واقعات زندگی لکھ کر تاریخ احمدیہ میں ایک قیمتی باب کا اضافہ کیا ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ کے حالات بھی بڑے دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے بزرگوں کے حالات لکھنے میں وہی طریق اختیار کرنا چاہیئے جو آپ نے اختیار کیا ہے یعنی کم سے کم حجم میں زیادہ سے زیادہ مخلصین کا ذکر خیر...آپ نے بہت اچھا طریق اختیار کیا ہے کہ دل بھی نہیں اکتا تا اور جستہ جستہ واقعات بھی سامنے آجاتے ہیں اور دل سے ان بزرگوں کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔

مجھ سے ایک دوست نے ذکر کیا کہ اس کتاب میں بعض خامیاں بھی ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ خامیوں سے کون پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو ہر قسم کے عیوب اور نقائص سے منزہ ہے۔ ورنہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں پر ہمیشہ اعتراضات ہوتے چلے آئے ہیں اور ہوتے چلے جائیں گے۔

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ اس کتاب میں نیک اور پاک لوگوں کا ذکر خیر کیا گیا ہے اور ان کے محامد و اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ اگر کسی بزرگ کے حالات بیان کرتے ہوئے نادانستہ رنگ میں کوئی غلط بات بھی لکھی گئی ہو تو ایک صحت نامہ کے ذریعہ اس کا ازالہ ہوسکتا ہے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ بہرحال مجھے ذاتی طور پر آپ کی اس محنت اور کاوش کا بڑا احساس ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ان حالات کو جمع کر کے ایک بڑا بھاری احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور وہ آپ کی مساعی میں برکت دے اور اچھے قدردان پیدا کرے اور لوگوں کو توفیق بخشے کہ وہ اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیں اور آئندہ

بھی ایسی کتاب لکھنے کیلئے آپ کے ہاتھ مضبوط کریں۔آپ کا حافظہ بھی عجیب ہے کہ اتنے لوگوں کے واقعات آپ کو یاد رہے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں اگر خود مختلف لوگوں کے حالات جمع کریں تو غالباً اس سے بھی زیادہ غلطیاں کر جائیں گے۔جس قدر غلطیاں وہ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

خطا ونسیان بشریت کے لوازم میں سے ہیں اور صرف اس بات کیلئے کسی کتاب کی افادیت سے انکار کرنا درست نہیں ۔ بالآخر میں پھر آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت سے نوازے اور اپنے فضلوں کے زیر سایہ رکھے۔''

(۴) محترم حضرت نواب زادہ محمد عبد اللہ خان صاحب آف مالیر کوٹلہ اپنے مکتوب مورخہ 3 ستمبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور عافیت کی لمبی عمر دے تا کہ آپ تادیر صوبہ سرحد کے احباب کی خدمت بجا لاتے رہیں۔آپ کی عنایت کردہ کتاب (تاریخ احمدیت سرحد) میں نے بھی پڑھی اور بیگم صاحبہ نے بھی پڑھی۔اس کا مطالعہ کیا۔بہت ہی عمدہ کتاب ہے ۔اس کے ذریعہ بھی آپ نے سرحد کے اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات محفوظ کر دیئے ہیں اور ان کی اولادوں پر احسان کیا ہے۔ یقیناً یقیناً ان اصحاب کی اولادوں کو ان کے مطالعہ سے بہت فائدہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔''

(۵) محترم ملک صلاح الدین صاحب مدیر رسالہ اصحاب احمد قادیان اپنے مکتوب مورخہ 16 نومبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

'' آپ کا گرامی نامہ ملتے ہی میں نے تسلی کر لی تھی کہ آپ کو محترم قاضی اکمل

صاحب کا ریویو والا اخبار بدر بھجواؤں۔ امید ہے آپ کو مل گیا ہوگا وہ بہترین ریویو ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ آپ کے علم اور مال میں بہت برکت دے۔ آمین۔''

محترم ملک صاحب اپنے مکتوب مورخہ 25 فروری 1961ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''دہلی کے سفر میں میں نے آپ کی تالیف 'تاریخ احمدیہ سرحد' کا بیشتر حصہ پڑھا۔ دل سے آپ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ نہایت بیش قیمت خزانہ آپ نے محفوظ کر لیا ہے۔ مکرم مولوی محمد سلیم صاحب (سابق مبلغ شام و حال ہندوستان) کو میں نے کتاب پڑھنے کو دی وہ بھی بہت محظوظ ہوئے اور بار بار محبت سے ذکر کرتے تھے۔ کسی وقت فرصت نکال کر بعض امور کے متعلق استفسارات کروں تا میرے علم میں زیادتی ہو۔''

(۶) مکرم سیٹھ یوسف الدین صاحب خلف حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سوداگر سکندر آباد، دکن اپنے مکتوب مورخہ 26 نومبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا قیمتی نسخہ تاریخ احمدیہ سرحد حضرت ابا جان کو ملا۔ انہوں نے خاص طور پر جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ فرمایا۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ اپنے دوستوں کے ایمان میں ترقی دے اور اوروں کو ہدایت نصیب کرے اور آپ کو اجر عظیم عطا کرے۔ آپ کو صحت طاقت اور عمر دے اور مزید نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔''

(۷) حکیم مولوی مبارک احمد خان صاحب مالک طبیہ عجائب گھر ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ اپنے مکتوب مورخہ 8 نومبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''مرسلہ پیکٹ تاریخ احمدیہ سرحد موصول ہو گیا تھا۔ بہت دلچسپ اور مفید کام ہوا ہے۔ اس کے حقیقی اہل بھی آپ ہی تھے۔''

(۸) مکرم محترم ڈاکٹر محمد صاحب دادا خان خلف حضرت محمد ایوب خان صاحب مرحوم ساکن کانپور (یوپی) پنشنر انسپکٹر پولیس اپنے خط مورخہ 10 نومبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس خط سے قبل کتاب تاریخ احمدیہ سرحد مل چکی ہے۔ جس کی اطلاع بذریعہ خط دے چکا ہوں۔ ابھی زیر مطالعہ ہے۔ صفحہ 264 تک پڑھ چکا ہوں۔ بہت خوب بڑی محنت اور کاوش اور قابلیت سے لکھی گئی ہے۔ جزاک اللہ۔''

محترم ڈاکٹر صاحب دوسرے خط مورخہ 24 نومبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر اس سال جلسہ سالانہ ربوہ پر آنے کا موقعہ ملا تو وہاں قیمت پیش کردوں گا۔ آپ نے صحابہ اور حضرت امام بخاری کے نقش قدم پر قدم رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔''

(۹) محترم صوفی غلام محمد صاحب احمدی سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر صاحب بنوں اپنے خط مورخہ 4/اکتوبر 1960ء میں فرماتے ہیں:

''کتاب تاریخ احمدیہ مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوتی ہے اور مستند تاریخ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمائے۔ آپ کی یہ کتاب بھی دوسری کتابوں کی طرح گم کردہ راہوں کو صراط المستقیم پر لانے کا موجب ہو۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہمسایہ ملک (افغانستان) میں صرف آپ کے ذریعہ لوگوں نے احمدیت کو اپنایا۔''

(۱۰) محترم عبدالحفیظ خان صاحب احمدی ریٹائرڈ فیلڈ اسسٹنٹ عارضی منزل ربوہ سے اپنے مکتوب مورخہ 31 دسمبر 1960ء میں تحریر فرماتے ہیں:

مکرم جناب قبلہ حضرت قاضی (محمد یوسف) صاحب

محترم بزرگوارم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعائے خیر وعافیت ۔حسب العرض آپ کی خدمت میں سیدنا حضور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا وہ شفقت نامہ جو حضور نے (مجھے) بھیجا اور (اس میں) جناب کا ذکر فرمایا اس کی مصدقہ نقل بھیج رہا ہوں اور ساتھ ہی خلوص دل سے مبارک باد عرض کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از دفتر پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کوہ مری مورخہ 10 جولائی 1956ء

بخدمت عبدالحفیظ خان صاحب آف ویرووال (امرتسر)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی چٹھی مورخہ 7 جولائی 1956ء کو ملاحظہ فرما کر حضور فرماتے ہیں میں تو کسی قاضی محمد یوسف مرحوم کو نہیں جانتا۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاور میں اللہ تعالیٰ ان کو زندہ رکھے۔ سلسلہ کے بڑے خادم ہیں ان کو جانتا ہوں اور آپ کا خط ان پر چسپاں نہیں ہوتا۔　　　والسلام　　　خاکسار

پرائیویٹ سیکرٹری

(مہر پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

نمبر خط 7554-2385 مورخہ 10 جولائی 1956ء نقل بمطابق اصل ہے۔

(دستخط) غلام محمد نائب ناظر بیت المال ربوہ 60-12-31

Biography

Hadhrat Qazi Mohammad Yousaf Sahib Farooqui Ahmadi رضی اللہ عنہ

Index

Hazrat Qazi Mohammad Yousaf Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(by: Amtul Mateen Khan)

I have the great honour of being a granddaughter of Hadhrat Qazi Muhammad Yousaf Sahibرضی اللہ تعالیٰ عنہ. He was born at an exciting time when the spiritually enlightened and the intellectual people of the age were recognizing the latter day Imam Mehdi and The Promised Messiah. Among them the blessed, chosen ones were accepting Ahmadiyyat at the hand of this great Imam. My grandfather was among such people when he embraced Ahmadiyyat at the tender age of 17, thus becoming a *Sahabee* (companion) of Hazrat Promised Messiah علیہ السلام. The light, '*Noor*' that all the *Sahaba* (رضوان اللہ علیہم اجمعین) witnessed and experienced first-hand from the Promised Messiahعلیہ السلام gave him an inner strength that dominated every aspect of his young life and indeed encompassed his whole being whereby his unequivocal and unwavering faith in Islam Ahmadiyyat became truly admirable.

My grandfather was a very intellectual person who wrote many books to promote Ahmadiyyat in the Khyber Pakhtoonkhwa region of India/Pakistan. He wasted no opportunity to preach be it through his personal example or through the written word. He was a prominent and deeply respected figure in Mardan and in Peshawar where he lived. His charisma and his magnetic personality stood as a beacon to others who aspired to follow his example. His efforts in this regard

were so vast that most of the converts to Ahmadiyyat in the region are attributed to him. His legacy is one of love, intellect and piety.

His supreme knowledge of the positions of stars enabled him to travel vastly making him an embodiment of "سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ". He conducted extensive research and traced our ancestry to Hadhrat Umar Farooq رضی اللہ تعالےٰ عنہ. Growing up, I felt a sense of pride and was greatly honoured by this knowledge.

At a young age, my mother (Hadhrat Qazi Sahib's daughter, Zubaida Naheed) asked me to transcribe the dreams seen and written by my grandfather, some of which dated prior to his acceptance of Ahmadiyyat. I became enchanted with the spiritual light contained in them. Recently I had a dream that my grandfather was sitting at a desk on a chair next to Hadhrat Messiah Mauood علیہ السلام. In my dream, when I saw his beautiful shining and enigmatic eyes I felt captivated by the love and awe I felt for my grandfather. May Allah grant my grandfather the company of His beloved and pious masters, Ameen. May Allah enable us to follow in his blessed footsteps, آمین ثم آمین

☪ ☪ ☪

My Beloved Grandfather

(by: Fowzia Bushra Shah)

Hazrat Qazi Muhammad Yusuf رضی اللہ تعالےٰ عنہ A Shining Star

I am fortunate enough to have Hazrat Qazi Muhammad Yusuf رضی اللہ تعالےٰ عنہ as my maternal grandfather. I am fortunate because he was among the shining stars of the spiritual heaven. This is the definition of his companions given by the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم when he said, " *As-haab e kunn Nujoom*". Although my dear grandfather was not directly a companion of the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم , the verse of the Promised Messiah علیہ السلام ,:

"Sahabaa sai mila jo mujh ko paaya"

(Those who accept me, will be included in the companions of the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

made him amongst those spiritual glowing stars.

Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالےٰ عنہ was blessed with the Holy Spirit and would often see *Lailatul Qadar* in the month of *Ramadhan*. This makes him among those people about whom the Promised Messiah علیہ السلام said that Allah becomes their legs, their hands, even the tongues with which they speak. His entire life is a personification of this statement of the Promised Messiah علیہ السلام.

Accepting Ahmadiyyat And Close Companionship With The Promised Messiah علیہ السلام

Casting a glance upon the incredible life of my dear grandfather, Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ, gives further credence to my declaration that he was indeed among brilliant spiritual stars. His first amazing and outstanding achievement was of course to find and accept the Promised Messiah علیہ السلام at the tender age of seventeen. Then at the time when travelling was much harder, the young boy undertook a journey on his own to Qadian from Peshawar, the farthest he had ever travelled to pledge allegiance at the hand of the Promised Messiah علیہ السلام. He then went to Qadian on a number of occasions, during school holidays and to attend annual conventions.

He also went to Gurdaspur and met and helped the Promised Messiah علیہ السلام while he appeared at a trial. He observed the Promised Messiah علیہ السلام at close quarters, having the honour of sharing food with him at one occasion and pressing his body at another. He also prayed behind the Promised Messiah علیہ السلام during one of the rare occasions when the Promised Messiah علیہ السلام was leading congregational prayers. During this time, Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ developed a deep love for the Promised Messiah علیہ السلام, the prophet whose advent had been foretold by the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 1300 hundred years previously. He expressed this beautifully in his poetry and his prose.

He Continued The Legacy Of The Promised Messiah علیہ السلام

Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ recounted his experiences and his incidents in many of the books he was to write during his lifetime. This is another quality that makes Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ deserving of the title spiritual star. After the demise of the Promised Messiah علیہ السلام. He spent almost every minute of his life in helping the Promised Messiah علیہ السلام's cause. He wrote books on a variety of topics. The most important legacy in this regard is the books he wrote about the noble character of the Promised Messiah علیہ السلام. They enable one to imagine his personality at first hand. Indeed, Maulana Aazam Akseer Sahib, a murabbi of the Jamaat who made an MTA programme on Hadrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ said that after reading Hadrat Qazi sahib's book he was honoured with meeting the Promised Messiah علیہ السلام in a vision. He said that it was a very moving and life changing experience for him.

The Books And Diaries Of Hadrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ

In total, Hazrat Qazi sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ wrote books and pamphlets in urdu, Pashtu and Persian languages. One is amazed as to how he found the time to write all these books. He led a full life, having two wives and two sets of children, working as a chief supervising officer in the British government as well. He also

spent a lot of time conveying the message of Ahmadiyyat to the people around him. By Allah's grace around 200 people entered the fold of Ahmadiyyat through his efforts. He wrote daily diaries in which one often finds the words, "*Taleef e Qalb*" on the entry of most days. This is an expression of the Holy Quran which means:

"to give comfort to hearts of others".

As the Holy Quran enjoins that a good deed should usually not be disclosed so that only Allah is expected to reward the deed, Hazrat Qazi sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ would not give details of who exactly he helped and how. However, we see the love everyone had for him and the respect and adoration of people who knew him whom he must have helped financially and otherwise.

He was a man of great nobility and standing who served as the Ameer of the entire province of the North West Frontier Province *(Khyber Pukhtun-Khwa)* until his death. He fulfilled his responsibility in this regard in an incredible manner, treating the Ahmadis he was leading with a fatherly love and affection. He therefore took great care in their spiritual training, giving *Dars* after Salath in the mosque to inform them of the teaching of the Holy Quran. He was also a very brave man, facing opposition valiantly and courageously. An attempt on his life was made from which he escaped in miraculous fashion, bringing to mind the words in the holy Quran,:

"*Wa Allah ho yasimuka minannas*" – that Allah shall protect thee from the attacks of the enemy.

His Research and Books

He undertook many hazardous journeys for the purposes of spreading the message of Islam Ahamdiyyat. He also undertook journeys to conduct research for various books that he wrote. For example, he researched the history of Kashmir, and the history of Jesus Christ's life there. He also undertook journeys to ascertain the aftermath of the tragic stoning of Hadrat Sahibzada Abdul Latif Shaheed رضی اللہ تعالےٰ عنہ in Afghanistan. His books were written in the style of a modern researcher, giving references and proofs of whatever he wrote about. His book about the Shiites who had opposed the Promised Messiah علیہ السلام laid bare their real beliefs. It was called "*Qatilul-Anf* " this means "the cutting of the nose" referring to the loss of the Shiites' honour. He really cut their noses by revealing what they really thought of the noble companions of the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. So much so that the book was banned by the Shiites who claimed it to be inaccurate. Hadrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالےٰ عنہ had the book republished with all the references and challenged the Shiites to try and prove anything he wrote as false. Needless to say they could not!

Pashto Dictionary Written By Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالےٰ عنہ

One of the most difficult books anyone can ever write is a dictionary. It is virtually impossible to define certain common words in the same language. Also it is a monumental task to

collect all the words in a particular language. Yet, my beloved grandfather manages this feat also. He wrote a Pashtu dictionary which formed the basis of the best Pashto dictionary every written.

Translation of The Holy Quran

Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالےٰ عنہ also wrote another extremely difficult book to write which is the translation and commentary of the Holy Quran in the Pashto language. This is spread over four large volumes.

His Handwritten Books Had No Corrections

Some of his original manuscripts are still in existence. One of the things that struck me as incredible when reading them was that there were no corrections! They are handwritten and there are no deleted words, no inserted 'afterthoughts'. This is amazing to me for when I write, I keep changing what I write after reading it.

My Honour Of Being In His Blessed Company As A Baby

My beloved grandfather was a very loving family man. He saw me as a two month old baby just before he went to the Friday prayers where he was to meet his Maker. He saw me kicking my feet and commented "Child, where are you trying to run to". I like to think that he must have prayed for me. I was fortunate enough to be with him in Mardan during the last days of his life, which was an honour not enjoyed by any of his other grandchildren.

His Blessed Passing Away

My claim that Hadrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ is a spiritual star is given further credence by the form of his death. No one can control his time or the form of his death. One can observe Allah's love in the manner in which Allah called him back to himself. He walked nearly half a mile on foot before he got a conveyance to the mosque to offer Friday prayers and was offering his salat when he felt ill. He was helped to lie down in the mosque where he departed to meet his Maker. It is a legendary death that every true believer would yearn to have. He was like a fish who was in calm water when in the mosque, according a tradition of the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. So he passed away in the place where he was most at peace. May Allah enable us to follow in our beloved grandfathers steps in a manner which would have pleased him.

☪☪☪

Hazrat Qazi Muhammad Yusuf Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(by: Iram Ahmed)

My Great Honour

It is a great privilege and honour for me to be associated with Hazrat Qazi Muhammad Yusuf Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ, who was a noble and pious companion of the Promised Messiah علیہ السلام. I am truly grateful to Allah that I am one of his grandchildren.

My grandfather has had the blessing of being mentioned several times in the Friday sermons of Hazrat Khalifatul Masih ul Khamis ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز. Hazoor quoted incidents of the life of the Promised Messiah علیہ السلام as narrated by Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

I fondly remember reciting one of the Pashto poems of my grandfather:

"Che me Rubb Rahman Raheem Dai, La illaha illullah;

Che la her aib Subhan dai, La illaha illullah"

to Hazrat Khalifatul Masih-ur-Rabe رحمۃ اللہ علیہ several times. He enjoyed listening to this poem and once when I recited it he asked,:

"How are you related to Hazrat Qazi Sahib?"

I answered:

"He was my naana." (meaning, maternal grandfather). Hazoor exclaimed very happily: "MashAllah!"ماشاءاللہ

It was so humbling to associate myself to such a noble gem of Ahmadiyyat.

Childhood Memories of Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالٰی عنہ

If I cast a glance back at my childhood, I remember very early memories of my mother and father telling us about Hazrat Qazi Sahib ('Kakaji', as my mother calls him). The devotion they felt was very evident to me as a child. My father also talked about him with so much love, that I felt like he regarded Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالٰی عنہ like his own father. Much of his love for Ahmadiyyat came from meeting Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالٰی عنہ at a very young age and attending his *Dars ul Quran* in the Peshawar Mosque.

Thus my father's adoration for Hazrat Qazi Sahibرضی اللہ تعالٰی عنہ began at a very tender age. My paternal grandfather Muhammad Khawas Khan Sahib also held Hazrat Qazi Sahibرضی اللہ تعالٰی عنہ in great esteem and instilled a love for him in his children. It was my father's great fortune that Allah chose him to become the son-in-law of Hazrat Qazi Sahibرضی اللہ تعالٰی عنہ. My father is married to Zubaida Naheed Sahiba (my mother) and they have both always tried to instil in their children a deep love for her father.

My mother's Service To Her Father

My mother is the third from the youngest of Hazrat Qazi Sahib's children, and I often notice, she resembles him very much, in physical features and in her personality. She often tells me

stories from her father's life and advice he gave her. This makes me feel closer to him whenever I am with her. For many years now I have observed that she has been rewriting his diaries and books to prepare them for publishing. Often when I visit her, I find her busy reading or writing his works. This is a true honour and great service to keep the memory of her father alive amongst the modern generation.

The History Of The Pakhtoons

To truly understand and appreciate how unique Hazrat Qazi Sahib's acceptance of The Promised Messiah علیہ السلام was, we must understand the historic traditions and customs of the Pakhtoons of the North of Pakistan, to whom he belonged. The *Pakhtoons* are a people who were not originally native to India, they were settlers who had travelled to the North of India during the exodus that took place before the time of Jesus Christ, and they were the Ten Tribes of Israel who had settled there. They had later accepted Islam. At the time of the Promised Messiah علیہ السلام however their strong customs were at the very heart of their existence. To break away from these customs and traditions meant facing strong opposition from family and acquaintances. Yet Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ was only 17 years old when upon hearing the claim of the Promised Messiah علیہ السلام he travelled all by himself to discover this truth.

Acceptance of Ahamdiyyat

Hazrat Qazi Sahibرضی اللہ تعالیٰ عنہ was immediately impacted by the glowing light and the shining beacon of the Promised Messiah علیہ السلام. He immediately accepted Ahmadiyyat at the hand of the Promised Messiahعلیہ السلام himself on his very first visit. This was truly remarkable, that at such a young age he made such a noble decision to pledge his entire life to the cause of Ahmadiyyat.

He stood firm by this pledge of allegiance his entire life. As he writes so beautifully in his poems, it was through the Promised Messiahعلیہ السلام that he witnessed the beautiful teachings of our master the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم come to life.

Honour of being part of the Baraa'th bridal party from Peshawar

There are so many incidents where he had the honour of being in the company of the Promised Messiahعلیہ السلام which are related elsewhere in detail. My grandfather even formed part of the bridal party (baraa'th) for the marriage ceremony of the Promised Messiah علیہ السلام's son Hazrat Mirza Bashir Ahmad رحمۃ اللہ علیہ. The bridal party travelled from Peshawar. My grandfather accompanied them until they reached Qadian. He then stayed at Qadian as a guest of the Promised Messiahعلیہ السلام for around two weeks.

Abdaal-e-Shaam

Lastly I would like to mention a prophecy of The Promised Messiahعلیہ السلام about the Arab people. Allah had revealed to him that from amongst the Arabs Allah would create the "Abdaal e Shaam" who would spread the message of Ahmadiyyat.

When Hazrat Khalifatul Masih-ur-Rabeرحمۃ اللہ علیہ arranged the marriages and performed the nikkahs of my two sisters, (the granddaughters of Hazrat Qazi Muhammad Yusuf Sahibرضی اللہ تعالیٰ عنہ with two Arab Syrian brothers, he mentioned this prophecy. He prayed that may Allah create the "*Abdaal e Shaam*" from amongst their progeny. The names of the two granddaughters of Hazrat Qazi Sahibرضی اللہ تعالیٰ عنہ are *Durre Samin Aldroubi* & *Kausar Aldroubi* who are married to Dr. Moussalam Aldroubi & Dr. Badih Aldroubi of Damascus, Syria.

I am honoured to this day when I meet people who mention to me that they had met and regard Hazrat Qazi Sahibرضی اللہ تعالیٰ عنہ as a loving father and hold him in great esteem. One such person is Usman Chou Sahib, from China. He had the honour of being a guest and staying with my grandfather and often mentions his hospitality and generosity.

May the legacy of Hazrat Qazi Muhammad Yusuf Sahibرضی اللہ تعالیٰ عنہ live on through his progeny. Ameen.

☪☪☪

Hazrat Qazi Muhammad Yusuf Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(by: Kausar Aldroubi)

Ever since I have been a child of 5 or 6 I remember my mother telling us bedtime stories about her father Hazrat Qazi Mohammad Yusuf Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ about how he was a *sahabi* of Hazrath Masseh e Maood علیہ السلام and how he was a brave, proud, honourable, *Pathan* man. His life transformed after he accepted Ahmadiath as a 17 year old teenager.

I remember seeing his black & white photo hanging in our drawing room and my mother saying that he was 80 years of age at the time with not a single wrinkle on his face. I remember my father talking about him admiringly and I knew he must have been an incredible human being. His life was filled with stories, revelations, adventures and miracles.

Becoming an Ahmady changed his life and the lives of many generations in the Northern Western Frontier Province of Pakistan and beyond. He was one of the first Ahmadies from NWFP. He was highly educated by his parents. His generosity and affections touched the lives of many people and changed their paths forever. As his grandchild, who never had the honour of meeting him, I still meet people who tell me that they owe a lot to him because their grandfathers were introduced to Ahmadiyyat by him. And

accepting Ahmadiyyat transformed the lives of these people for generations to come.

Many people from his extended family of Hazrat Qazi Sahib رضی اللہ تعالےٰ عنہ still live in Mardan. They unfortunately decided not to change their faith and there generations are uneducated and unsuccessful.

My grandfather was appointed the Amir of NWFP *(Khaber Pkhtun-Khwa*); he built many mosques, bought land for Ahmadies and built an Ahmadi grave yard; he went on extensive tours of all the areas under his jurisdiction and helped the community in dealing with difficulties facing the new Jamaath. He also travelled and did extensive research on the history of Judaism and Christianity; Sunni and Shia sects. He wrote many books on these subjects; which are still consulted today and are in the Fazl-e-Umar library in Rabwah.

My grandfather passed away on Friday in Mardan mosque, that he build. He was offering *Nawafils* during in *Sajda* he passed away. Allah chose a befitting grand end to a holy, humble servant of Allah.

I hope and pray that as his granddaughter. I do justice to his hard work and his memory and carry the true light and massage of Ahmadiyyat on to my children. May Allah bless his soul and give him a high place in paradise. Amen.

☪☪☪